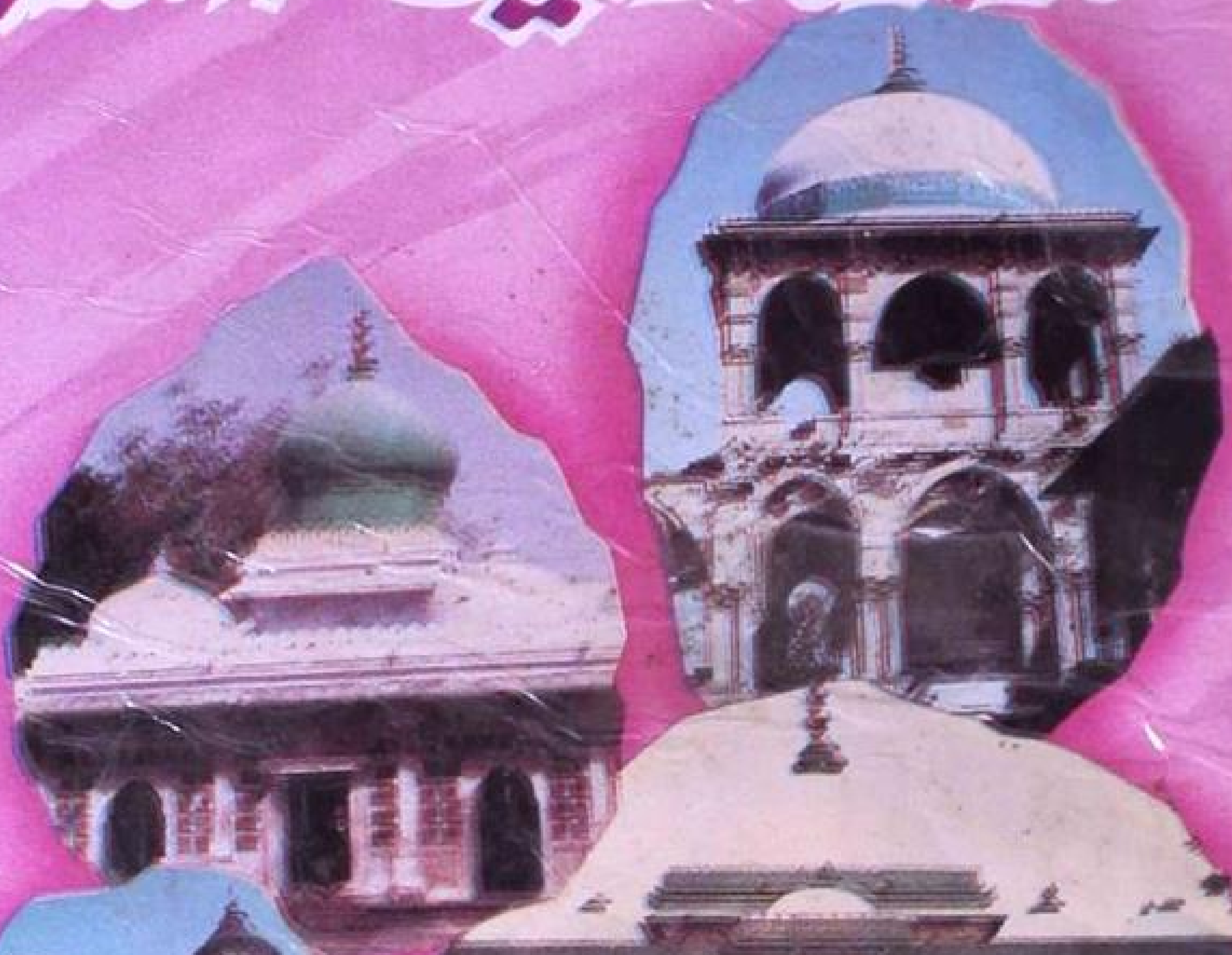
تذکرۂ اولیاء احمد آباد






از: مولانا = نور الزمان مصباحی
استاذ- دار العلوم شاہ عالم احمد آباد (۱)

تذکرۂ
اولیاءِ احمد آباد

(کونوا مع الصادقین)

از
نور الزّماں مصباحی
استاذ
دارالعلوم شاہ عالم، احمد آباد

ناشر
نور اکیڈمی احمد آباد

نام کتاب: تذکرۂ اولیاء احمد آباد

مؤلف: مولانا نورالزماں مصباحی

نظر ثانی و تقدیم: علامہ سید اشتیاق عالم ضیاءؔ شہبازی

کتابت: جے کے کمپیوٹرز، بمعرفت
کلیم بک ڈپو، خاص بازار، احمد آباد۔

پروف ریڈنگ: مؤلف

صفحات: ۲۶۰

سن اشاعت: ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء

قیمت: ۸۰ روپے

آفسیٹ پرنٹرس: کلیم بک ڈپو، تین دروازہ، احمد آباد

ناشر: نور اکیڈمی احمد آباد

انتباہ

اس کتاب کی اشاعت یا کسی بھی زبان وادب میں ترجمہ واقتباس
حضرت مؤلف قبلہ کی تحریری اجازت کے بغیر سخت ممنوع ہے
کیونکہ یہ اخلاقی و قانونی جرم ہے

ناشر

فہرست

☆ حامداً ومصلیاً ☆

عرض نور

خالق کائنات نے انسانی ہدایت ورہنمائی کے لیے بے شمار محبوبوں کو اس عالم رنگ و بو میں مبلوث فرمایا، انبیاء و مرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات نے اپنی نورانی زندگی سے ان گنت افراد کے دلوں کو نور ایمان سے منور فرمایا۔ ختمی مرتبت ہادی اعظم ﷺ نے اپنی سیرت طیبہ کا ایسا جامع دستور جملہ بندگان خدا کو عطا فرمایا جن کی ضیاء بار کرنوں سے دنیائے انسانیت کو روشنی ملتی رہی اور صبح قیامت تک ملتی رہے گی۔

ایسے عاشقان مصطفےٰ ﷺ جنھوں نے اپنی زندگی احکام شرع پر گزار دی جن کا ہر ہر لمحہ عشق رسول اور حب نبی میں گذرتا، شب و روز فکر عقبیٰ کا پہرہ رہتا، خشیت مولیٰ میں آنکھیں پُر نم رہا کرتیں۔ یہی لوگ خدا کے دوست ہیں اور قرآن انھیں ''اولیاء اللہ'' کے زریں خطاب سے مخاطب کرتا ہے۔ یہ دنیائے دنی کسے اپنا گرویدہ نہیں کرتی، کون یہاں کی رعنائیوں میں نہیں الجھتا، حسین خیالات کی چادر میں کون محوِ خواب نہیں رہتا، چند روزہ زندگی میں کون آرام نہیں چاہتا، آسائش کے سامان کون فراہم نہیں کرتا، یہاں کے حسن و جمال پر کون فریفتہ نہیں ہوتا، زر و جواہرات سے الفت کسے نہیں ہوتی۔ اکثر و بیشتر دنیا ہی کے حصول میں کوشاں ہیں مگر کچھ وہاں کے بھی جویاں ہیں انھیں میں کچھ ایسی بھی ہستیاں ہیں جنھوں نے فردوس بریں میں محلات تعمیر کیے، وہاں کی ابدی زندگی سے پیار کیا، اسی کیلئے کوشاں رہے، مال و متاع سب کچھ قربان کیا اور خود کو بھی جان آفریں کے حوالہ کر دیا۔ ان دور بیں نگاہوں نے وہ سب کچھ دیکھ لیا جو ہم نہیں دیکھتے۔ یہی لوگ

جن کی زندگی کے واقعات و حکایات میں صاحبان عقل کیلئے عبرت ہے۔ یہی وہ محبوب جماعت ہے جن سے خدا محبت کرتا ہے، عرشی محبت کرتے ہیں، آسمان والے پیار کرتے ہیں، فرشی کے دلوں میں الفت ہوتی ہے۔

الغرض دین وملت کی نصرت وحمایت کے لیے لاتعداد غلام سرور کونین اس دنیا میں جلوہ فرما ہوئے اور انھوں نے اپنی زندگی تبلیغ اسلام اور احیائے سنت میں وقف کر دی۔ سیرت وسوانح کا عنوان اپنی اہمیت وافادیت کے اعتبار سے محتاج تعارف نہیں لیکن اس سنگلاخ وادی سے نہ آسانی منزل مقصود تک رسائی بھی جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

دارالعلوم شاہ عالم میں تدریسی خدمات کی انجام دہی، مذہبی اجلاس میں شرکت، مفاد ادارہ کی خاطر دور دراز علاقوں کا سفر و دیگر مصروفیات میں گم رہا۔ شدید اشتیاق نے یہاں کے اولیاء اللہ کے حالات وخدمات کی طرف متوجہ ہونے کا مشتاق بنا دیا اور پھر جب تاریخ اسلام کے ان بوسیدہ اوراق کا مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ گجرات عموماً اور احمد آباد خصوصاً ان نابغہ روزگار اولیاء علماء کا مسکن ہے جن پر تاریخ اسلام کو فخر حاصل ہے۔ چوتھی صدی سے گیارہویں صدی تک یہاں ایسے چیدہ و برگزیدہ علماء پیدا ہوتے رہے کہ اگر علم وادب کی روشنی میں اسے شیراز و یمن اور تصوف وولایت کے اعتبار سے بغداد و بلخ کے ساتھ مماثلت و مشابہت دی جائے تو مبالغہ آرائی نہیں بلکہ عکس حقیقت ہے۔ مگر افسوس صد افسوس! یہاں کے ارباب علم ودانش ان کی سیرت و سوانح، علمی شہ پارے، نادر الوجود کارنامے وخدمات کی طرف خوابیدہ قوم کو متوجہ نہیں کراتے اور حد تو یہ ہے کہ جن حضرات کے پاس ورثہ کے طور پر قلمی رسائل و مخطوطات موجود ہیں وہ کسی کو فراخدلی کے ساتھ مطالعے کیلئے بھی نہیں دیتے۔ ان تمام پریشانیوں کے باوجود ہم نے مزید کوشش جاری رکھی اور کچھ قلمی رسائل بھی دستیاب ہوئے۔ اس راہ میں پروفیسر محی الدین صاحب بمبئی والے رکن آف گجرات ساہتیہ اردو اکیڈمی گاندھی نگر و پروفیسر سید محمد وارث علوی صاحب شہزادہ شاہ وجیہہ الدین وعلوی کا میں بے حد ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے مفید مشوروں سے نوازا۔ دنیائے اردو کے

مشہور و معروف شاعر و نقاد حضرت وارث علوی صاحب نے تو انتہائی کرم فرماتے ہوئے تذکرۃ الوجیہہ کا نسخہ بھی ہمیں عطا فرمایا جس کی بناء پر حضرت شاہ علوی کی سیرت و سوانح میں کافی مدد ملی۔ احسان فراموشی ہوگی اگر اس موقع پر ادیب شہیر حضرت علامہ سید شاہ اشتیاق عالم ضیاء شہبازی کو یاد نہ کیا جائے اسلئے کے حضرت نے اپنا قیمتی وقت نکال کر میرے مسودے کا مطالعہ فرمایا اور جا بجا اصلاح بھی آپ نے فرمائی اور ایک طویل مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔

میں اپنی کم علمی کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہاں یہ حقیر اور یہ کار عظیم! تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، مگر یہ انھیں اولیاء کرام کی باطنی قوت اور مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی تعلیم و تربیت کا ثمرہ ہے جو قارئین کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ میری اس کتاب کا انداز تحریر دنیائے صحافت میں الفاظ کی برفباری نہیں بلکہ اس میں ایک صحت مند فکر و نظر اور ماضی کی تاریخ کے بوسیدہ اوراق کو آسان زبان میں اجاگر کرتے ہوئے ہر قاری کی نگاہوں تک پہنچانا ہے۔

صاحبان علم و تحقیق سے گزارش ہے کہ اگر کہیں کوئی خامی نظر آئے تو برائے کرم اطلاع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی ہو سکے۔ قارئین کرام سے عرض ہے کہ اس حقیر سراپا تقصیر کیلئے خاتمہ بالخیر کی دعا فرمائیں۔

بعد مردن جب نہ ہوگا میری تربت کا نشاں
یادگار زیست تازہ ہوگی اس تحریر سے

فقط والسلام

خاکپائے اولیاء

نور الزماں مصباحی

۱۷ر مئی ۱۹۹۸ء

اِنتساب

ان درویشانِ مصطفےٰ کے نام

جنہوں نے۔۔۔

☆ توحید کے چراغ روشن کیے

☆ اندھیروں میں اُجالا کیا

☆ احکامِ شریعت پر زندگی گزار دی

☆ طریقت کے اسرار و رموز بتائے

☆ علم و دانائی سے اُنقلاب برپا کیا

☆ گمشدگانِ منزل کو پتہ بتادیا

☆ دشمنوں کو سینے سے لگایا

☆ شاہوں کو قدموں پہ جھکایا

☆ فقیری میں بادشاہی کی

☆ ٹوٹے ہوئے دل کو سہارا دیا

☆ ڈوبتے ہوئے کو بچایا

☆ مُردہ دل کو زندگی دی

ہاں ہاں اسی کے نام۔۔۔ جنہوں نے

☆ ملّت کو بچایا

☆ مسلک کا تحفظ کیا

☆ دینِ مصطفےٰ کو رواج دیا

☆ "دینِ الٰہی" کا فتنہ دور کیا

پوری دنیا میں جو "مجدِد الف ثانی" سے یاد کیا جاتا رہا

☆ ڈاکٹر اقبال نے جن کی بارگاہ میں یوں کہا

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے

اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار

☆ اور ان درویش کامل کے نام

جو باغِ لطیفی کا مہکتا ہوا پھول ہے، جن کی خوشبو سے دنیائے علم و معرفت معطر ہے، بہار کا مشرقی خطہ جو خود اہلِ دل کی آماجگاہ ہے، اور پھر خاص کر جن کا فیضان بہار و بنگال و بنگلہ دیش تک عام ہوا، جنہوں نے مدرسے قائم کئے، مساجد کی تعمیر کرائی، ہر علاقے میں اپنا نائب عطا کیا۔۔۔ جنکی ایک ادنیٰ نگاہ عنایت سے آنکھیں بینا اور قلب و جگر معرفت کا خزینہ ہو گئے۔۔۔ آج بھی جنکے عرسِ پاک میں لاکھوں کا دامن مرادوں سے بھر دیا جاتا ہے۔۔۔ اور یہ فقیر بھی انھی کے آستانۂ حفیظی کا ایک ادنیٰ غلام ہے، جس پر مکمل ناز ہے۔

یعنی اعلیٰحضرت، زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین شاہ حفیظ الدین لطیفی قدس سرۃ السامی، رحمٰن پوری

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آنا ہے جو بزمِ جاناں میں، پندار خودی کو توڑ کے آ

اے ہوش و خرد کے دیوانے یاں ہوش و خرد کا نام نہیں

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام سہی، عرفانِ محبت عام نہیں

العبد الراجی بلطف الحفیظی
نورالزماں مصباحی رحمٰن پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقد تقدیم

ماقصہ سکندر و دارانہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

تاریخ کا فن اپنے موضوع کے اعتبار سے کائنات کی وسعتیں رکھتا ہے۔ مورّخ کی نگاہ جس قدر وسیع ہوگی تاریخ کا دامن اسی قدر کشادہ ہوگا۔ حقائق کی تلاش' ناقدانہ بصیرت' معتدل مزاجی' عرض اور جوہر کی شناخت' اظہار بیان کی قدرت' منصفانہ جائزہ' گہرا مطالعہ' غواص ذہن تاریخ سازی کا لازمہ و خاصہ ہیں۔ یہی خوبیاں تاریخ کو مستند بناتی ہیں اور مورخ کو معتبر۔ اگر اس کا فقدان ہو تو ہزاروں اوراق سیاہ کر دئے جائیں پھر بھی وہ موضوعات و مجہولات کا پشتارہ تو کہلائے گا۔ مبصّرین کی نگاہ میں شہ پارہ نہیں قرار پائے گا۔ تاریخ اقوام و ملل کا تحفظ لازمی و ضروری ہے۔ نسلوں کی بقاء، انسانیت کی فلاح، تہذیب و تمدن کی شجر کاری، معاشرے کا استحکام، سماج کی درستگی، ذہنوں کی بیداری کے لئے ضروری ہے کہ تاریخ کے اوراق پارینہ کو آئینہ بنا کر حال کی اصلاح کی جائے اور مستقبل کو درخشاں اصول دئے جائیں۔ مگر یہ جب ہی ممکن ہے کہ تاریخ اپنی صحیح شکل و صورت میں نسلِ انسانی کے روبرو ہو۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ساری باتیں مغازی و سیر، ملوک و مملکت، شعراء و ادباء کے کارنامے قوموں کی شکست و ریخت کے لئے درست ہیں، مگر جہاں تک اہل اللہ کے ذکر کی بات ہے یہ محض حسنِ عقیدت پر مبنی ہے اس کا مقصد سکونِ دل کے سوا اور کیا ہے؟ مگر میں عرض کروں اہل اللہ کی زندگی کا مقصد صرف اپنی خلوتوں کا روشن کرنا نہیں بلکہ ہدایتِ انسانی مقصدِ اولین ہے۔ ان کی زندگی کے اثرات ملوک و مملکت، اقوام و ملل، تہذیب و سماج بلکہ ساری نسلِ انسانی پر مترتب ہوتے ہیں۔

اس لئے یہاں تو اور انتہائی ریزہ کاری کی ضرورت ہے پھر یہ کہ عام تاریخ کی ایک لغزش بھی بہت بڑے حادثے کا سبب بن جاتی ہے، اولیاء اللہ کی زندگی مشعلِ راہ ہے۔ انسانیت ہر دور میں ان کی متلاشی رہی ہے۔ ان کی ذات سے وابستہ ایک ایک بات منقول روایات، کو جذبۂ عقیدت کے ساتھ قبول کرتی ہے۔ اس لئے ان کے پاکیزہ حالات کو تاریخی شکل دینے سے پہلے تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنا اور زیادہ سے زیادہ محتاط رہنا ضروری ہے، کہ اس کا تعلق ایمان و عملِ صالح اور راسخ الاعتقادی سے ہے۔

عشق دشوار نہیں خوش نظری مشکل ہے
سہل ہے کوہ کنی شیشہ گری مشکل ہے

اولیاء اللہ کی زندگی کو تاریخ میں محفوظ کر لینا انتہائی مستحسن اور مبارک فعل ہے۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ دشوار بھی۔ کیونکہ ان کی زندگی کے دو رُخ ہیں جنہیں آپ "قال و حال" ظاہر و باطن، صوری و معنوی، شریعت و طریقت، جیسی مختلف اصطلاح میں بیان کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ ایسے مقامات رفیع و بلند جن کا تعلق مشاہدہ اور کیفیتِ دل سے ہو ان کو لفظوں کی قبائیں پہنانا دشوار نہیں تو اور کیا ہے۔ خود سمجھنا تو مشکل ہے ہی، دوسروں کو سمجھانا اور مشکل۔ ذرا سی چوک اپنے ساتھ دوسروں کو لے ڈوبنے کے مترادف ہے۔ مگر ہاں اگر کوئی صاحبِ مقام کسی صاحبِ مقام کی ذات و صفات کا تعارف کراتا ہے تو نہایت ذمہ داری کے ساتھ کراتا ہے۔ یا اس کے خوانِ نعمت کے پروردہ یافتہ افراد جب اس ذمہ داری کو نباہتے ہیں تو خطا و نسیان کی امیدیں ختم نہیں تو بہت کم ضرور ہو جاتی ہیں، ویسے تو الانسان مرکب مِن الخطا والنسیان خاصۂ انسانی ہے۔

میری اس گفتگو کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ بزرگانِ دین کے حالاتِ زندگی مرتب ہی نہ کئے جائیں، ضرور ضرور کئے جائیں، یہ تو ایسا کارِ ثواب ہے جس کی منفعت بیان سے

باہر ہے۔ رضائے الٰہی، خوشنودئ رسول ﷺ فیوضات اولیاء کے حصول کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہدایت انسانی اور سکونِ روحانی کا بھی سبب ہے۔ خدائے قدیر لاکھوں لاکھ رحمت فرمائے ان عارفانِ دہر، واصلانِ حق کی ارواحِ جمیل پر جنھوں نے اس میدان میں بھی ہمیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا ہے بلکہ اپنی زبردست علمی قوتوں اور تحقیقی کاوشوں کے ذریعے تاریخ کو عدیم المثال ذخیرہ سونپ دیا ہے۔ صرف ضرورت ہے ہمیں تلاش و جستجو اور علمی بصارت اور ناقدانہ بصیرت کی۔

زیرِ نظر تصنیف جسکا نام ''تذکرۂ اولیائے احمدآباد'' ہے، اس کے مرتب حضرت مولانا نور الزماں مصباحی ہیں۔ آپ شہر احمد آباد کے مشہور و معروف ادارہ ''دار العلوم شاہ عالم'' میں تدریسی خدمات سے وابستہ ہیں۔ آپ کا دولت خانہ بہار کے ایک گاؤں قصبہ رحمان پور تھانہ بارسوئی ضلع کٹیہار میں ہے۔

نوجوان فاضل، خوش خلق، محنتی، باذوق مطالعہ اور صحت مند نظریہ کے حامل ہیں۔ ان کی یہ پہلی تحریری کاوش ہے۔ جو ان کی پاکیزہ عقیدت، راسخ الاعتقادی، ذوقِ جستجو اور شوقِ محبت کی آئینہ دار ہے۔

مولانا موصوف نے کتاب کی ابتداء ''تعارفِ احمد آباد'' سے کی ہے۔

۱) مخدوم شیخ احمد مغربی سرخیزی رحمۃ اللہ علیہ کی مستند تاریخ سے تذکرہ کی ابتداء ہے۔ اسی ذکر کے درمیان ''حضرت مخدوم نور قطب عالم پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مخدوم شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت خواجہ عثمان اخی سراج آئینۂ ہند رحمۃ اللہ علیہ'' کا مختصر اً تذکرہ آیا ہے۔

۲) دوسرا تذکرہ حضرت سلطان احمد شاہ بانئ احمد آباد کا ہے، اس کے آخر میں حضرت ملک احمد اور قاضی احمد جود کا ذکر مختصراً شامل ہے۔

۳) سیّد برہان الدین قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تیسرا تذکرہ ہے۔

۴) چوتھے عنوان کے تحت حضرت سیّد سراج الدین شاہ عالم کا ذکر کیا ہے

۵) پانچواں نام حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جس پر مستند مفصل گفتگو کی ہے اور عالمانہ انداز سے جائزہ لیا ہے۔ اسی تحت میں حضرت سیّد المحدّثین سیّد شاہ محمد یٰسین، خلیفہ حضور شاہ وجیہہ الدین گجراتی و حضرت سلطان العارفین حضرت مخدوم مولانا شاہباز محمد بھاگلپوری قدس سرہٗ کا ذکر بر سبیل تذکرہ کیا گیا ہے۔

جہاں تک میں نے مسودہ دیکھا اور پڑھا مستند حوالوں سے مزین پایا۔ اندازِ بیان نہایت سلیس اور ہلکا پھلکا ہے۔ جو عوام الناس تک بآسانی پہنچایا جا سکتا ہے۔ البتہ بعض مقامات علمی و فنی موضوعات سے متعلق ہیں جو اہلِ علم کی تسکینِ ذوق کا باعث ہیں۔ قلم محتاط روش کا آئینہ دار ہے۔ جگہ جگہ پر سنجیدہ ریمارکس مرتب کے تنقیدی و تحقیقی فکر کی چغلی کھاتے ہیں۔ قلم کا سفر یوں ہی جاری رہا تو یقیناً ان کی تحریر کا نکھار، فکر کی ہمہ گیری، مطالعہ کی گہرائی، شعور کی پختگی بزمِ علم و دانش میں پذیرائی حاصل کرے گی۔ اللہ تعالیٰ اس صالح رجحان کو مزید تقویت بخشے۔ مولانا موصوف کو اس سفر میں تیز گامی عطا فرمائے۔ آمین

سفر میری زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔ تبلیغ سیرت النبیؐ کے سلسلے میں منعقدہ اجلاس سے خطاب کرنے کے لئے ہند و بیرون ہند کا مسلسل دورہ رہتا ہے۔ شاید یہی عدیم الفرصتی میرے مسودات منظوم و منثور کو کتابی شکل میں آنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اس سفر میں ناپا، بورسد اور گومتی پور احمد آباد کے اجلاس کے سلسلے میں آنا ہوا۔ بہر ملاقات دارُالعلوم شاہ عالم بھی حاضر ہوا۔ احمد آباد سے آبائی روحانی رشتہ تو ہے ہی کہ یہ مخدوم حضور سلطان العارفین مولانا شہباز محمد بھاگلپوری قدس اللہ سرہ العزیز، خلیفہ حضور سیّد المحدّثین مولانا سیّد شاہ محمد یٰسین از خاندان سیّد شاہ میر قدس سرہ جونا گڑھ کا آبائی وطن بھی ہے اور آپ کے پیر و مرشد سلطانُ المحققین حضرت مولانا سیّد وجیہہ الدین گجراتی ابن نصرُ اللہ العلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دیارِ نور بھی۔ فقیر گدائے خاندان بارگاہ شہبازی کے لئے اس ارضِ پاک کی حاضری وسیلہ فیوض و برکات و نجات ہے۔ دارُالعلوم کی آمد سے اس سلسلۂ روحانی پر گفتگو کا موقع ملا اور

مولانا نورالزماں مصباحی سلمہ اللہ الباری نے اپنا مسودہ دکھایا اور اس پر تقریظ لکھنے کے لئے اصرار کیا۔ اس سعادت سے بھلا میں انکار بھی کیسے کر سکتا۔ برانگیختہ جذبات کی تسکین کے لئے قلم برداشتہ یہ چند سطور حوالے کرنا پڑا۔ کاش مجھے قبل سے یہ معلوم ہوتا کہ مولانا موصوف مذکورہ بزرگانِ دین پر کچھ لکھ رہے ہیں تو میں ان کے تعلق سے بہت سارا مواد ساتھ لے آتا۔ تازہ ترین سلسلۂ نشرواشاعت میں حضرت مخدوم شہباز محمد بھاگلپوری کے تعلق سے شہبازیہ ادبی کانسل نے تین زبانوں میں سوانحی خاکے کی اشاعت کی ہے جو پراز معلومات ہے۔ اُردو زبان میں ''شہباز عرش پرواز'' اور انگریزی میں ''دی شہبازیہ گلوریس ہیری ٹیج'' اور ہندی میں ''شہبازی جیوتی'' جس کے مرتب ڈاکٹر پروفیسر سیّد محمد رافق شہبازی ہیں جو میرے برادرِ عم ہیں۔ فقیر بھی اس سلسلے میں مواد کی فراہمی میں دلچسپی رکھتا ہے اور آرزومند ہے کہ ایک تفصیلی کتاب، جلد منظر عام پر آجائے جو عوام و خواص کی یکساں دلچسپی کا باعث ہو۔

فی الحال منظوم مسودۂ نعت اوّل ''مدحت کی شجر کاری''، دوّم ''مدینہ گلاب کا'' ترتیب دیا جاچکا ہے۔ تیسرا تشریحی گلدستہ بنام ''لہو کی شب چراغ'' (نثر) زیرِ ترتیب ہے۔ اس کام کی انجام دہی کے بعد انشاءاللہ حالاتِ حضور سلطان العارفین ہی پر متوجہ ہوں گا۔ آخر میں مولانا موصوف کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے قارئین کے لئے دعا گو ہوں کہ مولائے قدیر بزرگانِ دین کے تذکرے پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط والسّلام

غلامِ غلامانِ آلِ محمّد

سیّد شاہ محمد اشتیاق عالم ضیاء شہبازی ولی عہدِ سجّادہ خانقاہِ شہبازیہ، بھاگلپور

۷۸۶/۹۲

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تعارفِ احمد آباد

اے آبرودِ گنگا وہ دن ہے یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا (اقبالؔ)

خطہ ارضی کے یوں تو بے شمار ایسے مقامات ہیں جن کی کچھ نہ کچھ تاریخی حیثیت ہے اور جو جغرافیائی حیثیت سے کچھ نہ کچھ شرف و منزلت کا متحمل ہے، چاہے وہ عرب کا ریگستان ہو یا عجم کی لہلہاتی زمین۔ مؤرخوں نے تاریخ میں اسے سجایا ہے اور کتب تواریخ نے اسے اپنے سینوں میں بسایا ہے۔ مگر آیئے ہم جس دیش کے باسی ہیں اور جس مٹی کی الفت قدرتی طور سے ہم میں موجود ہے وہ ہے ہندوستان۔ اسی حب الوطنی کے جذبے نے تو وقت کے مجاہد شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبالؔ کو بھی مجبور کر دیا پھر یہ کہنا پڑا۔۔۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا (اقبالؔ)

کیونکہ سب سے پہلے انسان کا قدم جس خطہ ارض میں پڑا اور جس کے نقشِ پا کو سب سے پہلے جس زمین نے اپنے سینے میں لیا وہ ہے ہند کی زمین اور ملک ہندوستان۔۔۔

''جنت سے جب آدم وحوا علیہما السلام کو زمین پر اتارا گیا، چنانچہ آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں شہر سراندیپ کے اس پہاڑ پر اتارا گیا جس کو توذ کہتے ہیں اور حضرت حوا کو ساحلِ عرب پر جدہ میں [1] اتارا گیا، یہ کتنا عظیم شرف ہند کی خاک کو حاصل ہے۔''

---

[1] اشرف التفسیر جلد ا ص ۲۹۰ احمد یار خاں نعیمی۔

تاریخ مطالعہ کرتے چلیں تو معلوم ہوگا کہ دیگر انبیاء کرام نے بھی اپنے پائے ناز کی نورانیت سے سرزمینِ ہند سے ظلمات شرک و کفر کو دور کیا اور بندگانِ خدا کو راہ حق کی دعوت دی۔ جیسا کہ قیوم زمانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اپنے مکتوب ۲۵۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''انبیاء کرام اہلِ ہند کی طرف مبعوث ہوئے اور حق کی طرف لوگوں کو بلایا اور انوارِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہندوستان کے بعض شہروں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے، شرک کی تاریکی میں روشن چراغ کی طرح، پس اگر چاہو تو ان شہروں میں ان کا مشاہدہ کرو۔ا''

حضرت مجدد کے شناور و احباب نے بتایا کہ جب وہ سرہند تشریف لے گئے اور کچھ فاصلے پر وہاں کچھ مزارات بمقام براس ہیں جو انبیاء کے مزار سے مشہور ہیں اور وہاں انہوں نے حاضری دی، بقول ان کے آج بھی اس جگہ ایک روحانی سرور ملتا ہے اور رعب و جلال ہمہ دم ٹپکتا ہے۔

نبی آخر الزماں حضور احمد مجتبیٰ ﷺ کی وفاتِ ظاہری کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین اور عمان کا گورنر بنا کر بھیجا انہوں نے اپنے بھائی حکم بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوج دے کر گجرات روانہ فرمایا۔ مؤرخوں نے لکھا ہے کہ عرب کا پہلا جہاز بحر عرب میں ۱۵ھ/۶۳۶ء میں بحرین سے روانہ ہو کر تھانہ (جو بمبئی سے قریب ہے) پہنچا دوسرا بھروچ اور تیسرا دیول ۲؎ اس کے بعد جہاز رانی کے ذریعہ آپسی تجارتی تعلقات بھی بڑھے اور مبلغینِ اسلام کی انتھک سعی و کوشش سے بیشمار لوگ کفر و شرک کی غلاظت سے نکل کر مذہبِ اسلام

ا؎ انتخابات من المکتوبات ص ۶۸ مطبع استانبول ترکی۔

۲؎ نجم البلدان ج ۷ ص ۱۶۷

میں داخل ہوئے، پہلی صدی میں یہ سلسلہ اکثر خلفاء کے دورِ خلافت میں چلتا رہا اور عرب سے نورانی قافلے کا ورود ہندوستان میں ہوتا رہا اسی طرح دوسری صدی میں بھی یہ دینی کام ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ محمد بن قاسم اور محمود غزنوی نے فاتح سندھ و سومنات کا زرّین لقب اپنے لئے تاریخ میں لے لیا۔

گجرات کے صنعتی شہر سورت میں چند مزارات ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ تابعینِ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے مزار ہیں۔ راقم الحروف بھی ۱۹۹۳ء میں اکتوبر کے مہینے میں جب وہاں پہنچا تو حاضری دیا اور فاتحہ خوانی کے بعد کافی دیر تک بیٹھا رہا اور قلبی سکون و راحت حاصل کیا۔ جاروب کش انتہائی پابندی سے خدمت انجام دیتے ہیں، پانچ، چھ قبریں ہیں جو سب کے سب تابعین سے مشہور ہیں۔۔ مگر اس کا کوئی تاریخی ثبوت مجھے نہ مل پایا۔

الغرض۔۔ بخارا، سمرقند، طارم، حضرموت، شیراز و دیگر مقدّس مقامات سے علماء و صلحاء گجرات، پٹن، احمد آباد آتے رہے اور خلقِ کثیر ان نورانی جماعت سے مستفید ہوتی رہی۔

گجرات کی راجدھانی احمد آباد ظاہری و باطنی حسن سے معمور ہے۔ اولیاء کرام کی دعاؤں کے صدقے یہ شہر دارالامان و زینت البلاد ہے۔

متعلقاتِ اسم : نام کے تعلق سے کچھ باتیں۔۔ شہنشاہِ جہانگیر جب احمد آباد آئے اور انہیں یہاں کی آب و ہوا موزوں نہ معلوم ہوئی۔ یہاں آکر بیمار ہوگئے تو اپنے تلخ تجربے کی بناء پر آٹھ نام اور دیئے۔ خود فرماتے ہیں ''مجھے حیرت ہے اس شہر کے بانی کو اس نامبارک مقام میں کون سی خوبی اور لطافت نظر آئی تھی کہ اس نے یہاں شہر بسایا پھر اس کے جانشینوں پر بھی آفریں ہے کہ انھوں نے بھی اپنی عمریں اس خاک دان میں گزار

دیں۔ اس کی ہوا مسموم ہے، زمین ریگزار ہے، پانی کمیاب ہے، گرد و غبار کی کثرت ہے، پانی نہایت برا اور ناگوار ہے، شہر کے کنارے جو نالہ بہتا ہے برسات کے دنوں کے علاوہ ہمیشہ خشک رہتا ہے، کنویں کا پانی کھارا بلکہ کڑوا ہے۔ شہر کے جو تالاب ہیں وہ دھوبیوں کے کپڑا دھوتے رہنے کی وجہ سے صابون کی جھاگ سے اس قدر بھرے رہتے ہیں کہ ان کا پانی کچی لسّی کی طرح دکھائی دیتا ہے، حیثیت رکھنے والے اپنے گھروں میں پانی کے ذخیرے بنائے ہوئے ہیں جنہیں برسات کے دنوں میں پانی سے بھر لیا جاتا ہے۔ اگلی برسات تک انہی ذخیروں سے پانی لے کر پیا جاتا ہے، لیکن ایسا پانی جس تک ہوا کا گزر نہ ہو اس کے مضر اثرات ظاہر ہیں۔ شہر کے باہر سبزہ و گل کے بجائے تھوہروں کی جھاڑیاں لگی ہوئی ہیں ایسی ہوا جو ان تھوہروں سے ہو کر آئی ہو اس کے اثرات کیا ہوں گے اس کا قیاس کرنا آسان ہے۔

اے تو مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم

میں نے اس سے پہلے احمد آباد کا نام گرد آباد دیا تھا اب سمجھ میں نہیں آتا ہے اسے سموستان کہوں یا بیمارستان، تھوہر آباد کہوں یا جہنم زار جو ان سب اوصاف کا حامل ہے اگر برسات کا موسم رکاوٹ کا باعث نہ ہوتا تو ایک دن بھی اس مصیبت کدے میں ٹھہرنا گوارہ نہ کرتا۔" ۱؎ اس اقتباس میں ادنیٰ تامّل کرنے سے احمد آباد کے آٹھ نام ہوتے ہیں جو انھوں نے دئے۔ (۱) خاک دان (۲) خوبی بچہ (۳) گرد آباد (۴) سموستان (۵) بیمارستان (۶) تھوہر آباد (۷) جہنم زار (۸) مصیبت کدہ۔

مگر تصویر کے دوسرے رخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ سلطان اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمہ اس احمد آباد کو ہندوستان کی زیب و زینت کہا کرتے تھے۔ ۲؎ شہنشاہ

۱؎ توزکِ جہانگیری ص ۴۸۵، ۲؎ مرآۃ الحمدی، جلد اول، ص ۱۷۳

اورنگ زیب عالم گیر نے اس شہر کو زیب و زینت کا نام دیا مگر وہم ہو سکتا ہے کہ شاید آپ نے اپنی جائے ولادت گجرات کے شہر داہود میں ہونے کی وجہ سے یہ نام ازروئے فطرتاً دیا ہو مگر یہ بعید از قیاس ہے۔

آیئے دیکھیں ماہر علم و فن محقق زمن حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس شہر احمد آباد کو کیا نام دیتے ہیں۔ فیضی کے خط میں آپ رقمطراز ہیں:

چوں رشک گلشن فردوس احمد آبادست
از و مباد بر و نم کنند چوں آدم
حدیث عشق تو فیضی کہ نقل مستان است
بہ بزم جرعہ کش دہلوی فرستادم

محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس شہر کا نام رشکِ گلشنِ فردوس دیا۔ آپ کی تصنیفات کا اگر گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس نوکِ قلم سے تاریکی کے دور میں علم و آگہی کا موتی صفحۂ قرطاس پر بکھرتا ہے اسی نوک قلم سے احمد آباد کی محبت کا گلدستہ بھی بڑی حسنِ عقیدت سے قرطاس ابیض پر سجتا ہے اور عرصۂ دراز تک اس کی خوشبو ہر محفل و انجمن پر پھیلتی ہے اور پھیلتی رہے گی۔ آپ اس شہر کے متعلق اخبار الاخیار شریف میں لکھتے ہیں ''یہ علاقہ ایسا ہے کہ یہاں سے عشق و محبت کی خوشبو آتی ہے اور اس کے جنگلوں اور کھنڈروں سے ولایت کی برکت کے انوارِ درخشاں معلوم ہوتے ہیں۔ یہ شہر ہمیشہ اہل دل کی آماجگاہ ہے اس لئے آج بھی اس میں اہل دل بستے ہیں۔

بہر زمیں کہ نسیمے ز زلف او وزیدہ است
ہنوز از سر آں بوئے عشق می آید

آخر میں حضرت شاہ عالم محبوب باری علیہ الرحمہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

غرضکہ آپ اپنے وقت کے علماء اور مقبولان بارگاہِ الٰہی میں سے تھے اور آپکی برکت کے آثار ہنوز اس شہر میں نظر آتے ہیں۔"[۱] ترجمہ از فارسی۔

اس سے آگے اگر اور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ محقق عصر حضرت عبدالحق محدث دہلوی اس شہر میں تشریف لائے اور بعض اذکار واشغالِ عالیہ قادریہ کی اجازت سے بھی سرفراز ہوئے۔ چنانچہ رقمطراز ہیں۔

"محرر سطور در وقتی کہ بقصدِ زیارت سیدِ کائنات ﷺ بداں دیار رسید بہ ملاقاتِ وی مستعد شد و بعضی اذکار و اشغال سلسلہ علیہ قادریہ مشرف گردید"۔ یعنی راقم سطور جس زمانے میں سرکار دوعالم ﷺ کی زیارت کے ارادہ سے اس شہر یعنی (احمد آباد) پہنچا آپ کی ملاقات کی سعادت سے مشرف ہوا اور آپ نے بعض اذکار و اشغال سلسلۂ عالیہ قادریہ کے عطا فرما کر مشرف کیا۔۔ حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کے تذکرے میں یہ حالات تحریر فرماتے ہیں اور آپ بقصد حج وزیارت اس دور میں تشریف لے گئے تھے اس لئے کہ ہندوستانی حاجیوں کے جانے کا راستہ بھی نواحی گجرات میں ہوتا تھا اس لئے آپ پہلے حضرت علوی کی بارگاہ میں حاضری سے مشرف ہوئے اور پھر جب حج سے واپس ہوئے تو اس وقت حضرت علوی اس دارِ فانی کو الوداع کر گئے تھے اور دوبارہ واپسی پر جب حاضری ہوئی تو فاتحہ خوانی کے بعد آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت شیخ عبداللہ جو صوری اور معنوی اعتبار سے آپ کے جانشین تھے ان سے ملاقات کی۔ مزید آپ کی بھی خوبیوں اور حسنات کو آپ نے تحریر فرمایا ہے

۱۔ اخبار الاخیار، ص ۱۵۸، مطبع مجتبائی دہلی

"اکنوں جانشین او خلف صدق اوست شیخ عبد اللہ موصوف است بعلم و حلم و ریاضت و غربت و ہمت و عفت و سائر اخلاق درویشاں"[1] اس وقت ان کے جانشین خلف صادق شیخ عبد اللہ ہیں جو علم، حلم، ریاضت، غربت، عفو و کرم اور جملہ درویشوں کے اخلاق سے مزین و آراستہ ہیں۔

یہ وہی شہر ہے جس شہر کے لئے سلطان احمد شاہ علیہ الرحمہ نے حضرت ابو محمد برہان الدین قطب عالم بخاری علیہ الرحمہ سے دعا کی درخواست کی تھی تو قطبیت کے عہدے پر فائز ہونے والے ولیِ کامل قطب عالم علیہ الرحمہ نے ان حسین الفاظ میں دعائیہ کلمات کہے تھے۔ "احمد آباد زینت البلاد ابد الآباد انشاء اللہ الرؤف بالعباد۔"[2] اور خضر علیہ السلام کے اشارۂ غیبی پر ان چار باکمال ہستیوں نے بنیاد رکھی تھی جن کے در کی گدائی پر شاہانِ وقت بھی رشک کرتے ہیں اور جن کا زہد و تقویٰ، توکل و ایثار خطۂ گجرات میں بے مثال تھا۔ عبادت و ریاضت کے اعتبار سے یگانۂ روزگار تھے۔ جنہوں نے اپنے کردار کو سنتِ نبوی کے سانچے میں ڈھال کر بے شمار لوگوں کو ایمان و ایقان کی دولتِ لازوال سے مالا مال فرمایا تھا۔

بناء احمد آباد اور اس کی کیفیت : سلطان احمد علیہ الرحمہ نے ایک دن تاج الاولیاء حضرت شیخ احمد کھتو علیہ الرحمہ سے درخواست کی کہ حضور میں اپنے دل میں حضرت خضرؑ کی دید کا شوق بہت زیادہ رکھتا ہوں اگر آپ کی توجہ سے یہ زرّیں موقع میسر آئے تو زہے قسمت! تاج الاصفیاء حضرت شیخ احمد کھتو علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت خضر سے

۱۔ اخبار الاخیار ص ۱۵۹

۲۔ حیاتِ شاہ عالم ص ۲۲

کہتا ہوں دیکھیں وہ کیا فرماتے ہیں! تاج الاصفیاء شیخ احمد کھتو علیہ الرحمۃ نے سلطان احمد علیہ الرحمۃ کی آرزو کو حضرت خضرؑ کے سامنے ظاہر فرمایا، حضرت خضرؑ نے فرمایا۔۔ کہ ان کو آپ کہیں کہ چالیس دن متواتر عبادتِ الٰہی وریاضتِ خداوندی میں مشغول رہنا چاہئے، پس سلطان نے چالیس دن چلہ کشی میں مشغول رہ کر انتہائی ذوق وشوق سے عبادت الٰہی کی۔ پھر ارشاد ہوا دوسرے دو اربعین یعنی دو چلہ اور پورے کریں جب تین چلہ بحسن وخوبی انجام کو پہنچا تو سلطان احمد فجر کی نماز کے بعد حضرت شیخ احمد کھتو کے کمرے میں جلوہ فرما ہوئے دل میں شیخ وخضر کی الفت آنکھوں میں شوق ولقاء کا اٹھتا ہوا طوفاں۔۔۔ بالآخر قدرت نے کرم کیا اور اجسامِ ثلاثہ (شیخ احمد مغزی کھتو، سلطان احمد، حضرت خضرؑ) کا نورانی بزم روحانی سجا اور آغاز کلام ہوا۔ اثنائے کلام میں سلطان احمد نے حضرت خضرؑ سے درخواست کی! کہ عجائباتِ دنیا میں سے کوئی چیز ارشاد فرمائیے، حضرت خضرؑ نے فرمایا۔۔ سابر متی ندی کے کنارے پر فلاں جگہ آج صحرا ہے ''باراں آباد'' کے نام سے پہلے ایک عظیم شہر آباد تھا اور شہر کے لوگ انتہائی سخی وکریم تھے، ایک دن میں بھوکا تھا، تیرہ سکّہ لے کر حلوہ فروش (مٹھائی والے) کی دکان میں گیا اور سکّے دے کر حلوہ چاہا۔ دکاندار حلوہ فروش نے کہا ''آپ مجھے درویش لگتے ہو، جس قدر چاہو کھالو تم سے سکّے نہیں لوں گا۔'' کچھ دنوں کے بعد میں پھر وہاں پہنچا مگر اس شہر اور اہلِ شہر کی نشانی میں نہیں پایا۔ اس کے قریب میں ایک ڈیڑھ سو سالہ بوڑھا بیٹھا تھا، میں نے اس سے اس شہر کا حال پوچھا اس بوڑھے نے کہا میں بھی نہیں جانتا ہوں ہاں میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ اس جگہ ایک شہر تھا اس کو باداں باد کہتے تھے۔ پس سلطان احمد نے خضرؑ سے اجازت چاہی کہ آپ اگر فرمائیں تو بندہ اسی جگہ ایک نیا شہر آباد کرائے۔ خضرؑ نے فرمایا کہ مبارک ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ چار ایسے اشخاص احمد نامی ہوں جن کی نمازِ عصر کی سنّتِ غیر مؤکدہ شعوری عمر میں فوت نہ ہوئی ہو، پس ان چار احمد نامی اشخاص کی اتفاقِ

رائے سے اس شہر کی بنیاد رکھی جائے اور احمد آباد نام دیا جائے۔ اس کے بعد ملک گجرات میں مکمل تلاش و جستجو کی گئی مگر ان اوصاف حسنہ کے متحمل دو ہی شخص احمد نامی ملے ان میں سے ایک قاضی احمد اور دوسرے ملک احمد، دونوں کو سلطان احمد تاج الاصفیاء شیخ احمد کھتو ..... کی خدمت میں لائے اور گویا ہوئے کہ حضور، ان دونوں کے علاوہ دیگر کوئی ان صفات مطلوبہ سے متصف احمد نامی نہیں ہے۔ شیخ احمد کھتو نے ارشاد فرمایا'' تیسرا احمد میں ہوں۔'' سلطان نے انتہائی ادب و احترام بجالاتے ہوئے شیخ احمد کھتو سے ارشاد فرمایا، حضور چوتھا احمد میں ہوں کہ مجھ سے بھی عصر کی سنتِ غیر مؤکدہ فوت نہ ہوئی ہے۔

آخر کار چاروں احمد نامی اولیائے کرام (شیخ احمد مغربی، سلطان احمد، ملک احمد، قاضی احمد .....) سابر متی ندی کے کنارے جمع ہوئے جس جگہ خضر نے نشاندہی کی تھی۔ ۷ ذیقعدہ ۸۱۳ھ کو شہر معظم احمد آباد کی بنیاد ڈوری کھینچ کر رکھی اور ۳۶۰ پورے جو قصبہ کلاں کے برابر تھے، بنائے گئے اور دیوارِ حصار کی غایت استحکام سے بنیاد رکھی گئی۔ جب قلعۂ شہر قدِ آدم کے برابر ہوا، اچانک جڑ سے اکھڑ گیا۔ سلطان احمد اس واقعہ سے انتہائی برہم ہوئے اور تاج الاصفیاء شیخ احمد کھتو کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ شیخ احمد کھتو بذاتِ خود وہاں پہنچ کر متوجہ ہوئے عین توجہ خاص میں ایک جوگی شخص کی صورت حاضر ہوئی اور جوگی نے عرض کیا کہ میرا نام مانک جوگی ہے اور یہ مقام میرا ہے اور آپ چاروں نے اپنے نام پر اس شہر کی بنیاد ڈالی ہے۔ جب تک میرا نام اس شہر کے نام میں داخل نہ کیا جائے گا قلعہ کی دیوار کھڑی نہ ہوگی۔ پس شیخ احمد کھتو نے اس کی اس التجا کو سن کر ارشاد فرمایا کہ ایک محلے کا نام میں نے ''مانک جوگ'' رکھا اور پھر دوبارہ شہر کی تعمیر شروع ہوئی اور تمام و کمال کو پہنچی اور احمد آباد شہر آباد ہوا۔[۱]

شہر معظم احمد آباد کی تعمیر کا آغاز ذیقعدہ ۸۱۳ھ مطابق ۱۴۱۱ء میں ہوا اور اختتام

---

[۱] خلاصۂ خزینۃ الاصفیا، ص ۹۵۸، ۹۵۷، از مفتی غلام سرور لاہوری

۸۱۶ھ مطابق ۱۴۱۴ء میں ہوا۔ شیخ المشائخ احمد کھٹو مغربی نے اس کا ایک سرا پکڑ کر مغرب کی طرف کھینچا اور سلطان احمد نے دوسرا سرا پکڑ کر مشرق کی طرف کھینچا۔ اسی طرح شمال و جنوب میں ایک سرا قاضی احمد نے اور دوسرا سرا ملک احمد نے پکڑ کر کھینچا۔[۱]

مرأۃ احمدی کے خاتمے سے مزید یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلعۂ احمد آباد کی تعمیر میں بارہ بابا اور بھی شریک تھے جو خدا ترس اور اہل اللہ میں سے تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: (۱) بابا خوجو (۲) بابا لارو (۳) بابا کرامت (۴) بابا علی شیر (۵) بابا محمود (۶) بابا توکل (۷) بابا لولوئ (۸) بابا احمد ہنگوری (۹) بابا لدھا (۱۰) بابا دھوکل (۱۱) بابا سیاح (۱۲) بابا کمال کرمانی۔ اوّل الذکر تینوں بزرگ دھولقہ میں مدفون ہیں اور مزارات پر کافی لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

بابا علی شیر اور بابا محمود کا مزار سرخیز میں ہے۔ بابا علی شیر صاحب وجد و حال تھے اور شیخ المشائخ حضرت احمد گنج بخش مغربی کے ساتھ کافی عقیدت و محبت رکھتے تھے اکثر آپ برہنہ رہتے تھے حضرت شیخ احمد کھٹو علیہ الرحمہ جب ملاقات کے لئے آپ کے پاس تشریف لاتے تھے تو آپ ارشاد فرماتے تھے "لوگروں لاؤ شرع ناکوت آوے" یعنی کپڑا لاؤ کہ شریعت

---

۱ مرأت سکندری ص ۴۴ سکندر ابن احمد

۲ ایضاً تحفۃ المجالس، مجلس ۴۹، ص ۸۳ تا ۹۱ از محمود بن سعید ایرجی

کے حصار آرہے ہیں۔ آپ کا مزار سرخیز لب روڈ ہے اور مزار سے متصل ایک شاندار مسجد بھی ہے۔ اور بابا محمود کا مزار پر انوار بھی حضرت بابا علی شیر کی درگاہ سے متصل دکھن جانب کھلی جگہ میں ہے اوپر ایک لکڑی کا بنایا ہوا شامیانہ ہے۔ احقر نے زیارت کی سعادت حاصل کی ہے۔ تعمیر و مرمّت کی اشد ضرورت ہے روضہ کمیٹی کے ممبران اور اہلِ خیر حضرات توجہ دیں تو انشاء اللہ تعمیری کام بحسن خوبی انجام پا سکتا ہے۔

بابا توکّل: آپ کا مزار پر انوار نصیر آباد میں ہے۔

بابا لولوئ: آپ کو بابو محمّد بھی کہا جاتا تھا۔ منجھوری میں مدفون ہیں۔ بابا لولوئ کے مزار اقدس پر راقم الحروف ۲۵ جمادی الثانی بعد نماز عصر مطابق ۸ نومبر ۱۹۹٦ء پہونچا۔ آپ کے اعزاز میں متصل مغرب جانب شاہی مسجد بھی ہے، نقش و نگار اور پھول کی پتیاں شمال و جنوب میں بڑے ہی حسین انداز میں تراشے گئے ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں سیلاب کی وجہ سے مسجد میں کافی نقصان ہوا تھا اور دیوار میں بھی دراڑ سے طویل شگاف پڑ چکا تھا۔ مگر آثارِ قدیم کے تحت اس کی مرمّت ہو گئی اور نقصان کی تلافی ہو گئی، قدیم طرز تعمیر سے محراب و ممبر میں بھی نقاشی کی گئی جو قابلِ دید ہے، اندرون مسجد کتبہ تلاش کیا مگر نہ مل سکا اور تعمیر کا سنہ معلوم نہ ہو سکا شاید کتبہ مسجد حوادثِ زمانہ کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔

جناب عرفان الدین صاحب جو متولی ہیں ابھی ان کی عمر تقریباً ۸۰ سال کی ہے اس مسجد و مزار کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں اور موصوف کی محنت و مشقت سے کافی درستگی و اصلاح بھی ہوئی ہے۔ بابا لولوئ کے مزار پر انوار میں حاضری و فاتحہ خوانی کے بعد ایک روحانی کیف و سرور ملتا ہے اور پھر کیوں نہ ہو اس لئے کہ آپ کو سلطان الفقراء حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سے خرقہ خلافت

حاصل ہے اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی سے ارادت۔ ان دونوں بزرگوں کے الطاف وعنایات نے آپ کو گوہر آبدار بنادیا ہے اور فقر وغنا کی اعلیٰ منزلوں سے ہمکنار فرمایا ہے۔ حضرت بابا لولوئی کا عرس مبارک ۹ صفر المظفر کو ہوتا ہے اور زیارت وفیضیابی کے لیے معتقدین کا ایک عظیم قافلہ حاضر ہوتا ہے۔

منجھوری: قدیم نام ہے، احمد آباد کے کیلیکو مل کے پیچھے سابر متی ندی کے کنارے مسجد ومزار واقع ہے۔

بابا احمد ہنگوری: احمد آباد کے خاص بازار میں الیف کی مسجد کے سامنے آپکا قیام رہتا تھا، سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سے بالواسطہ آپکو خرقہ ادارت ملا۔ خاص بازار سے متصل الیف کی مسجد سے مشرقی جانب آپکا مزار پر انوار ہے، زائرین کافی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔

بابالدھا: احمد آباد حلیم کی کھڑکی کے قریب آپ کا مزار ہے۔

بابادھوکل: آپ کا مزار شہر احمد آباد کی مشہور جگہ دہلی دروازہ اور شاہ پور دروازہ کے درمیان واقع ہے۔

باباسیاح: آپکا مزار احمد آباد کے کچھ فاصلے پرویرمگام پرگنہ میں واقع ہے۔

باباکمال کرمانی: احمد آباد کے محلہ بہرام پور میں مینار والی مسجد سے متصل آپ کا مزار ہے، آپکو حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سے خرقۂ ارادت حاصل تھا۔

بابادھوکل بابا توکل کے مرید ہیں اور بابا توکل خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے مرید ہیں۔ حضرت شاہ ولایت جو دھولقہ میں مدفون ہیں حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ ہیں، حضرت محبوب الٰہی نے شاہ ولایت کو خصوصی طور پر گجرات کے

علاقے میں روانہ فرمایا۔

مذکورہ بزرگوں، باباؤں میں سے اکثر حضرت شاہ ولایت کے ہمراہی تھے اور یہ حضرات ظفر خاں مظفر شاہ اوّل کے عہد حکومت میں گجرات آئے تھے۔ چونکہ ایک دوسرے کے ہم وطن تھے اسلئے ایک دوسرے کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آتے تھے اور انہوں نے ان کو جگہ بھی دی اور اخیر عمر تک وہ یہیں رہے اور یہیں انتقال کیا۔ ۱؎

۸۱۳ھ میں اس شہر احمد آباد کی بنیاد چار محمود العاقبت احمد نامی بزرگوں اور بارہ باباؤں نے رکھی اور ۸۱۵ھ میں تین سال کی مدّت میں قلعہ تعمیر کیا گیا۔ جس کے بارہ دروازے تھے۔

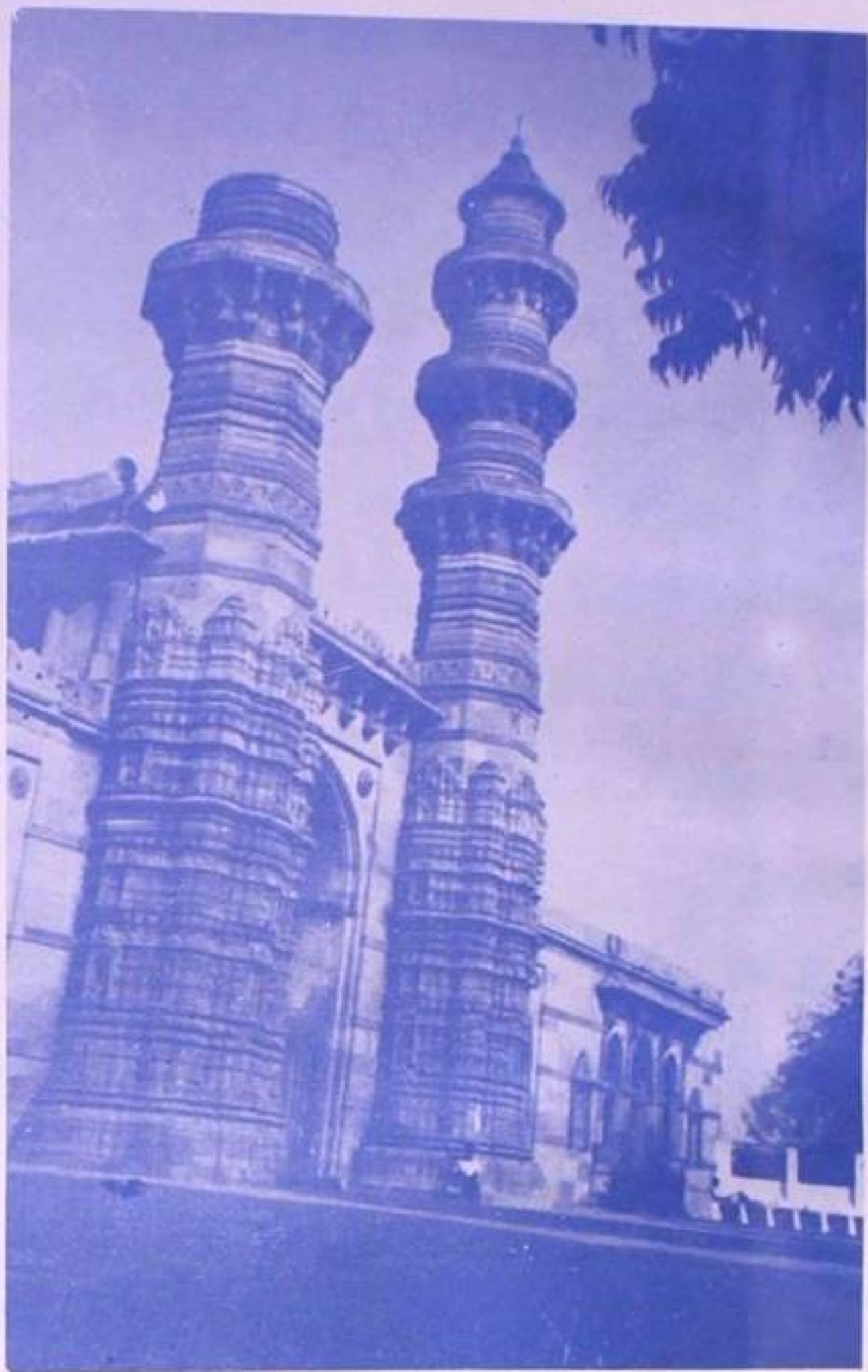
دروازوں کے نام: (۱) سارنگ پور دروازہ (۲) کالوپور دروازہ (۳) استوڈیہ دروازہ جو دروازۂ بند اور دروازۂ رائے پور کے درمیان ہے اور یہ دروازے مشرقی جانب واقع ہیں۔ (۴) خانپور دروازہ (۵) رائے کھڑ دروازہ (۶) خانجہاں دروازہ جو مغربی جانب واقع ہے۔ (۷) شاہ پور دروازہ (۸) ایڈریہ دروازہ جس کو دہلی دروازہ بھی کہتے ہیں اور اسی نام سے مشہور ہے۔ (۹) دریاپور دروازہ، یہ دروازے شمالی جانب واقع ہیں (۱۰) جمالپور دروازہ (۱۱) بنداور دروازہ (۱۲) رائے پور دروازہ جو جنوبی طرف واقع ہیں۔ غرضکہ اس شہر احمد آباد میں ۷ اچکلے اور ۸۰ راستے اور ۳۶۰ پورے آباد ہیں، جن میں ہر پورہ ایک بڑا محلّہ تھا اور آج بھی ہے۔ ہر پورے میں سلاطینِ گجرات نے ایک ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ ۲؎

۱؎ خاتمہ مرأت احمدی ص ۹۲

۲؎ تحفۃ الکرام جلد ۱، ص ۳ تا ۵



تصویر شاہی جامع مسجد احمد آباد
سلطان احمد شاہ نے جس کی بنیاد بذات خود رکھی، جن کی مقبول عبادت کے ابھرے ہوئے
نقوش آج بھی پتھر پہ نقش ہیں



تصویر جھولتا منارہ گومتی پور احمد آباد
جس منارے کے جھولنے کا راز آج بھی سائنس والوں کو نہ ملا۔ اور تراشے ہوئے
پتھروں کی پتیوں کے نقوش آج بھی دنیا کے فنکاروں کو دعوتِ نظارہ ہے

مساجد: میر علی شیر قانع تحفۃ الکرام میں لکھتے ہیں کہ سلاطین و امرائے گجرات النّاسُ علی دینِ ملوکہم کے مقولے کے تحت دین اسلام اور شریعت متین کی ترویج و اشاعت میں مصروف تھے اور ان سلاطین نے دور دور سے پتھر منگوا کر عالیشان مسجدیں بنوائیں اور ایسی طرز تعمیر دی کہ ستون، کشادگی اور دیگر خوبیوں میں ممتاز ہو گئیں۔ بعض مساجد سلاطین و امراء کے نام اور بعض ان کی اولاد و ازواج کے نام منسوب کی گئیں اور وہ موجود ہیں۔ ۴۵۰ سنگِ خارا کی مساجد ان حضرات نے تعمیر کرائیں اور بعض روایات کے مطابق ۵۰۰ مساجد تعمیر کرائیں۔ اور لکھتے ہیں کہ بلند مینار والی مسجد ایک اندرون شہر اور ایک بیرون شہر واقع ہے۔

"و منارہائے رفیعہ اندرون و بیرون بلدہ واقع است"۔ ا

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بلند مینار والی مسجدیں جنہیں جھولتا منارہ بھی کہا جاتا ہے، شہر احمد آباد میں دو ہیں۔ ایک اندرونِ شہر جو کالوپور ریلوے اسٹیشن سے متصل ہے جس میں بلند منارے ہیں اور ایک جو بیرونِ شہر واقع ہے۔

اب ہم یہاں غلام انصاری صاحب کی من و عن رپورٹ پیش کرتے ہیں جو آثار قدیمہ کی عدم توجہی کا شکار ہے۔

احمد آباد کی دیگر خصوصیتوں کے علاوہ احمد آباد کے دو "جھولتے منارے" بھی احمد آباد کی سیر کرنے والے ہر فرد کے لئے ہمیشہ توجہ اور حیرت و استعجاب کا مرکز رہے ہیں، کیوں کہ احمد آباد ریلوے اسٹیشن کے قریب سارنگ پور علاقے میں واقع سیدی بشیر کا جھولتا منارہ اور راجپور گومتی پور میں واقع بی بی جی کی مسجد کے جھولتے منارہ کی اہم

ا تحفۃ الکرام جلد ا ص ٦

خصوصیت یہ ہے کہ کسی بھی ایک مینارے پر چڑھ کر آپ اسے ہلائیں گے تو دوسرا مینارہ بھی خود بخود ہلنے لگتا ہے، لیکن گزشتہ کئی برسوں سے ان میناروں کے ہلانے پر محکمہ آثارِ قدیمہ کی جانب سے پابندی عائد کردہ گئی ہے۔ آج یہ مینارے صرف قریب سے ہی دیکھے جاسکتے ہیں۔ ساتھ ہی محکمہ آثارِ قدیمہ کے ذمہ دار افسران کا یہ کہنا ہے کہ یہ مینارے عرصۂ دراز تک قائم و دائم رہیں اس لئے ان کے ہلانے پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔

دوسری طرف راجپور گومتی پور جھولتا مینارے والی بی بی جی کی مسجد کو جگہ جگہ نقصان پہنچا ہوا دکھائی دیتا ہے، مسجد کے گنبدوں کے پلاسٹر اور ان کی اوپری سطح کئی جگہوں سے ٹوٹ چکی ہیں، اس کی دیواروں، کھڑکیوں کی حالت بھی قابل مرمت ہے۔ اس کے مینارے اور ان کے اطراف کی کئی بے مثال نقاشی کے پتھر جگہ جگہ سے ٹوٹ کر بکھر چکے ہیں۔ محکمہ آثارِ قدیمہ اس قیمتی تاریخی عمارت کے تئیں بالکل بے فکر دکھائی دیتا ہے۔ راجپور گومتی پور کی بی بی جی کی مسجد کے جھولتے میناروں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انگریز سلطنت کے دوران میناروں کی فنی خوبیوں پر یقین نہ کرتے ہوئے اس کے بائیں مینارے کو آدھا گرا کر انگریز افسروں نے یہ جاننے کی کوشش کی تھی کہ یہ ہلتا کیسے ہے؟ آخر ان پتھروں میں ایسی کون سی خوبیاں ہیں جو ایک مینارے کو ہلانے پر دوسرا خود بخود ہلنے لگتا ہے؟ لیکن ناکام کوشش کے بعد جب انگریز افسروں نے اسے مکمل کرادینے کی بات کی تو اس وقت کے بزرگوں نے ان کی تجویز یہ کہہ کر مسترد کردی کہ آپ نے اس مینارے کو شک کی بناء پر توڑا ہے اب اسے ادھورا ہی رہنے دیجیئے تاکہ اس پر ٹوٹے ستم کی یاد ہمیشہ تازہ رہے اور یہ آج تک ایسا ہی ہے۔ ویسے میناروں کے ہلنے جھولنے کا اصل راز صرف خدا کو ہی معلوم ہے، پھر بھی ان کے متعلق ایک عام رائے یہ ہے کہ شاید یہ سنگ لرزاں کے ہیں۔ آتش فشاں پہاڑ پارہ کے سبب اکثر زلزلہ آیا کرتا تھا اس لئے

ایسے مینار تعمیر کئے گئے تاکہ زلزلوں کا ان پر اثر نہ ہو۔ ؎

راقم السطور اس بی بی جی کی مسجد جھولتا مینارہ میں تقریباً چار سال سے جمعہ و عیدین میں وعظ و تقریر کے لئے جاتا ہے اور تا حال اصلاح و تبلیغِ سنت میں مصروف ہے، چار سال پیشتر عالی جناب شبیّر بھائی مرحوم اور شیخ ابراہیم بھائی دارُالعلوم میں آئے تھے اور مجھے اس خدمت کیلئے اصرار کیا۔ بندہ اس دینی آرزو کو قبول کرتے ہوئے، اور اسے تحفۂ آخرت سمجھتے ہوئے ہنوز اس خدمت کو انجام دیتا ہے، اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازے۔ اس مسجد کی انتظامیہ کمیٹی بڑی ہی محرک اور فعال ہے اور مصلّیانِ مسجد کی گرمجوشی بھی قابل داد ہے۔ حوض کی تعمیر و توسیع کیلئے ہزاروں روپے کی ضرورت در پیش ہوئی مگر صرف تین جمعہ کا اعلان اس عظیم کام کیلئے کافی ہو گیا اور کام انجام کو پہنچا، جمعہ میں دو سے ڈھائی ہزار نمازی قرب و جوار سے آتے ہیں اور عیدین میں تقریباً دس ہزار نمازی نماز پڑھتے ہیں اور اپنی اسلامی و دینی حمیت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

بزرگانِ دین کے وصال کی تاریخ میں جشن کا بھی پروگرام رکھا جاتا ہے۔ خاص کر ۱۲ ربیع الاول شریف میں عید میلاد النبی ﷺ اور جشن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور جشن رضا نہایت پابندی سے منایا جاتا ہے۔ حاضرین کا ایک لا تعداد مجمع شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کرتا ہے۔

قدر شناسی سے بعید ہے اگر اس موقع پر وہاں کی انتظامیہ کمیٹی اور خاص کر عالی جناب شیخ ابراہیم بھائی اور عبد الحلیم بھائی کو یاد نہ کیا جائے جن حضرات نے مالی و عملی قربانیاں پیش کی ہیں اور ایک پراگندہ ماحول کو دینی خوشگوار ماحول میں بدلنے کے لئے

؎ ہفت روزہ نئی دنیا ۸ تا ۱۴ جولائی ۱۹۹۷ء ص ۹، ۱۰

سعی بلیغ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور دین و دنیا کی سعادتوں سے انہیں مالا مال فرمائے۔ آمین

شہر احمد آباد کی تاریخی و شاہی مساجدیں، سیدی سعید کی مسجد جو جالی دار نقوش سے مزین ہے، رانی سیری کی مسجد، رانی روپ متی مسجد، حضرت شاہ عالم خانقاہ کی پر کیف مسجد، حضرت شیخ مغربی کی خانقاہ کی سر خیز جامع مسجد، اور جامع مسجد قدیم و جدید مشہور و معروف ہیں، سیاحین آتے ہیں اور سنگ تراشی کے اس عظیم کارنامے کو دیکھ کر سلاطین و امرائے گجرات کو دعائیں دیتے ہیں اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

الغرض بحر و بر کے مسافر اس بات پر متفق ہیں کہ روئے زمین پر کوئی دوسرا شہر احمد آباد کے علاوہ دلکشی و زیبائی میں نہیں پایا جاتا، بعض شہر آبادی لے لحاظ سے اس شہر پر سبقت لے جا سکتے ہیں، مگر بناوٹ اور حسن و خوبی کا حسین امتزاج جو اس شہر میں ہے دوسرے میں موجود نہیں ہے۔[1]

احمد آباد ست کانِ ایز دنیا وردہ چنیں

در حدود دہر زیرِ چرخ بر روئے زمیں

مہر و ماہ گردوں نشیں غیر از دو در گیتی نتافت

ہر طرف در وی بہ بیں صد مہر و ماہ گردوں نشیں

---

[1] خلاصہ مرأتِ سکندری ص ۳۰

ترجمہ: احمد آباد ایسا ہے کہ خدا نے حدود زمانہ میں اس آسمان کے نیچے روئے زمین پر ایسا شہر پیدا نہیں کیا، سورج و چاند جو آسمان پر ہیں ان دو کے سواد نیا میں کوئی نہیں چمکا اور اس میں دیکھو کہ سیکڑوں سورج اور چاند آباد ہیں۔ [1] اور یہ بالکل سچ ہے کہ سیکڑوں آفتاب ولایت و معرفت کی چمک اس شہر میں موجود ہے، جن کی ضیاء صرف ظاہر پر ہی نہیں بلکہ قلب و جگر کی اتاہ گہرائیوں میں بھی پہنچتی ہے۔ جہاں دیکھو، جس محلہ و علاقہ میں دیکھو ہر جگہ ان آفتاب و مہتاب کے در پہ ہزاروں افراد روشنی و فیضیابی کے لئے کاسۂ گدائی لے کر کھڑے ہیں اور ان سورج و چاند کی فیاضی بھی کتنی وسیع ہے کہ ہر مکتبۂ فکر کے لوگ آتے ہیں اور سب کی جھولی بھری جاتی ہے۔

آیئے دیکھیں، وہ دیکھئے کتنا پر کیف نظارہ ہے، کتنی دلکشی ہے کون ہیں! ارے ہاں یہ تو ساداتِ بخاریہ و خانوادۂ بخاریہ کے سورج ہیں، جنہیں شاہ عالم کہا جاتا ہے۔ یقیناً شاہ عالم ہیں جو ہر آنے والے کی جھولی بھرتے ہیں۔ آگے بڑھیں دیکھتے چلیں۔۔ وہ نظر آیا، ارے کون ہیں؟ ہاں ہاں یہ وہی سورج ہیں جن کی روشنی رعایا مملکت کو ہی نہیں بلکہ بادشاہِ وقت کو بھی ملی، ارے یہ وہ ہیں جن کی انقلابی زبان سے بے جان پتھروں میں بھی انقلاب آگیا، لوہا ہے، لکڑ ہے، پتھر ہے، خدا جانے کیا ہے؟ اور آج تک نکتہ رسوں، سائنسدانوں سے کھل نہ سکا۔ آخر کہنا پڑا خدا جانے کیا ہے؟ ہاں ہاں انہیں ہی قطب عالم کہا جاتا ہے۔ آگے بڑھیں اور دیکھیں وہ دیکھئے کتنا حسین منظر ہے، کتنی کشش ہے،



---

[1] خلاصہ مرأت سکندری ص ۳۲

ارے کون ہیں! ہاں ہاں یہی شیخ مغربی کے سورج ہیں جن کی روشنی صرف ہند ہی میں نہیں بلکہ بیرون ہند میں بھی پھیلی، ارے وہ دیکھو قبر کی گہرائیوں میں بھی پہنچی۔ کیا ہوا؟ ارے! مردوں کو زندگی مل گئی، دیکھو وہ مردے ان کے ساتھ چلنے لگے! آگے بڑھیں دیکھتے چلیں۔۔ ارے وہ گنبد نظر آیا۔ یہ کون ہیں؟ ہاں ہاں ٹھہرو یہی شاہ علوی ہیں، تھکے ہوئے ہو، گرمی ہے، پانی پیو۔۔ کون سا پانی۔۔ ارے حوض کا پیو تو علم وادب سے منور ہو جاؤ اور اگر امراض سے شفایابی کے لئے پیو تو آؤ اسی در میں وہ پانی بھی ملے گا جس کو دنیا آبِ زمزم کہتی ہے، پیو اسے بھی پیو، موت کے علاوہ ساری بیماریوں کیلئے شفا ہے۔ ارے او نا سمجھ! زمزم احمد آباد میں کیسے؟۔۔ مکہ والے سے مدینہ والے سے نسبت کی بناء پر، یہی تصرف ہے، اختیار ہے، قدرت ہے، طاقت ہے جسے تم بھی کرامت کہتے ہو۔۔ ارے آگے آؤ، وسط شہر میں دیکھو وہ ہرا گنبد کن کا ہے؟ کون ہیں؟۔۔ ارے ٹھہرو! یہ سورج ہیں ولایت و معرفت کے، عشق و محبت کے۔ ارے یہی تو شاہ علی جی گام دھنی ہیں۔۔ ہاں ہاں انہی پر سیّد احمد کبیر کی خاص نظر ہے۔۔ کون ہیں؟ بس اتنا سمجھ لو معشوق اللہ ہیں، بھلا جس بندے پر خدا کو پیار آجائے، رب کو جس بندے سے عشق ہو اس کا مرتبہ ہم نہیں پہچان سکتے۔ آیئے ورق پلٹتے چلیں اور پڑھتے چلیں۔ سوانح، خدمات، علمی کارنامے تصرفات، کرامات۔۔ اور اپنے قلب وروح کو سکون پہنچائیں۔



مخدوم شیخ احمد مغربی سرخیزی

علیہ الرحمۃ والرضوان

ولادت : ۷۳۸ھ بعہد سلطان محمد تغلق دہلی میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی ا۔ آپ ایک مہذب اور خوش حال خاندان کے چشم وچراغ تھے آپکا دولتکدہ دہلی میں چور باغ کے قریب تھا۔

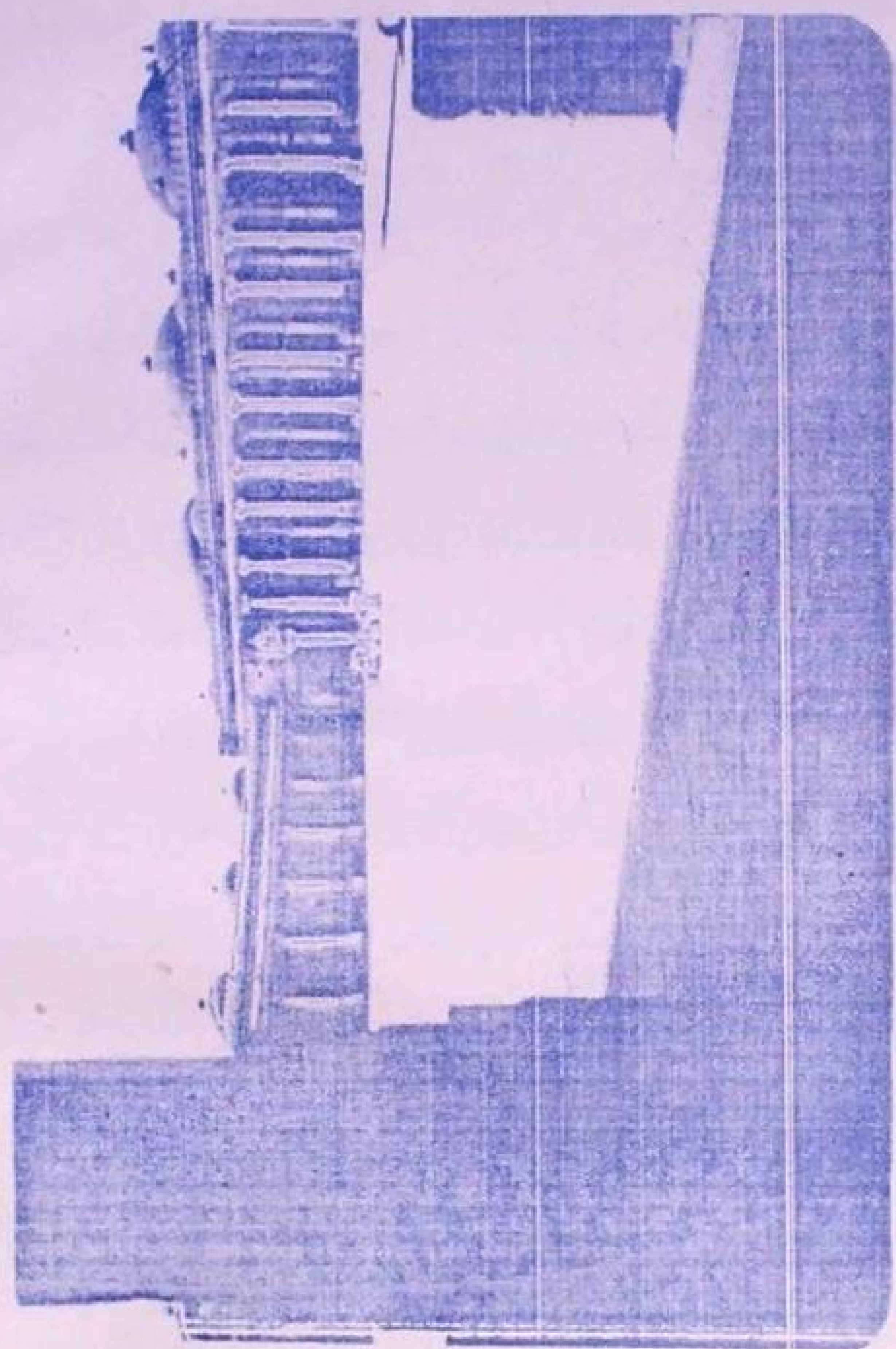
نام : ملک نصیر الدین اہل خاندان نے آپکا نام رکھا۔ آپکے دو بھائی اور تھے، یہ سب سے چھوٹے تھے، ان کو کھلانے، نہلانے، اور سیر کرانے کیلئے ایک دایہ مقرر تھی جو روزانہ ہواخوری کیلئے باہر لے جاتی اور پھر واپس لاتی۔ حسب معمول جب آپ کی عمر شریف چار سال کی تھی دایہ شام کے وقت ہواخوری کیلئے باہر نکلی، اس وقت ایک ایسی سخت آندھی چلی کہ مخلوق حیران وپریشان ہوگئی۔ اور ہر کوئی اپنی جان بچانے کی فکر میں لگا رہا اور دہلی میں سخت تاریکی پھیل گئی اور اس تاریکی میں حضرت شیخ احمد کھتو مغربی دایہ کے ہاتھ سے کھوگئے اور دوسری جگہ شہر دہلی کے مضافات میں پہنچ گئے۔ دایہ بھی جان بچانے کیلئے کسی گلی میں گھسی اور گلی در گلی اس پریشانی کے عالم میں شہر دہلی کے کنارے پہنچ گئی۔ اتفاقاً وہاں تاجروں کا ایک قافلہ آیا ہوا تھا، دایہ بھی وہاں پہنچ گئی۔ لوگوں نے اسے پناہ دی اور تسلی وتشفی دے کر اسے مطمئن کیا یہ واقعہ ۷۴۲ء کا ہے۔ صبح کو یہ قافلہ دہلی سے روانہ ہوکر دیندوانہ پہنچا اور نجیب نامی ایک شخص نے آپکا حسن وجمال دیکھکر اپنا متبنیٰ بنا یا۔ بابا اسحاق مغربی علیہ الرحمۃ کو روحانی طور پر آپکی شکل وصورت بتادی گئی تھی۔

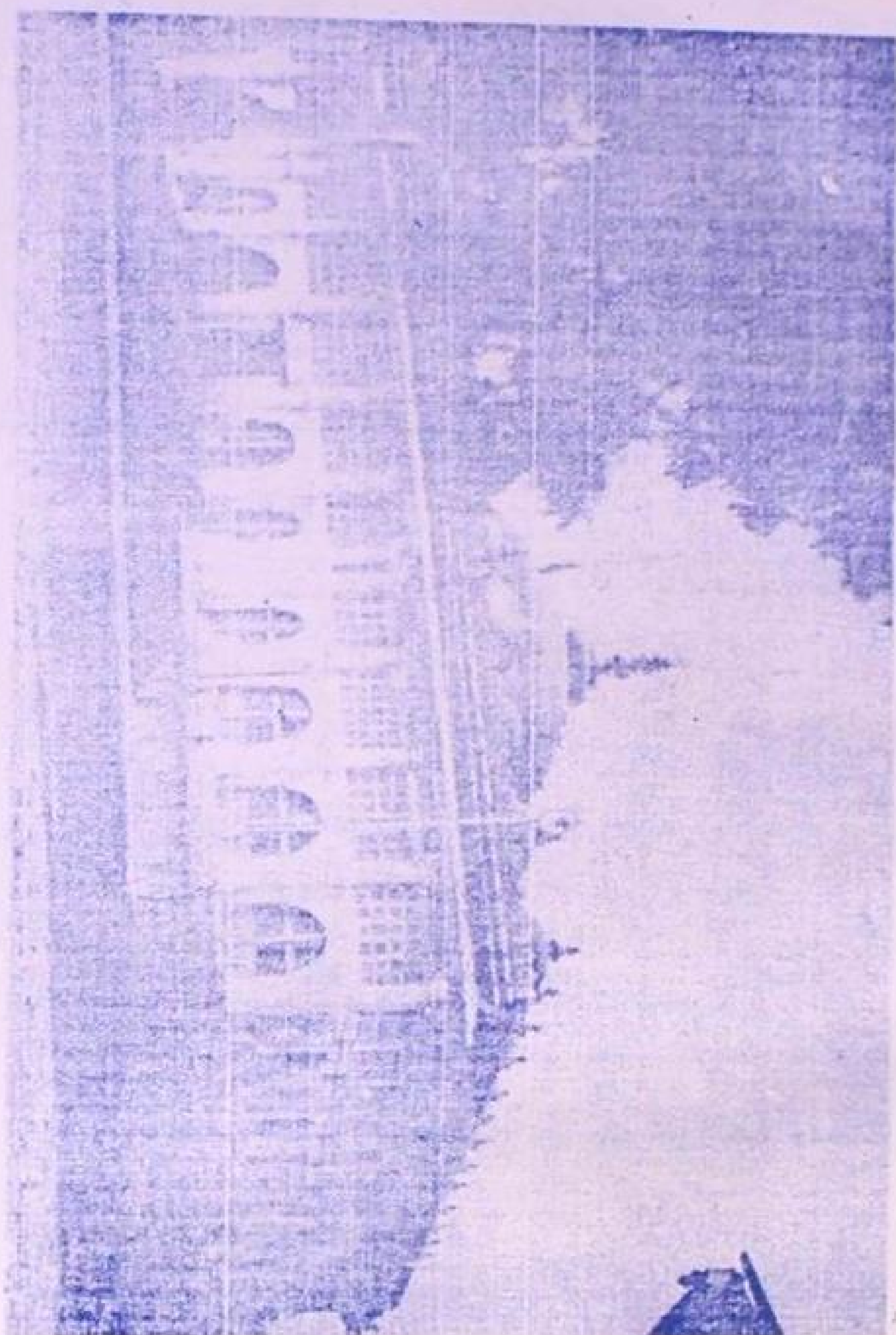
ا۔ آئینِ اکبری ص ۱۲۰

چنانچہ مولانا صدر الدین نواسۂ مولانا شباب الدین ہمدانی کے توسط سے آپ کھٹو پہنچ گئے اور حضرت بابا مغربی سے اکتساب فیض کرتے رہے جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے اس کی وضاحت ہو رہی ہے۔ ۱؎

پیر و مرشد کی عجیب کرامت : صاحبِ معارج الولایت تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت شیخ احمد مغربی سرخیزی کے پیر و مرشد بابا اسحاق مغربی میرٹھ کی طرف برائے سیاحت تشریف لے گئے اور دریائے جون جمنا کے کنارے توت کے درخت کے سائے میں اقامت گزیں ہوئے، چند روز وہاں قیام فرما کر یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ ایک دن مہیش نامی زنار جو میرٹھ کا دولت مند آدمی تھا حاضر ہوا۔ آپ کی شکل و شباہت کی نورانیت کو دیکھ کر مہیش نے اپنے دل کی سلگتی ہوئی آرزو کو آپ کے سامنے پیش کیا کیونکہ ان کی گود اولاد کی دولت سے خالی تھی۔ بابا اسحاق مغربی نے فرمایا، یاحیُّ یا قیومُ نام کی برکت سے تمہیں پانچ لڑکے نصیب ہوں گے مگر اس شرط کے ساتھ کہ بڑا لڑکا تم مجھے دے دو۔ انھوں نے قبول کیا۔ اس کے بعد بابا اسحاق مغربی خراسان کی طرف سیاحت کے لئے تشریف لے گئے اور سالہا سال عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ خراسان سے دہلی تشریف لائے اور پھر دہلی میں آپ کی آمد و لایت کا عظیم شہرہ ہوا اور خلقِ کثیر کی مرادیں بر آئیں۔ سکون و طمانیت کیلئے آپ دہلی سے روانہ ہو کر میرٹھ تشریف لے گئے اور اسی جگہ توت کے درخت کے سائے میں آپ نے قیام فرمایا اور اب وہ درخت خشک ہو چکا تھا مگر آپ کے قدمِ مبارک کی برکت سے بے جان

۱؎ خلاصہ از خزینۃ الاصفیا، ص ۹۵۴، ۹۵۵ از مفتی غلام سرور لاہوری





تصویر مزار حضرت شیخ احمد کھٹو مغربی
امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی میزبانی کی اور روضہ
رسول سے جنہیں عمامہ شریف عطا ہوا

درخت میں جان آگئی، خشک شاخوں میں ہریالی آگئی، یکایک پورا درخت لہلہاتا ہوا سبزہ زار بن گیا۔

ہمیشہ بادہ خواروں پر خدا کو مہرباں دیکھا

جہاں بیٹھے گھٹا اٹھی جہاں پہنچے بہار آئی

اس کرامت کی شہرت ہوا کے جھونکوں کی طرح پورے میرٹھ شہر میں گونجی اور لوگ جوق درجوق قریب ہو کر مستفیض ہوتے رہے۔ اسی درمیان مہیش زنار کو بھی خبر پہنچی وہ بھی حاضر بارگاہ ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے صدقے میں اللہ نے مجھے پانچ لڑکے عطا کیے، بابا اسحاق مغربی نے فرمایا کہ بڑے لڑکے کو مجھے دے دینا چاہیے۔ دوسرے دن مہیش نے شیخ کی دعوت کی اور بڑے لڑکے کو چھپا دیا اور ایک کنیز زادے کو کپڑے پہنا کر باقی چار بچوں کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ بعد قبول دعوت آپ اس کے گھر تشریف لے گئے اور بعد فراغت تمام آپ نے دریافت کیا کہ میرا لڑکا کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت یہ سامنے کھڑا ہے، بابا اسحاق نے فرمایا وہ تو گھر میں ہے، مہیش نے کہا اگر وہ گھر میں ہے تو طلب کر لیجیے چنانچہ بابا اسحاق مغربی نے بلند آواز سے بلایا "میرے لڑکے قوام الدین کس واسطے تو حجاب کرتا ہے؟ میرے قریب آؤ" بچہ حاضر جناب کہتا ہوا گھر سے نکل آیا اور حضرت کے قدموں سے لپٹ گیا۔ حضرت بابا اسحاق مغربی نے اسے اپنی فرزندی میں قبول کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ کھٹو لائے۔

کھٹو پہنچ کر اس کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہوئے۔ ۲۵ برس کی عمر میں اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ مگر قضا نے مہلت نہ دی، دنیائے فانی کو چھوڑ کر رحمت حق میں آپ پہنچ گئے۔

آج ان کی کل ہماری باری ہے ۔۔۔ موت سے کس کو رستگاری ہے

ان کی وفات سے شیخ اسحاق مغربی کے دل میں کافی صدمہ پہنچا اسلئے کہ آپ نے ان کی بڑی ناز و نعمت سے پرورش کی تھی اور ظاہری و باطنی اوصاف و کمالات سے بھی انہیں مزین کیا تھا۔ اسی غم واندوہ میں آپ اکثر متفکر رہا کرتے کہ اچانک ایک دن غیب سے آواز آئی "قوام الدین سے بہتر ایک لڑکا ہم نے تمہیں عطا کرنا چاہا ہے کہ تیرا سلسلہ اسی سے روشن ہوگا۔"[1] اس غیبی صدا سے آپ کے قلب پریشاں کو سکون حاصل ہوا اور دہلی میں اسی درمیان سخت طوفان آیا اور ملک نصیر الدین کو مولانا صدر الدین نواسۂ مولانا شہاب الدین نے نجیب نساج سے لے کر آپ کی بارگاہ میں پہنچایا، ہر چند نجیب نساج نے گریہ وزاری کی مگر مولانا نے اس کی ایک نہ سنی، کیونکہ بابا اسحاق مغربی نے تاکید کر دی تھی الہامی اعتبار سے اگر اس شکل و صورت کا بچہ ملے تو اسے لاؤ اور بعینہ بتائی ہوئی صورت کے مطابق ملک نصیر الدین کی صورت تھی۔ الغرض بابا اسحاق مغربی کی صحبت میں آپ مستقل رہنے لگے۔

القاب : بدر العارفین، سراج الصدیقین، قطب عالم، غوث الثقلین، امجد الاکابر، عجد الافاخر مخدوم شیخ احمد مغربی کھٹوی سرخیزی علیہ الرحمۃ [2]

خطاب : گنج گیر و گنج بخش، گنج کے معنی خزانے کے ہیں اور گیر پکڑنے والے، تو ما حصل خطاب یہ نکلا کہ آپ خزانے کو لینے والے اور عطا کرنے والے ہیں۔ اگر اس خطاب کا تاریخی پس منظر تلاش کیا جائے تو رازہائے سربستہ منکشف ہوتے ہیں۔

1۔ خلاصۂ از اخبار الاخیار و معارج الولایت

2۔ تحفۃ المجالس ص ا

وجہ خطاب : ''حضرت شیخ احمد مغربی سرخیز ی علیہ الرحمۃ کے القاب گنج گیر اور گنجبخش ہیں۔ ۷۵۱ھ میں جب خرقۂ محبوبیت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ اس نعمتِ عظمہ پر قبضہ پانے کی وجہ کہ آپ کا خطاب گنج گیر ہوا اور وہ خرقہ مبارک ۸۰ راسّی سال تک آپ کے پاس امانت رہا پھر اسّی سال بعد جب وہ امانت بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۸۳۱ھ کو آپ نے حضرت سیّد محمد سراج الدین شاہ عالم محبوب باری علیہ الرحمۃ کو عطا فرمائی تو اس تاریخ سے گنج بخش لقب و خطاب سے آپ مشہور ہوئے۔ ۱؎

کفالت : آپکی کفالت حضرت بابا اسحاق مغربی نے چار سال کی عمر سے شروع کی، الہام غیبی کے مطابق جب آپ کا حلیہ سامنے آیا تو آپ نے تعلیم تربیت، اخلاق آداب، شفقت و محبت کے ساتھ مکمل طور سے پورا کیا، ایسی دلآویز تربیت کی گئی کہ سیرت کے جملہ محاسن وخوبیوں کا جامع بنادیا جیسا کہ آپ کے ملفوظ سے پتہ چلتا ہے، فرماتے ہیں۔۔

''جب بابو اسحاق کو خبر ہوئی کہ بندگیٔ مخدوم کو مولانا صدرالدین نجیب لنساج سے لیکر کھٹو آرہے ہیں، استقبال کیلئے نکلے، چنانچہ الہام الٰہی میں جو صورت و حلیہ بتایا گیا تھا بعینہ ایسا ہی پایا، بندگیٔ مخدوم (یعنی احمد مغربی) کو بغل میں پیار سے لیتے ہوئے اپنے گھر میں لائے، شیخ احمد نام رکھا اس وقت میری عمر چار سال کے قریب تھی اور بابا اسحاق مغربی کی عمر اکیاسی ر۸۱ سال تھی کوئی بھی بادشاہ اور کوئی بھی صاحب خانہ اپنے بچّے کی اس طرح پرورش نہیں کرتا اور کھانے پینے کی چیزوں میں بھی پورا پورا دھیان رکھا جاتا تھا۔'' ۲؎

۱؎ صد حکایات فارسی قلمی ص ۷۳ حکایت نمبر ۲۲

۲؎ مرقاۃ الوصول الی اللہ والرسول قلمی باب اول ص ۱۱ از مولانا قاسم

اسی ملفوظ کے پیش نظر یہ مترشح ہوتا ہے کہ ایک شفیق باپ سے زیادہ آپکے مرشد برحق نے آپکی پرورش کی اور نازو نعم کی ساری چیزوں کا خیال رکھا گیا۔ لاڈ اور پیار کا عالم یہ تھا کہ آپکی دلچسپی کی چیزیں فراہم کرنے میں بابا اسحاق مغربی نے کوئی کسر نہ رکھی، چنانچہ ایک بکری بھی پال رکھی تھی جس کے ساتھ یہ کھیلتے اور اس کا دودھ پیتے۔ بابا اسحاق خوش اسلوبی سے ان کی تربیت بھی کرتے جیسا کہ اس واقع سے ظاہر ہوتا ہے۔

۷۲۲ھ میں مولانا عبداللہ خراسان سے ہندوستان تشریف لائے وہ کتابوں کے اس قدر دلدادہ تھے کہ سفر میں بھی ایک دو اونٹ کتابیں لئے پھرتے تھے۔ ان کو جب بابا اسحاق کے قیام کی جگہ معلوم ہوئی تو وہ کھٹو بھی اس سے ملاقات کیلئے آئے چونکہ وہ بغیر اطلاع اچانک آئے تھے اس لئے سامانِ ضیافت کا کچھ انتظام نہ کیا تھا مجبوراً اس بکری کو ذبح کردینا چاہا لیکن احمد کے ملال کا اندیشہ تھا اسلئے ان سے اجازت مانگی، عمر اس وقت سات آٹھ برس کی تھی مگر خلاف توقع بڑی فیاضی سے کہا کہ مہمان کیلئے بکری کیا چیز ہے خود مجھے ذبح کردو تو عذر نہ ہوگا۔

اس اخلاقی تعلیم کے نمونہ کے بعد اب علمی حالت کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے کہ مولانا عبداللہ نے جب کھانے سے فراغت پائی تو بابا اسحاق نے بلند آواز سے کہا کہ اولیاء انبیاء کا عابدوں اور زاہدوں کا اس نعمت کیلئے شکریہ ادا کرتا ہوں، مولانا فوراً معترض ہوئے کہ بابا پہلے انبیاء پھر اولیاء کہو کیوں کہ نبی کا درجہ ولی سے زیادہ ہے۔ بابا اسحاق نے شیخ کو طلب کیا، جب سامنے آئے تو یہی اعتراض ان کے سامنے بیان کیا گیا، تھوڑے غور و فکر کے بعد فوراً آپ نے جواب دیا کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے (جو اعلیٰ سے ادنیٰ کی

طرف رجوع سے زیادہ بہتر ہے) مولانا اس جواب سے اس قدر خوش ہوئے کہ اٹھ کر گلے لگالیا۔[1]

اسی اعلیٰ شفقت و محبت کا نتیجہ تھا کہ جب بھائی نے آپ کو بابا اسحاق مغربی کو چھوڑ کر اپنے والدین کے پاس لے جانا چاہا تو آپنے بالکل انکار فرمادیا۔ ۵۰ ۷ ء کا واقعہ ہے کہ جب آپ کی عمر بارہ سال کی تھی تو فرماتے ہیں۔۔ ''بابا اسحاق مغربی مجھے پیران طریقت کی زیارت کیلئے دہلی لے آئے، ایک دن چور باغ پہنچ کر وہ عبادت میں مشغول ہوگئے، میری عمر تقریباً بارہ سال کی تھی، میں باغ کی طرف سیر و تفریح کیلئے گیا، اچانک ایک گھر سے ایک جوان نکلا، عمدہ لباس پہنے ہوئے اور تیغ آبدار اپنے ہاتھ میں، کمر میں پٹکا باندھے ہوئے (یعنی فوجی لباس میں، اسلئے کہ آپ کے آباء واجداد شاہانِ دہلی کی فوج میں اونچے عہدے پر فائز تھے) اس نے مجھ کو کہا ملک نصیر الدین تو میرا بھائی ہے، ایک بھائی دوسرا بھی ہے، ماں اور باپ ابھی تک باحیات ہیں، چند سال ہوئے کہ والدین کا جگر تیرے فراق کی وجہ سے چھلنی ہو چکا ہے ہمارے گھر میں آؤ۔ میں اسے چھوڑ کر بابا اسحاق کی خدمت میں آیا وہ بھی بابا اسحاق کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یہ بچّہ میرا بھائی ہے، اس دلیل کی بناء پر کہ اس کے شانہ میں سرخ نشان ہے جسے اہلِ ہند تل کہتے ہیں، اسے دیکھئے میرے شانہ میں بھی ہے اور پھر اس کے گم ہونے کی پوری کیفیت بیان کی۔ بالآخر بابا اسحاق مغربی نے فرمایا۔۔ ''احمد چہ میکنی، بر پدر خودی می روی یانہ۔''

---

[1] دیباچہ تحفۃ المجالس ص ۷، ۸ از ابو ظفر ندوی

احمد کیا کرو گے اپنے والد کے پاس جاؤ گے یا نہیں حضرت شیخ احمد گنج کھٹو نے ارشاد فرمایا پدر من شما اید، دیگر کجا روم۔ کہ بابو میرے والد آپ ہو دوسرے کس جگہ میں جاؤں۔ آخر کار حضرت شیخ احمد کھٹو اپنے مرشد برحق ہی کی معیت میں رہے اور اپنے برادر و اہل خاندان کو وداع کر دیا اور اس پر بس نہیں بلکہ فرماتے ہیں۔۔ ''من فکر کردم کہ بر سبیل فرض حکایت برادر راست باشد ایں عزت و حرمت کہ بخدمت بابو مراہست ہر گز درخانہ پدر نہ باشد''[1] (کہ میں نے غور و فکر کیا کہ اگر بفرض حکایت میرا بھائی سچا ہو گا مگر جو عزت و حرمت مجھے حضرت بابا اسحاق مغربی کی بارگاہ میں حاصل ہے میرے والد کے گھر میں ہرگز حاصل نہ ہو گی۔

پیر کی محبت : مرشد برحق کی محبت کا ہونا ہر ایک مرید کیلئے لازم ہے بغیر محبت دوار فتگی کے روحانیت کی لذتوں سے آشنا نہیں ہو سکتا شریعت اسلامیہ میں والدین کا مقام بہت اونچا ہے قرانِ حکیم کی صریح آیتیں اور احادیث نبوی اس باب میں بکثرت وارد ہیں چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے لاتعبدونَ اِلا اللّٰہ وبالوَالدین اِحسانا (القران س بقرۃ) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ عبادتِ الٰہی کے بعد ہی والدین کے ساتھ احسان کا ذکر فرمانا عظمت والدین کو ظاہر کرتا ہے اور حدیث میں آیا ہے سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا رضا الرّب فِی رِضا الوالِدوسخطُ الرّبِ فِی سخطِ الوالد (ترمذی ج ۲ ص ۱۲) ترجمہ پروردگار کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور پروردگار کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں

---

[1] خلاصہ از مرقاۃ الوصول باب اول ص ۱۲، ۱۳

ہے۔ بدن کی اصلاح کرنا اور ہے اور روح کو تازگی پہنچانا اور ہے۔

اور پھر جو مرشد و رہبر کامل کے ساتھ ساتھ استاد و معلم بھی ہو یقیناً ان کا مقام بلند ہے، جیسا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

''پیر و استاد علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے وہ مربی بدن ہیں یہ مربی روح جو نسبت روح سے بدن کو ہے وہی نسبت استاد و پیر سے ماں باپ کو ہے''[1]

اسی زمانے میں دہلی کی تخت سلطنت پر سلطان فیروز شاہ متمکن تھا اور درویشان محمد کا نورانی قافلہ ملک و بیرون ملک سے جوق در جوق دہلی آکر اپنے فیوض و برکات سے لوگوں کے دلوں کو منور کر رہا تھا۔ اچانک ایک فرحت بخش خبر آئی کہ سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت اوچ شریف سے دہلی آئے ہوئے ہیں اور انکے در اقدس پر شاہ و رعیت علماء و صلحاء مقدس اولیاء اللہ کی بھیڑ لگ رہی ہے۔'' بابا اسحاق مغربی نے شیخ احمد کھٹو سے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے تو تجھے جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے مرید کر دوں۔ شیخ احمد مغربی نے فرمایا ''من مرید شمام و مخدوم من شماید مرا با مخدوم جہانیاں چکار'' میں آپ کا مرید ہوں آپ ہمارے مخدوم ہیں، مجھے مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے کیا کام۔ عشق و محبت سے لبریز، سر فرازی و سر نیازی کی یہ پیاری ادا مرید صادق کا رہبر کامل کے سامنے یہ جملہ کہنا کیا تھا بس مرشد برحق کی زبان فیض ترجمان سے یہ صدا اٹھی اور اطراف و جوانب میں پھیل گئی اور یہ دعا ملی۔ انشاء اللہ روزے خواہد شد کہ امراء و سلاطین بہ دروازۂ تو خواہند آمد'' انشاء اللہ ایک دن ایسا

---

[1] فتاوی رضویہ جلد ۱۰ نصف آخر صفحہ ۱۴۱ از امام احمد رضا فاضل بریلوی

آئے گا کہ امراء وسلاطین تیرے دروازے پر دستک دیں گے۔ [1] سچ فرمایا ہے مولانائے روم نے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود [1] گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مرشد برحق کی اسی دعا کا اثر تھا کہ زمانے نے دیکھا اور شاید کہ یہ شرف کسی غیر کو نہ ملا ہو۔ آپ کی سوانح عمری کا اگر سرسری مطالعہ بھی کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بے شمار امراء ہی نے نہیں آپ کی بارگاہ کی جاروب کشی کی ہے بلکہ سلاطین زمن نے اپنے تاج شاہی کو کاسۂ گدائی بنا کر آپ کے در سے بھیک مانگی ہے۔

شیخ احمد کھٹو نے دہلی اور گجرات کے کئی سلاطین کا زمانہ دیکھا۔ فیروز تغلق غیاث الدین تغلق، ابوبکر تغلق، ناصر الدین تغلق، محمود تغلق یہ سارے شاہانِ دہلی حضرت کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے، گجرات کے بادشاہوں میں بھی سلطان مظفر شاہ، سلطان احمد شاہ، اور سلطان محمد آپ کے معتقد تھے بلکہ احمد شاہ نے تو حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔ [2]

بناءِ احمد آباد بھی اسی محبت شیخ کا نتیجہ ہے۔ شاہانِ دہلی و گجرات نے آپ سے بڑی عقیدت کا اظہار کیا اور ہدایا و تحائف بھی بھیجتے رہے چنانچہ ۸۰۲ھ میں گجرات میں نہروالہ (یعنی موجودہ پٹن) کی ایک مسجد میں آپ کا قیام تھا۔ ’’مظفر خان کو جب معلوم ہوا فوراً ملاقات کیلئے حاضر ہوا اور حسب دستور تحائف بھیج کر سعادت کا شرف حاصل کیا۔ سلطان مظفر خان اور اس کے لڑکے تاتار خاں نے استدعا کی آپ اسی جگہ مقیم ہو

۱۔ خزینۃ الاصفیاء فارسی ص ۹۵۵ از مفتی غلام سرور لاہوری

۲۔ ہسٹری آف گجرات۔ توزک جہانگیری ص ۹۷۴

جائیں۔''۱۔ مگر شیخ احمد کھٹو نے اسکے التماس کو قبول نہ فرمایا۔ کچھ عرصے کے بعد جب سلطان مظفر کا انتقال ہو گیا اور تخت شاہی پر سلطان احمد جلوہ نما ہوئے تو ان کے عہد حکومت میں آپ نے سرخیز میں قیام فرمایا اور مولوی ابو ظفر ندوی بھی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں چنانچہ رقم طراز ہیں۔۔

قیام سرخیز : ''کچھ دنوں کے بعد مراقبہ میں آنحضرت ﷺ کا حکم ملا کہ سرخیز جاکر مقیم ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ سرخیز تشریف لائے جو احمد آباد سے تین کوس پر واقع ہے اور بڈا (بڑے میاں) نامی بوہرہ کے یہاں قیام فرمایا۔''۲۔

سلطان احمد شاہ بانیِ احمد آباد کو بھی آپ سے بڑی عقیدت تھی اور خواجہ خضر علیہ السلام سے جب ملاقات کا شوق پیدا ہوا تو بادشاہ نے یہ درخواست شیخ احمد کھٹو کی بارگاہ میں پیش کی پھر تین چلہ مکمل عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے کے بعد بادشاہ کو شیخ احمد مغربی کے واسطے سے ملاقات و گفتگو کا شرف حاصل ہوا اور جب بھی فرصت بادشاہ کو ملتی فوراً بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کر لیتے۔ چنانچہ ایک رات کا واقعہ ہے کہ ''ایک رات سلطان احمد نے استنجے کا ڈھیلا حضرت شیخ احمد کھٹو کے ہاتھ میں دیا، چونکہ رات کا اندھیرا تھا شیخ احمد کھٹو نے فرمایا ''صلاح الدین'' ہے کیونکہ صلاح الدین حضرت شیخ احمد کھتو کے متبنیٰ تھے اور خادم ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ سلطان احمد نے کہا نہیں ''احمد'' حضرت نے فرمایا ''شاہ نیک بخت'' ۳۔

۱۔ خاتمہ مرأۃ احمدی اردو لاہور ص ۵۱ ایضاً خزینۃ الاصفیاء ص ۹۵۶

۲۔ دیباچہ تحفۃ المجالس ص ۱۶ ابو ظفر ندوی ۳۔ مرأت سکندری ص ۵۶

حسن و جمال : حضرت شیخ احمد کھتو مغربی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے باطنی نور کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن و جمال سے بھی نوازا تھا۔ جس کی بھی نگاہ آپ کے روئے زیبا پر پڑتی وہ بے اختیار ہو کر آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ علم موسیقی مین بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا اور آواز میں بھی ایسی حلاوت تھی کہ خلق کا ہجوم ہمہ وقت لگا رہتا لحنِ داؤدی کے گوہر نایاب سے بھی مالا مال تھے چنانچہ مفتی غلام سرور لاہوری تحریر فرماتے ہیں:

"شیخ احمد را حق سبحانہ تعالیٰ چناں جمال باکمال

عطا فرمودہ بود کہ ہر کہ اورا میدید بے اختیار می

شد و در علم موسیقی نیز لحنِ داؤدی داشت" ا؎

خرقۂ خلافت : خلافت و نیابت ایک نعمت ہے۔ یہی ایک ایسی نعمت ہے کہ فرشتوں پر انسانوں کو فوقیت ملی۔ اصلاحِ خلق کا بار عظیم اللہ تعالیٰ نے ان برگزیدہ ہستیوں کو عطا فرمایا جن کے قلوب انوارِ الٰہی سے مزین ہو گئے اور انبیائے کرام و صحابۂ عظام سے یہ نورانی سلسلہ چلا آرہا ہے اور بزرگان دین کا بھی یہی طریقہ رہا کہ جب طالب کے اندر مکمل داعیانہ صلاحیت پیدا ہو گئی اور سینہ معرفت الٰہی کا گنجینہ بن گیا سالوں سال ریاضت و عبادت کی نورانیت جلوہ گر ہو گئی تب یہ خلافت سالک کو دی گئی اور ان کے ذریعے ایک جماعت واصلِ الی اللہ ہو گئی، مگر ہائے افسوس! مادّی اور ترقی یافتہ دور کے پیران طریقت پر بلا چوں وچرا ں متاع قلیل کے پیش نظر خلافت دے دیتے ہیں جو "خود تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے" کے مصداق ہے الاماں والحفیظ۔

ا؎ خزینۃ الاصفیاء ص ۹۵۵

''جب شیخ احمد مغربی کی عمر بیس سال کی ہوئی تو شیخ اسحاق مغربی نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور بزرگوں کی طرف سے عطا شدہ تبرکات اور امانتیں آپکے سپرد کی''۔[1]

خزینۃ الاصفیاء کے مطالعہ سے بابا احمد مغربی کو تبرکات اور امانتیں تفویض کرنے کا اجمالی پتہ چلتا ہے جیسا کہ مذکور ہوا مگر تفصیل معلوم نہیں ہوتی البتہ آپکے ملفوظ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ خرقہ وہ ٹوپی تھی جسے حاجی محمد کیمی نے بابا اسحاق مغربی کو عطا فرمایا تھا جیسا کہ فرماتے ہیں ایک دفعہ بابو اسحاق کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ذرا دیندوانہ (متصل کھٹو ضلع ناگور مارواڑ) جاکر سیر کر آؤں، آپ نے اجازت دے کر رخصت کیا، میں چند آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔ میں جس دن وہاں سے روانہ ہوا تھا اسی دن بابو کو بخار آگیا، اسی دن بابو نے ایک شخص کو میرے پاس روانہ کیا کہ شیخ احمد سے جاکر کہو کہ بابا احمد تمہارے بابو کو بخار آگیا ہے۔ علالت کا حال سنکر میں فوراً وہاں سے روانہ ہوگیا، راستے میں میرے دوست ساتھ تھے میں اس تیزی سے چل رہا تھا کہ ایک نے کہا کہ میاں شیخ احمد کا قدم ایک گز زمین سے اوپر ہوا میں چلتا ہے دوسرے نے کہا بلکہ دو گز۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بابو کا آخری وقت آگیا ہے اور سفر آخرت کی تیاری ہے، شاید ان کی نعمتیں مجھے حاصل ہو جائیں جب بابو جیو (اسحاق) کے سامنے پہنچا تو قدم بوسی کی برکت حاصل کی، بابو نے فرمایا کہ بابا احمد آگے آؤ، کھٹو کا حاکم بیٹھا تھا اس نے کہا کہ میر احمد تم کو بابو بلاتے ہیں، بابو اس پر خفا ہوئے اور کہا کہ اس کو میر نہ کہو میں تو اس کو پیر بنانا چاہتا ہوں اس کے بعد آپ نے اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور انگلی پہ رکھکر اسے

۱۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۹۵۵

گردش دی، اس درمیان میں دعا پڑھتے رہے پھر زبان مبارک سے فرمایا بابا احمد آؤ اور ٹوپی پہنو، بندے نے عرض کیا کہ اس ٹوپی کو میں کیونکر استعمال کرسکتا ہوں کیونکہ اس کو تو آپ استعمال کرتے ہیں، کیا میں اس کو استعمال کرکے مخلوق کے سامنے جاؤں؟ بابو نے کہا کہ بابا احمد جو کچھ ہم کہتے ہیں معمولی اور آسان چیز ہے

(بابا احمد یہ ظاہری باتیں تو معمولی اور آسان ہیں اصل چیز جو تم کو دے رہا ہوں وہ اپنی نیابت اور خلافت ہے، فیضان کا دروازہ تم پر اس طرح کھلے گا کہ تم بابو کو یاد کروگے اور بادشاہ اس زمانے کے تم سے دعائے خیر کے خواہشمند ہوں گے) اس کے بعد اس فقیر نے اپنا سر بابو جیو کے سامنے کردیا، انھوں نے میرے سر پر ٹوپی رکھکر مبارکباد دی

میں نے دو رکعت شکرانے کے ادا کیے اور اپنا سر بابو جیو کے قدموں پر رکھدیا۔ بابو جیو نے میرے سر پر بوسہ دیا اور بغل میں لے لیا'' [۱]

اب قدرے اختصار کے ساتھ سلسلۂ مغربیہ اور شیخ احمد گنج کھٹو کے مرشد و مربی بابا اسحاق مغربی کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ بڑی عرق ریزی سے حالات فراہم ہوئے ہیں قارئین اس کا مطالعہ کریں۔

سلسلۂ مغربیہ: عہد قدیم میں مغرب ان تمام ممالک کو کہا جاتا تھا جو مصر کے شمالی جانب واقع ہیں، جیسے طرابلس، تیونس، اسپین، مراکو وغیرہ، ان ممالک کی ہر چیز کے ساتھ مغربی کا لفظ بڑھا دیا جاتا تھا تصوف کے اس سلسلے کو جو یہاں سے مشرق میں پھیلا اس کو

۱۔ تحفۃ المجالس مجلس ۹ ص ۱۷، ۱۸، ۱۹ مترجم از ابو ظفر ندوی

نوٹ: پیرگراف والی عبارت مترجم ملفوظ کے ارتباط کیلئے ہے

سلسلۂ مغربیہ کہتے ہیں۔ سلسلۂ مغربیہ بھی دیگر سلاسل کی طرح مثلاً قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ ایک بافیض سلسلہ ہے اس میں اولالعزم پیرانِ طریقت پیدا ہوئے اور اپنی تبلیغی و اصلاحی خدمات کی بنیاد پر بے شمار لوگوں کو دولت ایمان وایقان سے مالامال کیا اور مشرق و عرب میں ان کی شہرت پھیل گئی۔

چھٹی صدی سے لے کر دسویں صدی ہجری تک یہ سلسلہ سرزمین ہند میں بڑے عروج پر رہا اس سلسلے کے پیران طریقت چونکہ سمندر طے کر کے آئے تھے اس لئے اس کی اشاعت ذیادہ تر ہندوستان کے ساحلی علاقے میں ہوئی۔

بابا اسحاق مغربی: ۶۶۰ھ دہلی میں آپکی ولادت ہوئی۔ا۔ آپکے والد کا نام شیخ محمود تھا، سن بلوغت کے بعد آپ ترک و تجرید میں نکل گئے اور طلب حق کیلئے رشتہ دار و اقرباء کو چھوڑ دیا۔ آپکا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے سلطان العارفین حضرت جنید بغدادی تک پہنچتا ہے۔ ۲۔ علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد آپ سیاحت کیلئے نکل گئے اور حضرت حاجی شیخ محمد کیمی سے ملاقات ہوئی۔ یہی وہ شیخ ہیں جن کے بارے مین محققِ زمانہ حضرت عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آپکا سلسلہ چند واسطوں یعنی پانچ واسطوں سے سرورکائنات تک پہنچ جاتا ہے۔

''ایں بابا اسحاق بہ پنج واسطہ بآں حضرت ﷺ می رسد ہر کدام از مشائخ ایشاں صدو پنجاہ سال بلکہ بیشتر عمر داشتند''۳۔

ا۔ مرقاۃ الوصول باب سوم ص ۶۷

۲۔ آئینہ اکبری ص ۲۲۰ ۳۔ اخبار الاخیار ص ۱۵۷

اس سلسلۂ مشائخ کی عمر تو طویل ہوئی مگر پانچ واسطے سے سرکار دو عالم ﷺ تک اتصال نہیں ہے، شاید محقق زمانہ حضرت عبدالحق دہلوی کی مراد اس سے قلت بتانا ہو جو ملفوظ کے مطالعہ کے بعد قرین قیاس ہے جیسا کہ تحفۃ المجالس کے ملفوظ ۲۴ سے معلوم ہوتا ہے۔

''بابو اسحاق نے حدیث پڑھی کہ ''فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جس نے کسی بخشے ہوئے کیساتھ کھایا تو وہ بھی بخشا جائے گا۔'' آپ نے (یعنی بابا اسحاق نے بابا احمد مغربی سرخیزی سے) فرمایا کہ اے شیخ تم کو نہیں معلوم کہ جو شخص کسی مغفور کے ساتھ کھانا کھاتا ہے، تو وہ بخش دیا جاتا ہے، اس فقیر (یعنی شیخ احمد کھٹو) سے بابو اسحاق اپنی زبان سے یہ کہتے تھے کہ میں نے ایسے شخص کیساتھ کھانا کھایا ہے کہ جو چھٹے نمبر پر اس سے ہے جس نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ طعام نوش کیا ہے، پس بابا احمد میں نے ساتویں نمبر پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھایا ہے، حضرت نے عرض کیا کہ بابو میں نے آپ کے ساتھ کھانا کھا کر آٹھواں نمبر حاصل کیا، پھر فرمایا کہ تم عزیز نے (یعنی محمود ایرجی مرتب تحفۃ المجالس) میرے ساتھ کھانا کھا کر نواں درجہ پایا اور اسے معنی کر کے تم بھی مغفور ہوئے۔

بابو اسحاق فرماتے تھے کہ ہمارے مرشد بڑی بڑی عمر کے ہوئے تھے، بعضے ایک سو پچپن ر ۱۵۵ سال کے اور بعضے ایک سو باون ر ۱۵۲ سال کی عمر رکھتے تھے، بابو اسحاق ان سب کے ساتھ کھانا نوش فرما چکے تھے اور ان کے صحبت سے فیضیاب ہوئے۔'' [1]

سجّادگی و خلافت: سیر و سیاحت کے بعد آپ شہر کیم پہنچے اور وہاں عابد شب زندہ دار

---

[1] تحفۃ المجالس مجلس ۲۴ ص ۴۶، ۴۷

عارف باللہ حضرت حاجی محمد کیمی بھی آپ کے منتظر تھے، پہلی ہی نظر میں آپ کو خلافت دی گئی اور ٹوپی بھی تبرک کے طور پر پہنائی گئی۔ جیسا کہ مرقاۃ الوصول کے باب سوم ص ۲۷ میں مرقوم ہے۔ تفصیلی معلومات کیلئے تحفۃ المجالس کا ملفوظ نمبر ۲۵ بھی دلچسپی کا باعث ہے اسے نقل کیا جاتا ہے۔

''حضرت شیخ محمد کیمی مغربی (مرشد بابو اسحاق) جنھوں نے چالیس حج کئے تھے، جب میں ان کے پاس گیا تو سلام کرنے کے ساتھ ہی کہنے لگے کہ بابا اسحاق میں تمہارا منتظر تھا، پورے تکمیل اور تیاری کے بعد آئے ہو، اسی وقت اپنی ٹوپی کو سر مبارک سے اتار کر مجھ کو پہنائی میں انکا مرید ہو گیا، وہ موجود تھے، خانقاہ رکھتے تھے اور لنگر ان کا جاری تھا اور وہاں کی مخلوق خلافت و سجادگی کی امید پر سالہا سال سے انکی خدمت کر رہی تھی، جب ان کی وفات نزدیک ہوئی تو خلافت اور سجادگی اس فقیر کو دی اس کے چند ہی دنوں بعد آپکا وصال ہو گیا۔''

تیسرے دن فاتحہ خوانی کے بعد آپ کے حکم کے بموجب لوگوں (اہل خانقاہ) نے مجھے سجادہ نشین بنایا اور خادم خانقاہ کو میرے پاس بھیجا کہ آپ اب سجادہ نشین ہوئے تو خانقاہ کے لنگر کے اخراجات کیلئے راتب عطا فرمائیں اور اس مسافر کے پاس ایک حبہ (دانہ، یا دو جَو کے برابر وزن کا نام) بھی نہ تھا اور وہاں کے لوگوں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ مسافر کہاں سے لائے گا آخر تنگ آکر خود ہی سجادگی چھوڑ دے گا اور پھر یہاں کے لوگوں میں سے کوئی سجادہ نشین ہو جائے گا۔

قبر سے غیبی تسلی: یہ فقیر اسحاق رات کے وقت اپنے پیر شیخ محمد کیمی مغربی کی قبر کے

پاس بیٹھ کر ان کی روح سے مدد مانگتا رہا، صبح کے وقت ایک تھیلی بندھی ہوئی قبر کے پاس ملی، اس کو لے کر میں ان کے پاس آیا اور سجادہ پر بیٹھا اور وہاں کے لوگ ٹھانے ہوئے دل میں تھے کہ (نہ دے گا تو اس کو سجادگی سے الگ کر دیں گے)

صبح کے وقت خادم جب آیا اور راتب طلب کیا (یعنی لنگر کے اخراجات) تو وہ تھیلی اس کو دے دی اور لوگوں نے جب اس کو کھولا تو جو راتب حضرت شیخ محمد مغربی کے زمانے میں مقرر تھا وہی اس میں موجود تھا، نہ ایک پیسہ کم نہ زیادہ، خادم اور وہاں کے لوگ متحیر ہوگئے اور غور کرنے لگے کہ اس مسافر کو یہ مال کہاں سے مل گیا، اس دن کھانا پکا اور خانقاہ میں سب لوگوں کو تقسیم کیا گیا۔

دوسری رات کو پھر میں نے قبر پر جا کر مدد طلب کی، صبح کو ویسی ہی تھیلی ملی، میں نے خادم کو دیدی، لوگوں نے کھول کر دیکھا تو مقررہ مقدار کے موافق نکلا، نہ کم نہ زیادہ، حسب دستور کھانا تیار کر کے تقسیم کیا گیا۔

تیسری رات پیر کی قبر پر جا کر عرض کیا کہ روز خانقاہ کے راتب کا مسئلہ مجھے تکلیف دیتا ہے اور یہ بڑی بے ادبی ہے کہ روزانہ آپ کی قبر پر آکر آپ کو تکلیف دوں اسلئے مجھے یہاں سے رخصت دی جائے، روحانی طور پر مجھے آپ نے رخصت کیا، آدھی رات ہوگی کہ میں وہاں سے روانہ ہوا اور اجمیر گیا۔"[ا]

سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی کی بشارت: شہر کیم سے روانہ ہو کر مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے جب آپ اجمیر شریف پہنچے۔ "شیخ اسحاق مغربی نے خواب

ا۔ تحفۃ المجالس مجلس ۲۵ (ب) ص ۴۷، ۴۸

میں دیکھا کہ خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ شیخ اسحاق تم کھٹو میں جاؤ، خواب سے آپ بیدار ہوئے تو احباب سے آپ نے فرمایا کہ کھٹو کہاں ہے؟ احباب نے کہا کہ کھٹو یہاں سے ناگور کی طرف ہے، طرف جنوب میں۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ معین الدین مجھے کھٹو بھیج رہے ہیں۔ رات کافی ہو چکی تھی پھر آپ سو گئے، پھر دوبارہ خواب میں یہی حکم ملا کہ شیخ اسحاق تم کھٹو میں جاؤ، پھر بیدار ہوئے تکیہ و سامانِ سفر باندھکر کوچ کرنے کا ارادہ کیا، احباب نے کہا کہ کفار اس کے مسافروں کو تکلیف دیتے ہیں، صبح ہو جائے پھر روانہ ہوں گے۔ تیسری مرتبہ بھی خواب میں خواجہ خواجگان کی زیارت ہوئی، اس بار عالم جلال میں خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا شیخ اسحاق تم کھٹو کس واسطے نہیں جاتے۔ بابا اسحاق تکیہ اور سامان لے کر روانہ ہوئے، دوستوں کو اب کوئی چارہ نہ تھا سفر میں ہمرکاب ہوئے۔ جب اعمال کھٹو میں سے کولیوہ پہنچے جو مغرب کی طرف دیندوانہ سے تین کوس کے فاصلے پر ہے۔ کھٹو کی طرف سے ایک دیوانہ آیا اور مصافحہ کیا اور کچھ راز و نیاز کی گفتگو بھی ہوئی، پھر کولیوہ سے کھٹو میں آئے اور یہاں قیام فرمایا۔ خلق کھٹو نے بہت تعظیم کی اور اطاعت شیخ اسحاق مغربی میں ہمہ تن مصروف رہے'' [1]

مقامِ فکر: آفاق و انفس کی اشیاء میں غور و فکر کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ ذکر اور فکر یہ دونوں اصطلاح تصوّف کی اہم بولی ہے، بزرگانِ دین اور علمائے ربّانین نے اس کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔۔ اَلَّذِینَ یَذکُرُونَ اللہ قِیَاماً وَّ قُعُوداً وَّعَلیٰ جُنُوبِہِم وَ یَتَفَکَّرُونَ فِی خَلقِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ رَبَّنَا مَا

---

[1] خلاصہ از مرقاۃ الوصول قلمی فارسی ترجمہ ۷۸، ۷۹

خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً (القران پارہ ۴، سورۃ آل عمران)

ترجمہ: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا۔ (کنزالایمان) اس کی تفسیر میں صدر الافاضل علامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں۔۔ جن کی عقل کدورت سے پاک ہو اور مخلوقات کے عجائب و غرائب کو اعتبار و استدلال کی نگاہوں سے دیکھتے ہوں (خزائن العرفان ص ۱۲۰) تو اس سے یہ بات روشن ہو گی کہ ذکر اور فکر یہ دونوں اہم عبادت میں سے ہیں اور ایسے لوگ قرانی اصطلاح میں اولوالالباب ہیں۔

بکا۔ رونا: خوف الٰہی سے رونا بھی بہت بڑی عبادت ہے، خشیتِ رب میں جو آنسو بندۂ مومن کی آنکھ سے نکلتے ہیں اس کا مقام بہت بلند ہے اور وہ گوہر آبدار سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ ''خدائے تعالٰی کے نزدیک اس قطرۂ آنسو سے زیادہ محبوب کوئی قطرہ نہیں جو خوف خدا کے باعث آنکھوں سے بہے'' (حدیث سبع سنابل شریف ص ۲۹۰) ''حضرت عبداللہ بن عمر بن عاصؓ کا قول ہے کہ ہزار دینار راہ خدا میں خرچ کرنے سے مجھے خوف خدا سے ایک آنسو بہالینا زیادہ پسند ہے'' (مکاشفۃ القلوب اردو ص ۴۱۲)

''و در مقام فکر علو شان بودند، و بکا بسیار کردند'' ا۔ یہی اولیاء اللہ کی پہچان ہے کہ ہزارہا اعمال صالح کے باوجود بھی خائف و ترساں رہے۔

حسن جمال: آپ کو حسن باطنی کے ساتھ حسن ظاہری کی بھی دولت ملی تھی اور آپ بہت ہی خوبصورت تھے، یہاں تک کہ اگر اس چمکتے چہرے کے سامنے سے کوئی گزرتا تو

ا۔ ترجمہ مرقاۃ الوصول قلمی فارسی باب سوم ص ۶۹

گزرنے والے کا عکس آپ کے جبین مبارک میں نظر آتا۔

"سخت جمیل بودہ اند، چنانکہ فی المثل اگر کس پیش جبہہ لامع ایشاں می گزشت عکس اودر جبین مبارک پیدا می آید"۔[1]

جوگیوں کا اسلام لانا: "آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مسافرت میں بعض جوگیوں (ہندو مؤحد فقیر) کا ساتھ ہوا، ان کو توحید میں کافی دخل تھا۔ ایک دفعہ مباحثہ کی نوبت آگئی میں نے دریافت کیا کہ تم لوگ اوتار کس کو کہتے ہو، کہنے لگے جب ایک شخص مر جاتا ہے اور ایک عورت حاملہ ہوتی ہے تو اس مرنے والے کی روح اس حاملہ عورت کے ہونے والے بچّے میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس فقیر نے ہندی زبان میں ان سے کہا روح ایک اور قالب دو تم لوگ کہتے ہو، فکر کرو جسے تم لوگ سورگ (جنت) ونرگ (جہنم) کہتے ہو مانتے ہو، ان لوگوں نے کہا ہاں ہم کہتے ہیں۔ اس درویش نے کہا کہ روح ایک اور قالب دو ذرا غور کرو کہ جزاوسزا تو ایک ہی قالب کو ہوگی دوسرا قالب کیا ہوگا ضائع اور بیکار ہو جائے گا۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ فوراً اسلام لائے اور اس فقیر کے قدموں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ تمہارا دین برحق وسچا ہے اور ہمارا دین باطل ہے۔"[2]

وصال: آپ کا وصال ایک سو اکیس سال کی عمر میں ہوا۔ بروز بدھ ۱۷ شعبان المعظم ۸۱۷ھ کو آپ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ وصال کی پوری کیفیت بہت ہی رقت انگیز ہے، ملاحظہ کریں "۱۳ شعبان دو شنبہ کا دن تھا کہ آپ نے فرمایا بابا احمد آؤ اپنے واسطے اپنی قبر درست کرا لیں، چنانچہ اپنے سامنے درست کرائی اور یہ فقیر بھی حاضر تھا (یعنی شیخ احمد گنج بخش سرخیزی)

۱۔ مرقاۃ الوصول ص ۶۸

۲۔ ایضاً ص ۸۳، ۸۴، باب سوم ایضاً تحفۃ المجالس مجلس ۶۶ ص ۱۱۰، ۱۱۱

یکایک قاضی کھٹو آگئے، قبر دیکھکر کہنے لگے کہ بابو وقت سے پہلے تیار کرالینا بہت مبارک ہے، فلاں امیر نے مرنے سے پہلے ہی قبر درست کرالی تھی، مگر وہ اس کے بعد بھی چند سال زندہ رہا، اللہ تعالیٰ اسی طرح آپ کو بھی مبارک کرے، بابو جیو (یعنی بابا اسحاق مغربی) یہ سن کر بہت خفا ہوگئے اور کہنے لگے کہ تم مجھ کو جھوٹا کرنا چاہتے ہو، بہت خوب آپ یہاں سے تشریف لے جائیں، میں آپ سے خوش آپ ہم سے خوش، قاضی صاحب شرمندہ اور غمگین ہو کر چلے گئے۔

جب قبر درست ہو گئی تو مردے کی طرح سے قبلہ رو ہو کر تھوڑی دیر تک لیٹے رہے، پھر کچھ دیر کے بعد قبر سے باہر نکلے اور فرمایا کہ بابا احمد تم کچھ جانتے ہو تمہارا ابابو جا رہا ہے، تم جہاں کہیں رہو اپنے بابو کو اپنے نزدیک حاضر سمجھو، بابا احمد کچھ کھالو، تمہارا ابابو کوچ کر رہا ہے، (آہ) اب بابا احمد کو کھانا کون کھلائے گا، پھر اپنی پیٹھ کے پیچھے بٹھا کر فرمایا کچھ پڑھو، مجھے اس وقت یہ دو شعر یاد آئے۔

خدائے جہاں دار جاں آفریں　　حکیم سخن بر زباں آفریں

خداوند بخشندۂ دستگیر　　کریم خطا بخش پوزش پزیر

فرمانے لگے میں آخرت کا سفر کر رہا ہوں (میں نے خیال کیا کہ دیکھوں) میرے بابا احمد کی زبان سے کیا فال نکلتا ہے الحمدللہ کہ بابا احمد کی زبان سے نیک فال نکلا، بابو نے تین دفعہ ان شعروں کو اپنی زبان سے ادا کیا۔ اس کے بعد یا حیّ یا قیوم یا حیّ یا قیوم کہہ کر آنکھیں بند کرلیں اور وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن"[1]

---

[1] تحفۃ المجالس مجلس ۹ ص ۱۹، ۲۰۔ ایضاً مرقاۃ الوصول باب سوم ص ۹۲، ۹۳ مرقاۃ الوصول میں قدرے شرح وبسط کے ساتھ ہے ۱۲

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مزار پر انوار: آپکا مزار کھٹو میں ہے، آج بھی زائرین کی کثرت اور ہجوم دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس درویش کامل کے فیوض و برکات کا دریا آج بھی جاری و ساری ہے، خلق حاضر ہوکر اپنے خالی دامن کو مرادوں سے بھرتی ہے۔ کھٹو صوبہ راجستھان کے مردم خیز علاقہ جودھپور کے ضلع ناگور میں کھاٹو نام کے دو قصبے ہیں جو ایک دوسرے سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے، باہم امتیاز کے پیشِ نظر مشرقی قصبے کو چھوٹی کھاٹو اور مغربی کو بڑی کھاٹو کہتے ہیں۔

جانشینی: حضرت بابا اسحاق مغربی کے وصال کے بعد شیخ احمد مغر بیگنج بخش سرخیزی آپکے جانشین ہوئے، ظاہر پرست لوگوں کیلئے یہ بات خلاف توقع تھی اسلئے کہ ان کو وہم تھا کہ شیخ احمد مغربی کو محض دلبستگی کیلئے بابا اسحاق مغربی نے متبنی بنایا ہے، جانشینی اور خلافت تو ان کو ملے گی جو برسوں سے بابو کی خدمت کر رہے ہیں۔ جب خلاف توقع واقعہ ظہور ہوا تو یہ لوگ ان سے اس قدر ناراض ہوگئے کہ بابا احمد مغربی سرخیزی کے کھانے پینے کی بھی فکر کسی نے نہ کی۔

شیخ احمد مغربی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذہنِ ثاقب اور فکر صائب عطا فرمایا تھا لوگوں کے اس رویے سے واقعہ کی گہرائی تک آپ کی رسائی ہوگئی اور چونکہ آپ اہل ورع و توکل میں سے تھے اس لئے آپ نے دنیا داروں کی کوئی پرواہ نہ کی اور ذاتِ واحد کی طرف متوجہ ہوگئے اور چالیس خرما، ایک لوٹا پانی لیکر آپ حجرہ میں داخل

ہوئے اور دروازہ مقفل کرلیا۔

چلہ کش ہونا: بابا اسحاق مغربی کا انتقال ۷ار شعبان المعظم کو ہوا'' اور شیخ احمد مغربی تیسرے دن زیارت سے فارغ ہو کر مطابق ۲۰ر شعبان ۷۷۶ء میں چلہ کش ہوئے اور اکیس خرما اور ایک مشک پانی طہارت کیلئے اپنے ہمراہ لئے اور کمرے کے دروازے کو مسدود کردیا، جب عید الفطر کے دن کمرے سے باہر نکلے تو معلوم ہوا کہ چالیس دن میں چار خرما تناول فرمائے تھے''۱۔

مفتی غلام سرور لاہوری کی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے ہمراہ اکیس خرما لے گئے تھے اور چار خرما آپ نے اعتکاف میں تناول فرمایا تھا، باقی سترہ خرمے سلامت تھے۔ جبکہ آپکے ملفوظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پچیس خرما اپنے ہمراہ آپ لے گئے تھے ان میں سے چار خرما آپ نے تناول فرمایا تھا اور اکیس خرمے باقی سلامت رہے جیسا کہ مجلس نمبر ۱۱ کے ملفوظ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے شاید کہ مذکورہ سیرت نگار سے سہو ہوا ہو۔

''آپ نے فرمایا کہ ۷ار شعبان کو بابو اسحاق اس دارِ فانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ ۲۰ر شعبان کو اس فقیر نے اپنے دوستوں کے ذریعہ چالیس خرما بازار سے منگوایا، اس میں سے پچیس خرما رکھکر باقی پندرہ واپس کردئے تاکہ اچھے اور بڑے لائیں، میں ان پچیس خرما، اتک مٹکا پانی اور ایک بدھنی لے کر حجرے کے اندر چلا گیا، اور دروازے کو بند کرا کر معتکف ہو گیا، پہلی رات میں نے ایک خرما سے اور دوسری

۱۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۹۵۶۔

رات آدھے خرما سے افطار کیا اسطرح پانچ دوسری راتیں بھی نصف خرما سے افطار کرتا رہا، اس کے بعد تھوڑے سے ٹکڑے کا استعمال کر کے افطار کیا کرتا۔

تین رات تک میرا حجرہ تاریک رہا، چوتھی رات کو ایسا روشن ہو گیا کہ گویا آفتاب نکلا ہے۔ اس لئے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔۔

ے ہو اگر ذوقِ نظر تو کیا ہے جلووں کی کمی

لاکھ پردوں میں ضیاء شمع عرفاں دیکھئے

(کچھ دنوں کے بعد) یہ فقیر بہت کمزور ہو گیا، یہانتک کہ جب سجدہ میں جاتا یا سجدہ سے سر اٹھاتا تو جنبش مغز کی آواز میرے کان میں آتی۔ جب رمضان کا مہینہ ختم ہو گیا تو عید کے دن کھٹو کا حاکم آیا، بعد نماز فجر اپنے ہاتھ میں چابی لیکر بند حجرہ کو کھولا، پچیس خرموں سے اکیس خرما بعینہ دیکھکر بے حد حیران ہوا، جب اسکی نظر مجھ پر پڑی تو مجھ میں انتہائی ضعف کو دیکھکر بہت گھبرایا، اس نے فوراً نوکروں کو حکم دیا کہ ندّاف کے یہاں سے دھنی ہوئی روئی بہت جلد لائے، نوکر روئی لائے، حاکم نے اپنے ہاتھ سے میرے بدن پر روئی لپیٹ کر پالکی پر سوار کیا، اور اس فقیر کے ساتھ عید گاہ پہنچا، نماز عید الفطر کے بعد ظاہر پرست لوگوں نے میرا ہاتھ چومنے کیلئے اس قدر ہجوم کیا کہ میں تنگ آگیا، اس لئے پالکی میں بیٹھ کر گھر کی طرف روانہ ہوا، حاکم میرے ساتھ ساتھ تھا، اس نے میری عزت اور تواضع بہت کی اور عرض کیا کہ اس غلام کو اپنا خدمتگار فرمائیں۔ اس فقیر نے کچھ تبرّک اپنے ہاتھ سے دیکر رخصت کیا۔ ے ۱

---

۱ ے تحفۃ المجالس مجلس ۱۱ ص ۲۱، ۲۲

چلّے کے بعد کچھ دنوں تک آپ یہاں مقیم رہے مگر فضا موافق نہ آنے کی وجہ سے آپ یہاں سے دہلی روانہ ہو گئے اور خانجہاں کی مسجد میں خلوت نشین ہو گئے۔ شب و روز عبادت و ریاضت میں مصروف رہے، اس خلوت نشینی کی شہرت عوام تک پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق آپ کی بارگاہ سے اکتسابِ فیض کرنے لگے یہاں تک کہ سلطان فیروز شاہ تغلق کو خبر ملی تو آپکی ملاقات کیلئے شاہجہاں کی مسجد میں آیا اور دعائے خیر کا طالب ہو کر واپس گیا۔

اسی زمانے میں شیخ جلال الدین اوچھی مخدوم جہانیاں جہاں گشت اوچھ سے دہلی تشریف لائے ہوئے تھے، جب آپکی خبر ملی تو وہ بھی ملنے آئے۔

مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ملاقات اور معانقہ: ایک دن مخدوم جہانیاں جہاں گشت مسجد خانجہاں میں پہنچے، ابھی پالکی سے مخدوم جہانیاں جہاں گشت اترے بھی نہ تھے کہ شیخ احمد مغربی گنج بخش حجرے سے نکل کر ملاقات کی سعادت سے مشرف ہوئے مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے شیخ احمد مغربی کو آغوش میں لیا اور کان میں ارشاد فرمایا ''اے جواں از تو بوی دوست می آید'' اے مرد درویش تم سے دوست کی خوشبو آتی ہے ۲۔

تحفۃ المجالس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے تین مرتبہ فرمایا ''اے جواں بوی دوست می آید'' اور وداع کے وقت یہ درخواست بھی مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے پیش کی کہ '' مجھے اپنے خاص وقتوں میں یاد رکھنا بھولنا نہیں'' جیسا کہ مجلس نمبر ۷ میں ملتا ہے۔

۱۔ خزینۃ الاصفیا، ص ۹۵۶

"یہ فقیر دہلی کی خانجہان مسجد میں بسلسلہ ریاضت مقیم تھا، اور اس زمانے میں سخت ترین مجاہدہ کر رہا تھا۔ کسی نے سیّد جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جاکر کہہ دیا کہ ایک جوان صالح خانجہاں کی مسجد میں بڑی ریاضت کر رہا ہے، ان کو مجھ سے ملنے کا خیال ہوا، جب مسجد کے قریب آئے تو میرے ایک معتقد نے مجھ کو خبر دی کہ مخدوم جہانیاں سیّد جلال الدین بخاری تمہاری ملاقات کیلئے آرہے ہیں، یہ فقیر بھی اٹھ کھڑا ہوا جب مسجد کے دروازے پر پہنچا تو انکی پالکی پر نظر پڑی، ان کے خادموں نے بھی مجھے دیکھ لیا اور مخدوم سے عرض کیا، وہ بھی پالکی سے نکل پڑے اس درمیان میں بندہ بھی وہاں تک پہنچ گیا، انھوں نے مجھ کو بغل میں لے لیا، اور پھر سینے کو اس درویش کے سینے سے دیر تک ملتے رہے، اور لب مبارک سے میرے کان میں تین دفعہ کہا اے جوان دوست کی خوشبو آتی ہے پھر الوداع کہتے وقت فرمایا کہ مجھ کو اپنے خاص وقتوں میں خیال رکھنا، بھولنا نہیں، اس کے بعد رخصت ہو کر پالکی پر سوار ہو گئے، یہ درویش بھی مسجد میں اپنی جگہ واپس آکر یادِ الٰہی میں مصروف ہو گیا۔[1]

سیّدنا شیخ احمد مغربی سرخیزی علیہ الرحمہ کی ملاقات مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے تقریباً تین مرتبہ ہوئی۔ ایک پیرومرشد بابا اسحاق مغربی کھٹوی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد دہلی کی خانجہاں مسجد میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ اور دو مرتبہ پیرومرشد کی حیات میں، ابتدائی عمر میں ایک مرتبہ جبکہ آپ کو آپ کے پیرومرشد اولیاء چشت کے مزارات پر حاضری کیلئے دہلی لے گئے تھے اور ایک مرتبہ جبکہ آپ اپنے پیرومرشد کے

۱۔ تحفۃ المجالس مجلس ۷ ص ۱۴۔۱۵

ہمراہ خانجہاں کی مسجد میں سلوک کی منزلیں طے کررہے تھے۔ دوسری مرتبہ (یعنی جب آپ سلوک کی منزلیں پیر کی معیت میں طے کررہے تھے) مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے آپکو بشارت نبوی کے مطابق خرقہ محبوبیت بطور امانت عطا فرمایا تھا جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ میں اسکی تفصیل آرہی ہے۔

امانت مخدوم جہانیاں جہاں گشت : مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ سیر و سیاحت میں گزارا، اور اس سیر و سیاحت سے مقصود اسلام کی نشر و اشاعت اور بزرگوں سے اکتساب فیض کرنا تھا۔ عرب، عجم، شام، شیراز، بلخ و دیگر ممالک اسلامیہ کا آپ نے سفر کیا اور اہل اللہ کے فیوض و برکات حاصل کیے، سفر حج سے واپسی میں آپ شیراز کے گازرون علاقے میں پہنچے اور وہاں عارف باللہ حضرت شیخ امام الدین گازرونی سے ملاقات کی اور حضرت امین الدین گازرونی جو شیخ امام الدین گازرونی کے برادر اکبر ہیں ان کی وصیت کے مطابق خرقہ محبوبیت کو لیکر آپ دوبارہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور پھر وہاں سے بشارت نبوی کے مطابق سرزمین ہند وارد ہوئے۔

"الغرض خرقہ محبوبیت کو لیکر جہانیاں جہاں گشت وارد ہند ہوئے اور حکم نبوی ﷺ کے مطابق شیخ (شیخ احمد مغربی) کے منتظر رہے، یہاں تک کہ سلطان فیروز کے عہدِ حکومت میں اوچ شریف سے دہلی آئے اور اہل عالم آپ کی زیارت و بیعت سے مشرف ہوئے۔ اسی زمانے میں بابا اسحاق مغربی کا قیام دہلی شہر کے اطراف میں تھا اور شیخ الاسلام احمد مغربی انہیں کی خدمت بابرکت میں تحصیل سلوک میں مشغول تھے، حضرت بابا (اسحاق مغربی) نے فرمایا کہ احمد کیا تمہیں معلوم ہے کہ سید (مخدوم جلال الدین بخاری) دہلی میں تشریف

فرماہیں، صاحبِ عزل و نصب اور مالکِ منع و عطاہیں یعنی جسے چاہیں ولایت نصیب کر دیں، اور جسے چاہیں عہدۂ ولایت سے معزول کر دیں۔ ہوشیار رہنا، کبھی ان کے روبرو نہ جانا اسلئے کہ یہ نعمت (عرفان و سلوک) جو تم نے عنفوانِ شباب میں حاصل کی ہے تجھ پر مسلم رکھیں یا نہیں؟ اے احمد الفرار مالا یُطاق من سنن المرسلین۔ جس کی طاقت نہ ہو اس سے راہِ فرار اختیار کرنا مرسلین کی سنتوں میں سے ہے۔ اسی بناء پر شیخ احمد مغربی سیّد الاقطاب (سیّد جلال الدین بخاری) کی صحبت سے دور رہتے تھے اور اگر بعض وقت راستے میں سیّد جلال الدین بخاری کے مرکب کی خبر آپ کو ملتی (کہ آپ اس راستے سے آرہے ہیں) تو فوراً شیخ احمد مغربی اپنے لئے دوسرا راستہ اختیار کرتے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت سیّد الاقطاب مخدوم جہانیاں جہاں گشت کثیر امراء و فقراء کے ساتھ پالکی پر سوار تھے، عوام و خواص کا یہ اژدہام جب مسجد خانجہاں تلنگی پہنچا کہ شیخ الاسلام احمد مغربی کی نگاہ اس جم غفیر پر پڑی کہ آپ نے حسب سابق اور رسم معہود کی بناء پر خود کو دوسرے راستے میں روانہ کیا۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے حاضرین سے فرمایا کہ اس کوچے میں ایک صالح جوان ہے کہ خود کو مجھ سے دور رکھتا ہے اور مجھے ان سے ایک عظیم کام ہے اور حاضرین کو شیخ احمد مغربی کے حاضر کرنے کا حکم دیا، خدام دوڑے اور شیخ احمد کو حاضر کئے۔ سیّد الاقطاب مخدوم جہانیاں جہاں گشت ان کی تعظیم کے لئے پالکی سے نیچے اتر آئے معانقہ سے مشرف فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس سینے سے دوست کی خوشبو آتی ہے اور فرمایا کہ اپنے بابا (اسحاق مغربی) کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دیں اور پیغام

پہنچائیں کہ آپ نے خاطر مبارک میں کس واسطے میرے بارے میں سوظنی سے کام لیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے محض فقیر کو آپکے فرزند روحانی کے واسطے اس دیار میں بھیجا ہے اگر اجازت دیدیں تو اس فقیر کے پاس تشریف لائیے گا۔

کہا جاتا ہیکہ جب شیخ الاسلام احمد مغربی کے سر کے بال پالکی کے حلقے میں الجھ گئے اور آپ دو ایک قدم پالکی کے ساتھ اسی حالت میں چلے۔ جب مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے اس حالت کا مشاہدہ فرمایا کمال شفقت کی نظر مبذول کرتے ہوئے مخدوم نے فرمایا "شما در حلقہ ما در آمدید" آپ ہمارے حلقے میں آگئے۔

قلندری یا قطبیت: آخر کار جب شیخ الاسلام احمد مغربی بابا اسحاق مغربی کی خدمت میں پہنچے بابا نے نگاہ رحمت ڈالی اور مبارکبادی پیش کی اور اپنی زبان میں فرمایا کہ درویش احمد کو مشربِ قلندری دینا چاہتا تھا مگر خدمت سیّد (جلال الدین بخاری) نے ایک ہی نظر میں انھیں اقطاب کی لڑی میں کر دیا۔

مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی طرف سے خلعتِ خلافت: اس کے بعد شیخ الاسلام احمد مغربی ہمیشہ سیّد الاقطاب مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمت بابرکت میں پہنچتے تھے اور کسب کمال اور استفاضۂ حال کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن استخارہ کے بعد مخدوم بخاری آپ کو خلوت میں لے گئے اور تلقین ذکر و خلعت خلافت سے مشرف فرمایا اور مزید بشارت عطا فرمائی کہ ملک گجرات میں تمہارا حصہ ہے۔ ا؎

ا؎ صد حکایات قلمی ص ۳۳

خلعت خلافت اور ذکر کی تلقین سے مشرف فرمانے کے بعد مخدوم جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت نے شیخ احمد مغربی سے فرمایا۔

''عنقریب میرے لڑکے اس جگہ پہنچیں گے باہم خلوص و اعتماد کے ساتھ زندگی گزارنا، حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ایسے ہی ہے کہ خداوند تعالیٰ میرے اس فرزند سے ایک ایسا لڑکا صاحبِ کرامت عطا فرمائے گا کہ انہیں بطور وراثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چار چیزوں میں مطابقت ہوگی تمہیں یہ امر تفویض کرتا ہوں کہ انہیں میرا اسلام پہنچا دینا اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے اشارۂ نبویؐ کی بناء پر وہ خرقہ محبوبیت شیخ احمد مغربی کو سپرد کیا۔''[1]

یہی وہ امانت تھی جو خرقہ محبوبیت کی شکل میں سیّد جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے آپکو سرزمین دہلی میں عطا فرمائی تھی۔ بابا اسحاق مغربی کی وفات کے بعد زیارت حرمین شریفین کیلئے آپ نے سفر کیا اور پھر اس کے بعد مستقل طور پر سرخیز میں سکونت اختیار فرمائی۔ اور بعد میں جب سیّد عبداللہ برہان الدین المشہور بہ قطب عالم شہر نہروالہ سے احمد آباد تشریف لائے تو ایک دن آپ نے حضرت قطب عالم کو مع فرزندوں کے دعوت کی۔ جب یہ نفوسِ قدسیہ سرخیز پہنچے اسی میں حضرت سیّد سراج الدین المشہور بہ شاہ عالم بھی تھے۔ آپ نے دعوت طعام کے بعد خاص الطاف و عنایات سے حضرت شاہ عالم کو نوازہ اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی امانت خرقہ محبوبیت انہیں عطا فرمایا اور سلسلۂ مغربیہ کی خلافت و اجازت بھی مرحمت فرمائی انشاء اللہ

---

[1] صد حکایات قلمی، ص ۱۳۱ تا ۳۴

حضرت شاہ عالم علیہ الرحمہ کے باب میں اس کا بیان ہوگا۔

سفر حج: حج ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے، احادیث و آثار میں اس کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے، مگر ایک عاشق مدینہ کیلئے ارکان حج کی ادائیگی کے بعد زندگی کا سہانا خواب اس وقت شرمندۂ تعبیر ہوتا ہے جب خاک مدینہ کو چوم کر آنکھوں کا سرمہ بنایا جاتا ہے اور حدیث پاک کے بموجب "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ" ۱؎ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگئی کا مصداق بندۂ مومن ہو جاتا ہے۔

"زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ فقیر (شیخ احمد مغربی سرخیزی) حج کیلئے روانہ ہوا اور جہاز میں اس جگہ بیٹھ کر جہاں لوگ وضو کرتے ہیں، وضو کرنے لگا، اچانک پیر پھسلا اور سمندر میں جا پڑا، فوراً یا حافظ، یا حفیظ، یا رقیب، یا وکیل، یا اللہ کا ورد کر کے تیرنے لگا، ایک پرتاب تیر کے برابر ہی گیا ہوں گا کہ ایک پتھر میرے پیر کے نیچے آگیا، میں اس پر کھڑا ہو گیا، پانی کمر تک ہوا، ناگاہ اللہ تعالیٰ نے ناخدا کے دل میں الہام کیا، اس کی نظر میرے اوپر پڑی، وہ غور کرنے لگا کہ یہ آدمی ہے یا مچھلی، اس نے ڈونگی ایک ملاح کے معرفت بھیجی، بندہ اس پر سوار ہو کر دریا کے کنارے آیا، ناخدا نے استقبال کیا، اور قدم بوسی کر کے کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہا، جس کو میں نے قبول نہ کیا وہاں سے روانہ ہو کر مکہ پہنچا، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حج ادا کرنے کے بعد قافلہ مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ ۲؎

۱؎ شفاء السقام ص ۶

۲؎ تحفۃ المجالس ص ۱۲ مجلس ۶

مدینہ منورہ میں حاضری: مدینہ منورہ زمین کا وہ حصہ ہے جہاں سرورِ دوجہاں ﷺ اپنی حیات حقیقی کے ساتھ جلوہ نما ہیں اور جہاں کی ہر چیز بابرکت ہے، جہاں کی خاک بھی بے شمار امراض کیلئے اکسیر ہے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں عاشقانِ مصطفےٰ کیلئے سامانِ قرار مہیا ہے۔ اس لئے کہ روح کائنات سرکار دوعالم ﷺ اپنی حیات حقیقی کے ساتھ تشریف فرما ہیں جیسا کہ فقہائے عظام و علمائے کرام کی تصریحات موجود ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اپنی کتاب اخبار الاخیار کے رسالہ ''سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سیّد الرسل'' میں فرماتے ہیں۔

با چندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علماء امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافی نیست کہ آنحضرت ﷺ بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال است حاضر و ناظر و مر طالبانِ حقیقت را و متوجیان آنحضرت را مفیض و مربی ست ۱؎

علمائے امت میں اتنے اختلافات و کثرت مذاہب کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ حیات (بنوی) کی حقیقت کے ساتھ قائم اور باقی ہیں اس حیات بنوی میں مجاز کی آمیزش اور تاویل کا وہم نہیں ہے اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں، نیز طالبان حقیقت کیلئے اور ان لوگوں کیلئے جو آنحضرت کی جانب متوجہ ہوتے ہیں حضور ان کے فیض بخشنے والے اور ان کے مربّی ہیں

۱؎ سلوک اقرب السبل بالتوجہ سید الرسل مع اخبار الاخیار مطبوعہ مجتبائی، ص ۱۵۵

پھر کیوں ایسے شہر مقدس سے عشق نہ کیا جائے اور ان کی محبت میں وار فتگی کا ثبوت نہ دیا جائے۔ سیّدنا امام مالک رضی اللہ عنہ متوفی ۱۹۸ھ ا۔ جن کا وطن مدینہ منورہ ہے آپ مالکی مذہب کے پیشواء ہیں آپکے سیکڑوں تلامذہ میں سے ایک امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ایسے اولعزم امام اور مجتہد کا خاک مدینہ سے عشق کا عالم ملاحظہ کیجئے۔

مدینہ منورہ سے آپکو اسقدر عقیدت اور محبت تھی کہ کبھی یہاں سے باہر جانا پسند نہ کرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدینہ شریف سے باہر جاؤں اور مجھے وہیں موت آجائے اور میں دیار، محبوب میں دفن ہونے کی سعادت سے محروم ہو جاؤں۔ آپ نے ساری عمر میں صرف ایک مرتبہ حج فرض ادا کرنے کیلئے مکہ شریف کا سفر کیا، باقی ساری عمر مدینے میں گزار دی، وہیں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے ۲۔ اور قیامِ مدینہ کے دوران کبھی جوتا نہ پہنا کہ مبادا قدم اس جگہ نہ آجاوے جہاں حضور نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک پہنچے ہوں۔ ۳۔

اسلئے آپکا معمول رہا کہ خالی پیر دیوانہ وار پھرتے اور لوگوں کو عشق کا درس دیتے۔

اندازِ عاشقانہ: سیّدنا شیخ احمد مغربی سرخیزی جب اہل قافلہ کے ساتھ مدینہ شریف پہنچے اس سفر میں آپ کے ساتھ خانجہاں مسجد دہلی کے امام شیخ تاج الدین سرخیزی اور دوسرے لوگ بھی تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”جب گنبد رسول اکرم ﷺ دو تین کوس کے فاصلے سے نظر آیا ہم اونٹ سے نیچے زمین پر کود آئے اور انتہائی شوق و آرزو کے

۱۔ تہذیب التہذیب ۲۔ جذب القلوب

۳۔ محبوبِ مدینہ ص ۹۴ فیض احمد اویسی

ساتھ گنبد خضرا کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز کے یہ کہتے رہے یا رسول اللہ، یا نبی الحرمین الشریفین و یا سیّد الثقلین اور دیگر اوصاف رسول کا ذکر کرتے رہے۔ اور جب گنبد خضرا کے قریب پہنچے تو بلند آواز سے یہ درودوں کے نغمے اپنی زبان پر سجاتے رہے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ؂۱

مہمانِ رسول: فرماتے ہیں "یہ فقیر وہاں پہنچ کر قبہ مبارکہ کے قریب ایک مسجد میں مقیم ہوا، ہمارے تینوں ہمراہیوں نے کہا کہ کھانے کا کوئی انتظام کرنا چاہئے، اس فقیر نے کہا کہ میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مہمان ہوں، انہوں نے کہا یہ تو محال ہے کہ حضرت ﷺ کھانا بھجوائیں، میں نے کہا تو اچھا آپ اپنا انتظام کر لیجئے، یہ لوگ کھانا کھا کر واپس آگئے اور ساتھ ہی عشاء کی نماز پڑھ کر سو رہے، بندہ تسبیح پڑھتا رہا، یکایک دیکھتا ہوں کہ صحنِ مسجد میں کھڑا کوئی شخص کہہ رہا ہے۔۔ حضرت مصطفیٰ ﷺ کا مہمان کون ہے، پہلے تو میں سمجھا کہ شاید کسی دوسرے کو کہہ رہا ہے لیکن جب دوبار کوئی نہ بولا تو تیسری آواز پر یہ سمجھ کر میں اٹھا کہ مہمان تو آنحضرت ﷺ کا میں ہوں، اسکے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ایک طباق ہاتھ میں لئے کھڑا ہے، اس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اس طباق میں خرما تمہارے واسطے بھیجا ہے، اس فقیر نے دامن پھیلا کر لے لیا اور طبق اس کو واپس کر دیا، وہ فوراً ہی نظر سے غائب ہو گیا، حالانکہ مسجد کے دروازوں پر قفل لگے ہوئے تھے، یہ فقیر اپنی جگہ آکر خرما کھانے لگا، ایک رفیق بیدار تھا اس نے دوسروں کو بھی بیدار کر دیا، سب مل کر بضد ہوئے کہ خرما ہم کو بھی دو، میں نے کہا تم سب نے تو کہا تھا محال ہے کہ

---

۳ ۔ خلاصہ مرقاۃ الوصول ص ۲۲۷

آنحضرت ﷺ کھانا بھجوائیں، انہوں نے کہا کہ غلطی ہوئی معاف کیجئے، میں نے ایک ایک دو دو ان سب کو دیا، اس خرمے کی لذت کا کیا کہنا؟ پھر سب دوستوں کو کہا کہ ہر شخص سو جائے اور جو کوئی خواب دیکھے صبح بیان کرے۔''[1]

خواب اور تعبیر خواب: خواب میں دیدار رسول کے بارے میں حتمی فیصلہ یہ ہے کہ جس نے بھی خواب میں سرکارِ دوجہاں ﷺ کو دیکھا اس نے حقیقتاً سرکار ہی کو دیکھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لا یتمثل بی [2] اور مومن کامل کا خواب احادیث کی روشنی میں مبشرات میں سے ہے اور انکا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے جیسا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ''رُؤیا المومن جزء من سِتَّةٍ وَأربَعِین جُزء مِن النُبُوة''[3]

''خواب سب کا اس طرح تھا کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ ایک روشن اور پاکیزہ جگہ میں صدر نشین ہیں، اور امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق کھڑے ہیں اور ان کے پیچھے حضرت عمر اور ان سے ذرا پیچھے حضرت عثمان، اور ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ایک عورت آراستہ پیراستہ زیوروں سے لدی حضرت مصطفیٰ ﷺ کے سامنے کھڑی ہے، اپنی زبان مبارک سے فرمایا، شیخ احمد اس عورت کو قبول کر، میں نے عرض کیا کہ میرے مرشد بابو اسحاق نے قبول نہیں فرمایا، آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے حضرت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ تمہارے بابو ہیں، جب اس فقیر نے اس طرف نگاہ کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بابو کو کھڑا پایا، اور انگشت بدنداں ہو کر کہہ رہے

۱۔ تحفۃ المجالس، مجلس ۶، ص ۱۲، ۱۳ ۲۔، ۳۔ شمائل ترمذی ص ۳۰

ہیں کہ بابا احمد جو کچھ حضرت کا فرمان ہے اس کو قبول کرو، اس فقیر نے عورت کو قبول کیا، لیکن فوراً دل میں خطرہ گزرہ کہ غالباً ''عورت'' دنیا کی صورت مثالی ہے، شاید اس سے مراد دنیا کی کشایش اور فراخی ہے، جو حضرت ﷺ کے صدقے میں اس بندہ کو حاصل ہوئی'' ١ے

روضۂ رسولؐ سے عمامہ کا تحفہ: ''جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو ہم سب مل کر قبۂ مبارکہ کی زیارت کیلئے گئے، دیکھا کہ مجاورِ روضہ دس گز سیاہ کپڑا اپنے ہاتھ میں لئے کھڑا ہے، اس فقیر سے اس نے کہا کہ اپنے سر پر اس کو باندھ لو، میں نے کہا کہ بابو جیو (اسحاق مغربی) نے کبھی نہیں باندھا، اس نے کہا کہ اے عزیز کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں ایک قیراط میں ایک ٹکڑا کپڑا دوسروں کو دیتا ہوں اور تم کو دس گز کپڑا دے رہا ہوں تم خیال تو کرو کہ یہ کتنے قیراط کا ہوا۔ میں نے رات آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا، تمہارے طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کو دس گز سیاہ کپڑا دو، اور میری طرف سے کہو کہ سر پر عمامہ باندھکر مخلوق کو نیکی کی دعوت دے۔ اس فقیر نے یہ سن کر کپڑے کو لیکر دونوں آنکھوں پر رکھا اور پھر خدا کا شکر کرتے ہوئے سر پر باندھ لیا۔'' ٢ے

اس طرح خلعت و عنایت کا ایک اور تاریخی واقعہ عالم بیداری میں سیّدنا خواجہ محمد معصوم کے ساتھ پیش آیا، آپ خانوادۂ مجددیہ کے چمکتے سورج ہیں جن کی ولایت کا شہرہ ہندو بیرون ہند میں پھیلا اور جن کی بارگاہ سے بیشمار تشنہ دلوں کو جامِ محبت عطا کیا گیا

''آپ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے تیسرے فرزند ہیں ان کی ولادت گیارہ ١١ر شوال ١٠٠٧ھ کو ہوئی۔ ٣ے

''فرماتے ہیں جب مدینہ طیبہ سے سفر کیلئے وداع ہوا تو غم وزاری نے آلیا، میں

١ے تحفۃ المجالس، مجلس ٦، ص ١٣، ١٤ ٢ے ایضاً ٣ے زبدۃ المقامات، ص ٢٤٧

نے پھر دیکھا کہ حضور سیّد المرسلین علیہ السلام حجرۂ مطہرہ سے باہر تشریف لائے ہیں اور مجھے خلعت فاخرہ پہنا کر بادشاہوں جیسا تاج پہنایا ہے، جس میں خوبصورت جواہرات جڑے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ حضور کی مخصوص اور ذاتی خلعتوں سے مجھے یہ خلعت عنایت ہوئی ہے۔ آگے چل کر علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ پیدائشی ولی تھے، رمضان میں دودھ نہیں پیا کرتے تھے، تین سال کی عمر میں کلمہ توحید بیان کیا کرتے تھے، صرف تین ماہ میں قرانِ پاک یاد کر لیا تھا، سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل فرمالی تھی'' [1]

حج سے واپسی: سیّدنا شیخ احمد مغربی زیارتِ حرمین شریفین کے بعد ہندوستان تشریف لائے اور اوچ شریف میں سیّدنا جلال الدین بخاری کے مزار مبارک میں حاضر ہوئے اور پھر اس کے بعد اس خانقاہ عالیہ کے سجادہ نشین حضرت سیّد صدر الدین راجو قتال سے بھی ملاقات کی۔ فرماتے ہیں۔۔

''اس فقیر نے نیت کی تھی کہ جب حج سے واپس آؤں گا تو اوچھ (سندھ) پہنچ کر مخدوم سیّد جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کی زیارت ضرور کروں گا۔ جب اوچھ پہنچا تو ان کی قبر کی زیارت کی، لوگوں سے دریافت کیا کہ ان کی جگہ اب سجادہ نشین کون ہے؟ لوگوں نے کہا سیّد راجو قتال ہیں، یہ فقیر ان سے ملاقات کیلئے اشراق کے وقت گیا، دوپہر کے وقت تک بہت آدمی ملاقات کیلئے جمع ہو گئے، ان کا قیام کوٹھے پر تھا، اچانک کوٹھے پر سے ان کا خادم آیا، لوگوں نے اس کی اس قدر تعظیم کی کہ میں سمجھا کہ شاید سیّد راجو یہی ہیں۔ مگر لوگوں نے کہا کہ

---

[1] جامع کرامات اولیاء، از علامہ یوسف نبہانی ص ۸۱۳، ۸۱۴ مترجم سیّد محمد ذاکر شاہ

یہ ان کا خادم ہے۔ پھر خادم ایک ایک کر کے سب کو ان کے پاس لے گئے۔ یہ فقیر ایسے لباس میں تھا کہ خادم نے اس طرف توجہ نہیں کی اور اس فقیر کو اوپر نہ لے گیا۔

سیّد راجو نے خادم سے دریافت کیا کہ کیا کوئی ملاقاتی باقی ہے؟ وہ خاموش رہا۔ سیّد موصوف اس پر بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ اے بے وقوف، ایک بزرگ آدمی فقیر کے لباس میں اپنے کو پوشیدہ کئے ہوئے ہے جاؤ اور فوراً لے آؤ۔ خادم فقیر کے پاس آیا اور بڑی عزت کے ساتھ پیش آیا۔ یہ فقیر اٹھا اور کوٹھے پر گیا۔ جیسی ہی نظر اس فقیر پر ان کی پڑی، فوراً اٹھے اور چند قدم استقبال کر کے معانقہ اور بیٹھنے کے ساتھ ہی فرمایا کہ شیخ احمد! مخدوم جہانیاں کی روح کی قسم، میں نے اس نالائق خادم کو کہا کہ آپ کو فوراً لے آئے، اس نے مجھے خبر ہی نہ دی تھی۔ انھوں نے فرمایا کہ میرا اعتقاد ہے کہ آپ کو دونوں جہان کی خبر ہے، میرے پاس بڑے خلق اور تواضع سے پیش آئے پھر رخصت کرنے کیلئے پیادہ پا اٹھ کر چلے۔ میں نے جس قدر منع کیا اسی قدر قدم آگے بڑھاتے گئے۔ انہوں نے کہا کہ شیخ احمد، جس قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری قدر ہے تم اسی قدر مجھے عزت کرنے نہیں دیتے ہو۔ یہ کہتے ہوئے دروازے تک آئے۔ یہ فقیر ان سے رخصت ہو کر واپس آیا۔

پھر اندر مکان سے ایک تھیلا لے آئے اور سیّد راجو کو لکھا ہوا ایک خط میرے ہاتھ میں دیا، اس کی عبارت یہ تھی: ''برادرم شیخ المشائخ والاولیاء شیخ احمد کھتو دام تقواہ، دعا اور تحیت صدر الدین راجو کی طرف سے، اے برادر واضح ہو کہ یہ ضعیف کسی وقت بھی آپ کو نہیں بھولتا، آپ کو بھی چاہئے کہ خاص وقت میں دعائے خیر سے مجھے یاد رکھیں۔ ایک تھان کمبل فلاں تاجر کے ذریعے سے جو آپ نے بھیجا تھا مجھے ملا ایک عدد تسبیح

آپ کو بھیجی جاتی ہے، استعمال میں لائیں اور مجھے یاد رکھیں'' پھر فرمایا کہ شیخ (محمود مرتب ملفوظ) یہ فقیر اپنے کو ایسے لباس میں پوشیدہ رکھتا ھے، لیکن ہر ایک بزرگ اپنے کشف سے اس فقیر کا مرتبہ جان لیتا ھے، اور یہ درویش باوجود غایت تواضع وانکساری کے اپنے آپ کو اس لباس میں اس لیے پوشیدہ رکھتا ھے کے جو کوئی اہل کشف سے ہوگا وہی میرا مرتبہ جانے گا۔'' ۱

حاشیہ ۱ سیّد جلال الدین جہانیاں جہاں گشت ✿

آپ کا اسم گرامی سیّد حسین جلال الدین اور لقب جہانیاں جہاں گشت ہے، آپ کی ولادت ۱۴ شعبان ۷۰۷ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۳۰۸ء بروز جمعرات عین شب برات کو بمقام اوچ شریف ہوئی۔ آپ کا وصال ۷۸ سال کی عمر میں ۷۸۵ھ بروز عید الاضحےٰ ہوا اور آپ اوچ شریف ملتان میں مدفون ہوئے جہاں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

آپ نے اپنے والد سلطان سید احمد بخاری اور چچا سید محمد بخاری سے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کیا۔ آپ کا مطالعہ بہت عمیق اور وسیع تھا وہ عالم تبحر، حافظ قرآن اور ماہر علم الکلام تھے۔ آپ شیریں کلام، بااخلاق اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ سلطان محمد تغلق نے آپ کو شیخ الاسلام مقرر کیا اور چالیس خانقاہیں آپ کے تصرف میں دیں۔ آپ نے حج بیت اللہ کا قصد کیا اور سات سال تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں گزارے

۱۔ تحفۃ المجالس مجلس ۱۳، ص ۲۳، ۲۴، ۲۵ ✿ اشراف عرب: سید محمد نجم الحسن، ص ۲۴۷، ۲۴۸ ماخوذ از جہانیاں جہاں گشت، ص ۶۱ تا ۱۵۷، از پروفیسر ایوب قادری

جہاں آپ نے شیخ عبد اللہ یافعی اور عبد اللہ مطری سے فیض حاصل کیا۔ بعد ازاں آپ عالم اسلام کی سیاحت کو روانہ ہوئے۔ آپ یمن، عدن، دمشق، لبنان، بصرہ، کوفہ، کربلا، نجف اشرف، شیراز، تبریز، بلخ، نیشاپور، خراسان، سمرقند گازرون، بحرین اور غزنی کی سیاحت کرتے ہوئے اپنے وطن اوچ شریف ملتان لوٹے۔ جہانیاں جہاں گشت نے بیس بزرگوں سے خلافت حاصل کی جن کے اسماء یہ ہیں:

(۱) سید احمد کبیر سہروردی (والد)، (۲) قوام الدین خلیفہ رکن الدین (۳) رکن الدین ابو الفتح (۴) شیخ مکہ عبد اللہ یافعی (۵) شیخ مدینہ عبد اللہ مطری (۶) شیخ شرف الدین محمود شاہ (۷) شیخ نجم الدین کبری (۸) سید محمد بخاری (چچا)، (۹) نظام الدین اولیاء (۱۰) قطب الدین منور (۱۱) نصیر الدین چراغ دہلوی (۱۲) قطب عدن فقیہہ بصال (۱۳) ابو الحسن گازرونی (۱۴) امام الدین (۱۵) حمید حسین (۱۶) سید احمد کبیر رفاعی (۱۷) نجم الدین اصفہانی (۱۸) حضرت خضرؑ (۱۹) اوحد الدین حسینی (۲۰) شیخ نور الدین

آپ کے خلفاء حسب ذیل ہیں:

(۱) اشرف جہانگیر سمنانی (۲) سید صدر الدین راجو قتال (برادر)، (۳) سید علم الدین ترمذی (۴) سید اشرف مشہدی (۵) بابو تاج اللہ بکھری (۶) سید محمود شیرازی (۷) سید سکندر بن مسعود (۸) سید علاء الدین بن سید حسینی (۹) سید شرف الدین

حاشیہ ۔ ۲ سید صدر الدین راجو قتال ✡

سید صدر الدین راجو قتال مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے چھوٹے برادر تھے۔ اپنے والد بزرگوار سے مرید ہو کر برادر بزرگ سے خرقہ خلافت پایا اور ان کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ راجو قتال کو سیر و شکار کا بہت شوق تھا۔ ۸۲۷ھ مطابق ۱۴۲۴ء میں وفات پا کر اوچ شریف میں مدفون ہوئے۔ ان کے چار فرزند تولد ہوئے (۱) سید جلال خواجہ (۲) شیخ روح اللہ (۳) سید عبد العزیز (۴) سید ابو اسحاق

مخدوم راجو قتال نے سید فضل الدین بخاری بن سید ناصر الدین محمود بخاری کو اپنا سجادہ بنایا۔ آپ کے خلفاء حسب ذیل ہیں: (۱) مخدوم فضل الدین (۲) کبیر الدین اسمٰعیل (۳) برہان الدین قطب عالم (۴) شیخ علاء الدین شاہ (۵) شاہ داؤد قریشی (۶) مخدوم عبد الوہاب (۷) اسمٰعیل قریشی (۸) مخدوم جہاں شاہ (۹) شیخ سارنگ

تحصیل علم : علم نور ہے جہل تاریکی۔۔ نور علم ہی سے ظاہر و باطن کی تاریکیاں دور کی جاتی ہیں، جس طرح مجاہد جہاد کیلئے نکلتا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہوتا ہے اور اسے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ ایسے ہی جو طلب علم، تحصیل علم کیلئے نکلتا ہے وہ بھی فی سبیل اللہ ہوتا ہے، ہر ہر قدم پر ثواب اور نیکیاں لکھی جاتی ہیں، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا مَنْ خَرَجَ فِی طَلَبِ العِلمِ فَهُوَ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرجِعُ [۱]

✡ اشراف عرب، ص ۲۵۰، ماخوذ از جہانیاں جہاں گشت، ص ۱۵۷

۱۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۳۴

''فرماتے ہیں کہ بچپنے کے دنوں میں مجھے بابو (اسحاق مغربی) ناگور لے گئے اور قاضی حمید الدین ناگوری کے مدرسہ میں جب ہم پہنچے، بابو کی خدمت میں ناگور کے علماء و خطباء حاضر ہوئے بابو نے ان علماء سے فرمایا کہ اس بچے کو تعلیم دیں، سبھی نے عرض کیا کہ ابھی یہ چھوٹے ہیں، بابو نے فرمایا ابتدائی کتابیں جمع کریں، ہر کوئی نسخہ لے آیا، مولانا تاج الدین امام جامع مسجد نے نسخہ قرآن درست کر کے لایا اور کوئی ہزار الفاظ کا نسخہ لے آئے، دوسرے نے دوات، ان میں سے ایک نے پنج گنج اور مصادر وغیرہ لے آئے''

آپ نے ابتدائی کتابیں ناگور میں پڑھیں اور رفتہ رفتہ درس نظامی کی فوقانی کتابوں سے آپ کو رغبت ہوئی اور بالآخر آپ ان کتابوں کے حافظ ہوگئے جیسا کہ آئندہ مباحث علمیہ کے باب میں آئے گا۔

تفسیر کا شوق: تفسیر کے لغوی معنی بیان و وضاحت کے ہیں اور مفسرین کی اصطلاح میں تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک کے وہ احوال بیان کرنا جس میں عقل کو دخل نہ ہو بلکہ نقل کی ضرورت ہو[1]۔ حضرت شیخ احمد مغربی کو علم تفسیر کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ فرماتے ہیں کہ ابتدائی تعلیم کے دوران باگور کی مجلس میں جب حضرت بابا اسحاق مغربی حاضر تھے اور علماء و فقہاء کے مابین گفت و شنید ہو رہی تھی اور حضرت گنج بخش احمد مغربی سرخیزی بھی موجود تھے فرماتے ہیں۔۔

''قاضی امام شہہ جلال حاضر تھے، امام زاہد کی تفسیر کا آپس میں ذکر ہونے لگا کہ معتبر و معتمد تفسیر ہے، مجھ کو اس تفسیر کا شوق غالب ہوا، میرے پاس دس سکے تھے میں نے

۱۔ تفسیر نعیمی، جلد ۱، ص ۲۶

وہ سکتے قاضی امام کو دے تاکہ اس سے وہ تفسیر ند کور میرے لئے خرید لائیں''

علم کلام اور کمال حافظہ: قرآن و حدیث سے ذاتِ باری و ذاتِ مصطفیٰ، قبر، حشر، نشر، جنت، دوزخ، قیامت وغیرہ کے بارے میں جو عقائد مستنبط ہوتے ہیں، اسے علم کلام کہا جاتا ہے۔ اعمال سے پیشتر عقائد کا درست ہونا ضروری ہے، عقائد کی صحت و سلامتی کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں۔ آیئے ذیل کے واقعہ میں قوت حافظہ ملاحظہ کریں۔۔

فرماتے ہیں کہ ایک دانشمند لکھنؤ میں بابو کی ملاقات کیلئے آیا، بابو نے ان سے فرمایا کہ اس بچے کو تعلیم دیں، انھوں نے کہا کہ ابھی یہ بچہ ہے، بابو نے فرمایا کہ اسے مسجد کے کنارے میں لیجائیں اور ایک مسئلہ زبانی ان کے سامنے تقریر کریں پھر ان سے طبع آزمائی (اسی مسئلے کو دہرانا) کرائیں۔ وہ دانشمند مجھ پر علم کلام کا ایک مسئلہ تقریر کیا اور کہا کہ جو کچھ میں نے کہا تم مجھ پر تقریر کرو۔ جو کچھ اس دانشمند نے کہا تھا میں نے بہ ترتیب اس کی تقریر کی۔ دانشمند خوش ہوا اور بابو کی خدمت میں عرض کیا کہ میری نیت آپ کی ملاقات کے بعد روانہ ہونے کی تھی مگر اس بچے کی ذہانت نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ عقیدۂ حافظیہ کے نسخے سے دو تین مسئلہ روزانہ انہیں تلقین کروں، انھوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک عقیدۂ حافظیہ تمام ہو گئی''[۱]۔ اس واقعہ سے آپ کی ذہانت اور اعلیٰ قوت حافظہ کا پتہ چلتا ہے۔

اصول فقہ: نبی الرحمت ﷺ نے فرمایا۔ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔[۲]۔ اللہ تعالیٰ جس بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا

۱۔ امر قاۃ الوصول، قلمی باب ۴، ص ۹۳، ۹۴ ۔ ۲ مشکوۃ شریف، ص ۳۲

فرماتا ہے۔ شرعی مسائل کے علم کو فقہ سے اور اس کو قواعد و ضوابط کو اصول فقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

''علامہ و مولانا شمس الدین سے آپ نے اصول الشاشی، حسامی اور بزدوی کا کچھ حصہ پڑھا''۔[1]

اول الذکر دونوں کتابیں آج بھی درس نظامیہ میں داخل نصاب ہیں اور مؤخرالذکر کتاب کا صرف اہل ذوق ہی مطالعہ کرتے ہیں۔

علم حدیث: دہلی مسجد خانجہاں کے قریب جاجنگہ فیروز آباد میں آپ نے مولانا شیخ مجد الدین سے علم حدیث حاصل کیا۔ علم حدیث میں مولانا شیخ مجد الدین کو اس زمانے میں ید طولی حاصل تھا اور آپ محدث کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ بے شمار تشنگان علم حدیث کی پیاس آپکی بارگاہ میں بجھی۔ اور آپ کی بارگاہ میں دور دراز کے طلبہ کا ایک جم غفیر ہوتا تھا۔ شیخ احمد گنج بخش مغربی نے بھی آپ ہی سے علم حدیث حاصل کیا، فرماتے ہیں

''ہر روز مولانا شیخ مجد الدین کے درس میں علم حدیث سننے کیلئے میں حاضر ہوتا رہا اور رات کو بزدوی کا مطالعہ ہم نے کیا، متن بزدوی کو اس طرح تحقیق سے ہم نے پڑھا کہ کوئی تشنگی باقی نہ رہی۔ اسکے بعد حواشی ہم نے دیکھے اس میں وہی کچھ تھا جسے ہم پہلے سے جانتے تھے''۔[2]

آپکو علم حدیث میں اتنا کمال حاصل تھا کہ عبارت کے ساتھ حدیث کے الفاظ آپکو یاد

۱۔ مرقاۃ الوصول قلمی، ص ۹۸،

۲۔ ایضاً، ص ۱۰۱

رہتے تھے۔ مرقاۃ الوصول کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مصابیح نام سے حدیث کی کتاب میں ایک جگہ دو سطر عبارت مکمل ایک نسخے میں غائب تھی مگر جب آپ اپنا ذاتی نسخہ دیکھے تو اس میں بعینہ مذکورہ عبارت موجود تھی۔ غالباً یہ مشکوۃ المصابیح ہو گی جو سیدنا ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی کی ہے جو ۷۳۷ھ کی تالیف ہے۔

"قاضی منصور کی موجودگی میں ایک مرتبہ ایک متعلم مصابیح کا نسخہ لایا، ایک جگہ غلطی تھی، شیخ احمد مغربی سرخیزی نے فرمایا اس جگہ اس عبارت کے ساتھ دو سطر متروک ہے۔ قاضی نے اسے قبول نہ کیا۔ شیخ احمد مغربی نے اپنا ذاتی نسخہ دیکھا، چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا تھا اسی عبارت کے ساتھ پایا گیا۔ قاضی شرمندہ ہوا۔"-۱

اس واقعے سے آپ کے ذوق مطالعہ کی طرف اشارہ ملتا ہے اور مزید یہ بھی عکاسی ہوتی ہے کہ آپ کے پاس ایک مستقل کتب خانہ تھا جس میں مختلف کتابیں مسائل و فضائل کی موجود تھیں۔

سیاحت: شیخ احمد مغربی نے اپنی عمر کا ایک طویل عرصہ سیاحت میں بسر کیا جس کے دوران ہند و بیرون ہند میں بیشمار اولیائے کاملین سے آپ نے اکتساب فیض کیا اور بیشمار مخلوق کے الجھے ہوئے مسائل کو حل کیا اور انہیں منزل مقصود کی تعلیم و تلقین کی۔ آپ خود فرماتے ہیں: " یہ فقیر بارہ برس ننگے پیر تنہا بغیر لوٹے کے سفر کرتا رہا۔ جس شہر یا قصبے میں پہنچا رات کو مسجد میں ٹھہر جاتا۔ میرے دل میں خیال ہوا کہ غیر معتکف کو مسجد میں نہ سونا چاہئے۔ نور باطن سے میرے دل کے اس خطرے کو معلوم کر کے فرمایا (یہ

۱- مرقاۃ الوصول قلمی، باب ۵، ص ۱۱۸،

خیال مرتب ملفوظ محمود بن سعید ایرجی کا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو حاجت غسل سے محفوظ رکھا ہے اور عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے۔ لوٹا میرے پاس نہ تھا اس لئے منزل پر جب پہنچتا اور وہاں حوض ہوتا تو اپنے دونوں ہاتھوں سے پانی پی کر وضو کرتا۔ غرض میں نے ان سفروں میں اس قدر مصائب برداشت کئے کہ بیان سے باہر ہے۔" ؎۱

سیاحت کی وجہ: آگے اسی مجلس مقدم کے آخر میں آپ نے سیاحت کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے:

"اس فقیر نے جو اس قدر پیادہ پا سفر کیا وہ فقط آنحضرت ﷺ کے فرمان کی تعمیل کی کیونکہ فرمایا آپ نے وَامشُوا حُفَاۃً عُرَاۃً سَتَرَوُنَ اللّٰہ جَھرۃً ای عیاناً ننگے پاؤں، برہنہ بدن چلو پھرو تاکہ ظاہر طور پر اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکو۔ پھر فرمایا کہ اگرچہ سفر میں بے حد مصائب کا سامنا ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے باطنی آرام اور روحانی خوشی بھی بہت ہوتی ہے۔" ؎۲

حضرت شیخ احمد مغربی نے مختلف ملکوں کی سیاحت اسلئے کی کہ مناظر قدرت کے دلکش نظارے اور مصور حقیقی کی خلقت و تصویر سازی اور خدا کے محبوب بندوں سے اکتساب فیض و مشاہدہ کیا جائے۔ جیسا کہ سید جلال الدین بخاری جو آپ کے مرشد بھی ہیں انہوں نے اہل اللہ کی زیارت اور اکتساب فیض ہی کیلئے دنیا کے بیشتر ممالک کا سفر کیا اور اسی سفر کا اثر آپ کے روئے زیبا پر بھی ہو چکا تھا، بال بکھرے ہوئے اور گندمی چہرے کی خاص علامت کو حضرت امین الدین گاذرونی نے اپنے بھائی حضرت امام الدین گاذرونی کو دی تھی۔ آخرکار "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" عظیم خطاب بھی مخدوم بخاری کو ملا۔

؎۱ تحفۃ المجالس، مجلس ۱۲، ص ۲۳   ؎۲ ایضاً، ص ۲۳

اس سیاحت اور دیگر مواقع میں محققین کی ایک جماعت نے آپ سے شرعی مسائل بھی پوچھے اور اپنی ذہنی و فکری خلش کو بھی دور کیا یہاں آپ کے قلمی ملفوظات مرقاۃ الوصول سے چند اقتباسات ارباب علم و فن کی لذت طبع کیلئے دیے جاتے ہیں تاکہ آپ کے عالمانہ و محققانہ سیرت کے گمنام زاویے بھی اس ضمن میں اجاگر ہو جائیں۔

(ا) ذات باری تعالیٰ پر شی کا اطلاق: قاضی کمال الدین حاکم شہر نہروالا (پٹن گجرات) نے ایک دن حضرت مخدوم احمد گنج مغربی سے عرض کیا کہ شی کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا جائز ہے (حرج نہیں) قاضی نے کہا کہ پس اللہ تعالیٰ کا قول اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اس کا متقاضی ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ قادر ہوگا اپنی ذات پر بھی آپ نے فرمایا متکلم تحت خطاب داخل نہیں ہے بندہ (یعنی حضرت مولانا قاسم مرتب ملفوظ و امام جامع مسجد سرخیز) کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی اس لئے کہ اس آیت کا ظاہری پہلو خطاب سے خالی ہے۔ ایک زمانہ گزر گیا شیخ احمد مغربی کی رحلت کے بعد روحِ شیخ سے استمداد چاہا، عنایت الٰہی سے بات سمجھ میں آئی کہ اس آیت کے سیاق میں آیا ہے اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[ا]

تم کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے آئے گا بیشک اللہ جو چاہے کرے (کنزالایمان)

دوسرا یہ کہ آیت میں شی سے مراد شی مقدور ہے علی کی دلالت کی وجہ سے اور ذات باری تعالیٰ مقدور نہیں اس لئے مقدور نہیں ہوگا۔ پس مراد متکلم سے ذات باری تعالیٰ ہوگا اور خطاب سے مراد لفظ شی تھا، پس ثابت ہوا کہ شی کا اطلاق بھی ذات باری پر جائز ہے اور رب قدیر اس خطاب کے زمرے میں نہیں ہے اسلئے کہ سیاق کلام

ا۔ القرآن، پ ۲، ع ۲

اس طرف مشعر ہے اور وہ قادر مطلق ہے، مقدور نہیں۔

(۲) خلق افعال : خلق افعال سے متعلق ایک استفسار کے تسلی بخش جواب میں آپ نے فرمایا کہ خالق افعال اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ کاسب ہے جیسا کہ ذیل میں اس کو ملاحظہ کریں۔۔۔ مگر اس سے پہلے اس اختلاف کا جاننا ضروری ہے جو ہمارے اور معتزلہ کے مابین ہے۔ معتزلہ اس بارے میں کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال اختیاری کا خالق ہے اور اشاعرہ کا یہ کہنا ہیکہ فاعل و مفعول، عامل و معمول دونوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فرمایا، ''وَجَمِیْعُ أَفْعَالُ الْعِبَادِ مِنَ الْحَرَكَةِ وَ السُّکُوْنِ کَسْبُہُمْ عَلَی الْحَقِیْقَةِ وَاللّٰہُ تَعَالٰی خَالِقُہَا ''ا؎ اور بندے کے تمامی افعال حرکت و سکون میں سے بندے کا کسب ہے اور اللہ تعالیٰ ان افعال کا خالق ہے۔ اور اس کی دلیل میں بے شمار آیات واحادیث ہیں۔ خداوند قدوس نے فرمایا، ''وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ'' ۲؎ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔ اور کسبہم علی الحقیقة کے تحت حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں، ''لَا عَلٰی طَرِیْقِ الْمَجَازِ فِی النِّسْبَةِ وَلَا عَلٰی سَبِیْلِ الْاِکْرَاہِ وَالْغَلَبَةِ بَلْ اِخْتِیَارُہُمْ فِیْ فِعْلِہِمْ بِحَسْبِ اِخْتِلَافِ ھَوَاءُھُمْ وَ مَیْلِ اَنْفُسِہِمْ'' ۳؎ مجاز کے طریق پر نسبت میں نہیں (یعنی کسب کی نسبت بندے کی طرف نسبت مجازی نہیں ہے بلکہ بندہ حقیقت میں کاسب ہے) اور نہ غلبہ واکراہ کے طریقے پر (جیسا کہ فرقہ جبریہ وقدریہ نے گمان کیا) بلکہ بندے کا ان افعال کو اختیار کرنا میلان طبع اور اختلاف ہوا کے طریقے پر ہے۔

ا؎ شرح فقہ اکبر، ص ۵۹، ۶۰

۲؎ القرآن، پ ۲۳، ع ۷ ۔ ۳؎ شرح فقہ اکبر، ص ۵۹

ایسا پھر کیوں نہ ہو کہ سزا و جزا، ثواب و عذاب کا مدار ہی اس پر ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے، ''لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ'' ا۔ ترجمہ: اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی (کنزالایمان)

اس آیت کی تفسیر میں صاحب جلالین فرماتے ہیں، '' لَهَا مَا كَسَبَتْ مِنَ الْخَيْرِ أَيْ ثَوَابَهُ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ مِنَ الشَّرِّ أَيْ وِزْرَهُ۔'' ۲۔ نیکی میں سے یعنی اس کا ثواب۔۔ شر میں سے یعنی اس کا عذاب نفسوں کیلئے ہے۔

اب ذیل کے واقعے میں شیخ احمد مغربی گنج بخش کا نورانی ملفوظ ملاحظہ کریں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکو علم عقائد اور علم کلام میں کامل دسترس حاصل تھا۔ فرماتے ہیں۔

سیّد کمال الدین نبیسہ (ناتی، پوتا) سیّد دسولدار ایک دن دہلی کی خانجہاں مسجد میں شیخ احمد گنج بخش مغربی کے ساتھ موجود تھے ایک خراسانی آیا اور شیخ احمد مغربی سے علمی گفتگو کر کے واپس ہوا۔ مخدوم احمد مغربی کی عالمانہ گفتگو سے وہ خراسانی آپ کا معتقد ہو گیا اور سید کمال الدین کو اپنی عالمانہ جاہ و جلال کی وجہ سے یہ بات بری لگی کیوں کہ مخدوم احمد مغربی سے زیادہ صاحب علم وہ خود اپنے آپ کو سمجھتے تھے۔ شیخ احمد مغربی سید کمال الدین کے اس خطرۂ قلبی سے واقف ہو گئے اور پھر آپ نے الزامی طور سے فرمایا ''کہ ہمارے اور معتزلہ کے درمیان مسئلہ مشہور ہے اور مختلف فیہ بھی ہے کہ معتزلہ اس پر ہیں کہ خالق افعال بندہ ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو گا تو ہم احکام شرح سے مامور کس طرح ہوں گے۔ یہاں تک کہ کوئی فعل مامور میں سے وجود ہی میں نہیں آئے گا اور مامور بہ ذمہ سے کس طرح ساقط ہو گا۔ اس کے ساتھ دلیل بین بھی پیش کر دی تھی۔ جب شیخ

ا۔ القرآن، پ ۳، ع ۸، س بقرہ ۲۔ جلالین شریف، ص ۴۵،

احمد مغربی نے ان کے تحیر و استعجاب کو ملاحظہ فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ سنت الہٰیہ اس پر جاری ہے کہ بندہ جب کسی فعل کا عزم کرتا ہے حق تعالیٰ اس فعل کا پیدا کرنا اس بندے کے وجود میں کر دیتا ہے اس معنی کر اس فعل کو مخلوق باری تعالیٰ کہتے ہیں اور بندے کا کسب کہتے ہیں۔''

(۳) حجاب حق : آپ نے سیاحت کے درمیان سمرقند وغیرہ کا سفر فرمایا۔

'' سمرقند میں علماء و فضلاء کا مجمع تھا علماء سید شریف کے شاگردوں سے مباحثہ کرتے تھے اور استاد اپنے شاگرد سے کہتے تھے کہ رسالہ رحیق جو شیخ شہاب الدین سہروردی کی تصنیف ہے میں آیا ہے کہ '' لَا حِجَابَ اِلاَّ وَجُودُکَ '' حق سے حجاب نہیں ہے مگر تیرا وجود، آپ فرماتے ہیں کہ استاد کی اس تقریر سے میں نے نالاں ہو کر نگاہ غضب اس پر ڈالی اور کہا کہ وجود کو حجاب مت کہو، تقرب وجود سے ہے، توصل وجود سے ہے، حضور وجود سے ہے، مشاہدہ وجود سے ہے، مکاشفہ وجود سے ہے۔ استاد اس بحث میں پشیماں ہوا، بحث مذکور کو جب سید شریف کے سامنے پیش کیا گیا تو سید شریف نے فرمایا کہ بحث کا ہر دو جانب صحت پر ہے یعنی بندگی مخدوم شیخ احمد مغربی بجہت ذات کو لیا اور تم لوگوں نے کون وصفات کو جو کہ مصنف کی مراد ہے اور وجود ذات وصفات کے درمیان مشترک ہے''

ملفوظ میں جو سید شریف نام آیا ہے اس سے مراد میر سید شریف جرجانی میں جو اپنے وقت کے جلیل القدر عالم گزرے ہیں اور آپ کی کئی تصنیفات آج بھی درس نظامیہ کے نصاب میں داخل ہیں اور طلبہ کو پڑھائی جاتی ہیں۔ آپکی مشہور و معروف تصنیف تعریفات ہے جس میں ہر فن کے الفاظ مصطلحہ کی جامع تعریف ہے۔ اور شیخ شہاب الدین سے مراد شہاب الدین سہروردی ہیں جو ایک مشہور و معروف ولی کامل گزرے ہیں۔ انشاء اللہ سیدنا شاہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے باب میں ان کا مختصر ذکر آئے گا۔

(۴) حل اشکال: مخدوم شیخ احمد مغربی نے صرف عوام کی شکل کشائی نہیں فرمائی ہے بلکہ آپ نے بیشمار کہنہ مشق علماء و مدرسین کی ذہنی و فکری مشکلات کو چشم زدن میں دور کیا ہے ذیل میں سمرقند کے ایک کہنہ مشق مدرس کا واقعہ ملاحظہ کریں، فرماتے ہیں'' ایک دانشمند مدرس سمرقند کے مدرسے میں طلبہ کو سبق پڑھارہا تھا یہ فقیر حاضر ہوا، اس نے سبق پڑھانا بند کردیا، ہم نے کہا مولانا کس واسطے سبق نہیں پڑھارہے ہو؟ اس نے کہا مخدوم ایک عرصہ ہوگیا میں مشقت میں پڑا ہوں اب وقت آگیا ہے کہ کسی غیر کو اس مسند پر بٹھادیا جائے۔ ہم نے کہا کہ جب ہم اور شیخ عبدالاول یکجا ہو جائیں آپ حاضر ہونا، انہوں نے ایسا ہی کیا۔ شیخ عبدالاول کو ہم نے کہا کہ یہ ایک زمانے سے مسکین ہے، مشقت میں مبتلا ہے، کس واسطے اسے محروم کرتے ہو، شیخ عبدالاول نے کہا،

'' مخدوم، یہ عزیز مسئلہ وضو کی بھی تحقیق نہیں کرتا۔ ہم نے کہا تحقیق سخت کام ہے۔ پھر اسے اپنے حلقے میں بٹھایا گیا۔ اس مدرس نے پوچھا کہ لفظ اٰمنُوا اللّٰہ تعالیٰ کے قول ''یا اَیُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الآیہ''۔۱ ترجمہ: اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤاور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔۲۔ میں کیا معنی رکھتا ہے؟ ظاہر اس کا یہ ہے کہ مخاطب وہ لوگ ہوں گے جو خطاب سے پہلے ایمان لائے تھے۔

شیخ عبدالاول حاضر تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس جگہ یہ آیت تین معنی رکھتی ہے، وہ لوگ جو ایمان لائے، یا لاتے ہیں، یا لائیں گے۔ مجھ کو یہ بات دشوار لگی۔ ہم نے کہا، آپ یہ بات کہاں سے کہتے ہیں، کس سے سنا ہے، یا کہیں دیکھا ہے، یا آپ کی تحقیقات میں سے ہے؟ شیخ عبدالاول نے میری بات بغور سنی اور کہا، اس کا جواب مخدوم ہی عنایت

۱۔ القرآن، پ ۶، ع ۵ ۲۔ کنزالایمان

فرمائیں۔ ہم نے کہا کہ تم نے یہ غلط کہا اسلئے کہ جو ایمان لے آیا اس کا ایمان ماضی ہوا، امنوا کے تحت آ گیا۔ شیخ عبدالاول چپ ہو گئے۔ مدرس قدیم کو کہا کہ ہم آپ کی تائید کرتے ہیں'' اس توضیح سے حضرت شیخ احمد مغربی کی باریک بینی اور قرآن فہمی کا صحیح پتہ چلتا ہے اور علم نحو میں مہارت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

(۵) عین مسئلہ: علمائے سمرقند کے ساتھ مکالمے میں ایک بار آپ نے فرمایا متن ہدایہ یعنی قدوری میں آیا ہے وَاصِلُ قَوْلُهٗ تَعَالٰی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الاٰۃ وضو میں چار چیزیں فرض ہیں جس کی دلیل میں صاحب قدوری نے آیتِ مذکورہ کو پیش کیا ہے یعنی دلیل دعوی پر مقدم ہے۔

دلیل کو مسئلہ پر کس واسطے مقدم کیا اکثر مسائل فقیہہ پہلے بیان کرتے ہیں، پھر بعد میں اس کی دلیل پیش کرتے ہیں جیسا کہ فقہ کی کتابون کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے اس کا جواب علمائے سمرقند نے شارحین کے جواب کو پیش کیا جیسا کہ ہدایہ کتاب الطہارات کے حاشیہ میں، ''تَبَرَّکَ الْمُصَنِّفُ بِتَقْدِیْمِ الْاٰیَۃِ الدَّالَّۃِ عَلٰی فَرْضِیَّۃِ الْوُضُوْءِ''[1]

مصنف نے تبرک حاصل کیا فرضیتِ وضو پر دلالت کرنے والی آیت کو مقدم کر کے۔

علمائے سمرقند نے بھی یہی جواب دیا کہ تبرک و تیمّن کیلئے۔ مخدوم شیخ احمد مغربی نے اس پر ایراد وارد کیا کہ تو پھر ہر مسئلے پر تبرک و تیمّن کی رعایت ہونی چاہئے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کہ مسائل سے پہلے اس کی دلیل آیت وغیرہ کو مقدم کیا گیا ہو۔ علمائے سمرقند نے کہا کہ اس ایراد کا جواب مخدوم ہی عنایت فرمائیں، مخدوم شیخ احمد مغربی نے فرمایا کہ یہ ایسی آیت ہے کہ عین مسئلہ اس آیت میں مذکور ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔''

(۶) علم متناہی و غیر متناہی: مخلوق کا علم متناہی ہے جس کا احصاء ممکن ہے اور مخلوق کا

---

[1] ہدایہ، جلد ۱، ص ۳، حاشیہ ۸

علم لاحق ہے سابق نہیں اور خالق کا علم غیر متناہی ہے جس کا شمار غیر ممکن اور سابق بھی ہے اسلئے حادث نہیں بلکہ قدیم اور صفات ازلی میں داخل ہے۔

ذیل میں سلطان احمد شاہ بانی احمد آباد کا ایک استفسار ملاحظہ کریں اور اس سے باہمی خوشگوار روابط کا بھی پتہ چلتا ہے، فرماتے ہیں، ''ایک دن سرخیز کی جامع مسجد میں جمعہ کی اقامت ہوئی، سلطان احمد شاہ بھی حاضر تھے، خطیب نے خطبہ میں پڑھا اَلعَلِیمُ اَلَّذِیْ یُحِیطُ عِلْمُہٗ بِمَا لَا یَتَنَاهِیْ عَدَہٗ اِحْصَائِہٖ۔ ترجمہ: وہ علیم (یعنی خداوند قدوس) جن کا علم محیط ہے ان کو جن کا احصاء و شمار غیر ممکن ہے، سلطان احمد شاہ نے شیخ احمد مغربی سے پوچھا۔ مَالَا یَتَنَاهِیْ (جس کی انتہا ممکن نہ ہو) کا احاطہ کس طرح معقول ہوگا؟ شیخ احمد مغربی نے فرمایا کہ بہشتیوں کے جانوں کی تعداد کو مخلوق جانتے ہو یا نہیں؟ سلطان احمد شاہ نے کہا مخلوق ہے، شیخ احمد مغربی نے فرمایا کہ جب مخلوق کہتے ہو تو یہ بات محقق ہو گئی کہ معدود و محصور ہوگا۔ قاضی خانوں محتسب نے کہا پس اس توجیہہ سے فناء بہشت و اہل بہشت لازم آتا ہے اور یہ قول کلام ربانی کے خلاف ہے۔ سلطان احمد شاہ نے انصاف کے طریقے سے کہا کہ آپ شیخ کے جواب کو نہیں سمجھے، شیخ نے اس کا رد پہلے ہی کر دیا ہے اور جواب میں فرمایا ہے مخلوق کہتے ہو یا نہیں جب مخلوقیت کے قائل ہو گئے تو قطعاً الزامی طور سے معلوم و محصور ہوگا۔''

مولانا قاسم مرتب ملفوظ فرماتے ہیں کہ ''کیا ہی اونچی استعداد سلطان کی ہے کہ مخدوم کے کلام کو کس طرح سمجھ گئے اور دانشمند حضرات اسے نہ سمجھ سکے''[۱]

(۷) اسباب علم: شی کے انکشاف کی کئی صورتیں ہیں مگر مبنی اور اصل کی طرف نگاہ کی جائے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ اسباب علم تین ہیں جیسا کہ علامہ سعد الدین

۱؎ مرقاۃ، ص ۱۱٦

تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں: ''اَسْبَابُ الْعِلْمِ لِلْخَلْقِ ثَلَاثَةُ الْحَوَاسِ السَّلِیْمَہ وَالْخَبَرِ الصَّادِقُ وَالْعَقْل''[1]

مخلوق کو کسی بھی قسم کا علم حاصل ہو، وہ انہی تینوں میں سے کسی ایک سے منسلک ہوگا۔ ''ایک دن بحث ہو رہی تھی کہ اسباب علم چند ہیں؟ شیخ احمد مغربی نے فرمایا، تین ہیں۔ مولانا ابراہیم مدرس جلال میں آگئے اور کہنے لگے، خیر مخدوم، اسباب علم زیادہ ہیں، آپ کس واسطے تین فرماتے ہیں؟ ہر چند فہمائش کی کوشش کی گئی مگر وہ نہ سمجھے اور اپنی بات پر اٹل رہے۔ دوسرے دن پشیمان ہو کر آئے اور کہنے لگے، جیسا کہ مخدوم فرماتے ہیں، اسباب علم تین ہی ہیں''[2]۔

(۸) دیباچہ متن بزدوی: متن بزدوی کے دیباچے کے اہتمام میں بعض نسخے میں آیا ہے، وَھٰذَا الْکِتَابُ لِبَیَانِ النُّصُوصِ لِمَعَانِیْھَا وَ تَعْرِیْفِ الْاُصُول بِفُرُوعِھَا عَلٰی شَرْطِ الْاِیْجَازِ وَ الْاِخْتِصَارِ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی'' شیخ احمد مغربی نے فرمایا یہ محلِ انشاءاللہ تعالیٰ نہیں تھا۔ بعض علماء نے اس کا اعتراف کیا اور بعض نے اسے نہ مانا۔ اچانک خراسان سے متن بزدوی کا ایک نسخہ پہنچا، اس میں انشاءاللہ نہیں تھا۔ بزدوی حضرت علی بن محمد بن حسین فخر الاسلام ابو الحسن البزدوی کی تصنیف ہے۔ ۴۰۰ھ میں آپ پیدا ہوئے، آپ فقیہہ ماہر اصول و فروع مرجع انام مفتی حنفیہ تھے۔ آپ حفظ مذہب میں ضرب المثل ہیں۔ آپ کی تصانیف مفیدہ بہت یادگار ہیں جیسے اصول میں متن معتمد معروف بہ اصول فخر الاسلام بزدوی، و شرح مبسوط گیارہ مجلدات میں و شروح جامعین صغیر و کبیر و تفسیر قرآن و غناء الفقہا و امالی وغیرہ تالیفات اصول و فروع و تفسیر و حدیث میں ہیں (مقدمہ فتاویٰ عالمگیری، ص ۶۹)

۱۔ شرح عقائد، ص ۱۰ ۲۔ مرقاۃ، ص ۱۱۷

(۹) نسخۂ مشکوٰۃ: قاضی منصور کی موجودگی میں ایک متعلم مصابیح کا نسخہ لایا، ایک جگہ غلطی تھی۔ شیخ احمد مغربی نے فرمایا، اس جگہ اس عبارت کے ساتھ دو سطر متروک ہے۔ قاضی نے قبول نہ کیا۔ شیخ احمد مغربی نے اپنا ذاتی نسخہ دیکھا، جو آپ کے زیر مطالعہ تھا، چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا تھا اسی عبارت کے ساتھ پایا گیا، قاضی شرمندہ ہوا۔

اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد مغربی کے پاس ایک مستقل کتبخانہ بھی تھا اور اس میں ایک معتد بہ ذخیرہ کتابوں کا موجود تھا اور خود آپ کی تصنیف کردہ ایک کتاب سلطان احمد شاہ کے نام سے معنون ہے، ''رسالہ احمدیہ'' جو اس لائبریری میں موجود ہے۔

(۱۰) حجیت الہام: ایک دانشمند نے کہا کہ الہام حجت نہیں ہے۔ شیخ احمد مغربی نے فرمایا، مولانا، یہ کہو کہ الہام حجت ہونے کے قائل نہیں ہے۔ یہ مت کہو کہ حجت نہیں ہے، اسلیئے کہ جس پر الہام کیا گیا اس کیلئے حجت ہوگا۔

(۱۱) مسئلۂ تناسخ: ایک دن شیخ احمد مغربی کی موجودگی میں سلطان احمد شاہ بانیِ احمد آباد کو پیچیدگی پیدا ہوئی تناسخ کے مسئلے میں۔ تناسخ وہ ہے کہ ایک کی روح دوسرے کے بدن میں حلول کرے اور یہ مذہب اسلام میں باطل ہے۔ سلطان احمد شاہ نے کہا کہ حدیث میں اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُومِنِینَ لَفِی طَیرٍ خِضْرٍ بے شک مومنوں کی روحیں سبز پرندوں میں رہتی ہیں۔ صریح آیا ہے تو کس واسطے تناسخ باطل ہوگا جب احمد شاہ کی یہ بحث شیخ احمد مغربی کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ وہ یعنی کافر و مشرک بدن جدید کے قائل ہیں اور طیر خضر بدن جدید نہیں ہے۔ احتمال رکھتا ہے کہ بدن سابق ہو اور ان اہل ہنود کے نظریے کے مطابق دوسری شرط یہ ہے کہ بدن جدید میں روح موثر ہو اور طیر خضر میں مومن کی روح موثر نہیں ہے۔[۱]

۱۔ امرقاۃ الوصول قلمی، ص ۱۲۰

یوں تو شیخ احمد مغربی سے علمائے وقت نے بے شمار علمی استفسار کئے ہیں اور آپ نے ہر ایک سوال کا عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں تسلی بخش جواب عنایت فرمایا ہے۔ طوالت کے خوف سے اتنے ہی، پر ہم نے اکتفاء کیا ہے۔ انہی چند اقتباسات کی روشنی میں آپ کی علمی لیاقت و قابلیت اجاگر ہو جاتی ہے، یہ سارے علمی استفسار ہم نے مرقاۃ الوصول باب پنجم سے اخذ کیا ہے۔

سمرقند میں طالب علم کی اصلاح: آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ سمرقند کی ایک مسجد میں پہنچا، ایک عالم کے ارد گرد شاگرد بیٹھے ہوئے تھے، یہ فقیر معمولی کپڑے پہنے دور بیٹھا تھا۔ ایک طالب علم نے حسامی پڑھتے ہوئے عبارت میں غلطی کی، میں نے کہا اعراب غلط پڑھ رہے ہو، اس عالم نے جب سنا فوراً کھڑا ہو گیا اور مجھ سے آکر ملاقات کی اور جہاں وہ درس دے رہا تھا اپنے نزدیک لے جا کر مجھے بٹھایا۔ پھر علم اصول میں متعدد سوال کئے، فقیر نے ہر سوال کا جواب معقول دیا وہ عالم بہت خوش ہو کر معتقد ہو گیا اور کہنے لگا کہ حضرت باوجود اسقدر کامل علم رکھنے کے اس قدر معمولی لباس اور درویشی ٹوپی کیوں پہنتے ہیں؟ فقیر نے کہا کہ ایک تو علم اس پر اگر اچھے کپڑے بھی زیب تن کئے جائیں تو نفس بد خوئی کرنے لگے گا۔ اسلئے مخصوص طور پر فقیر اپنے کو اس لباس میں مخفی رکھتا ہے تا کہ اس حدیث کے زمرے میں شامل کیا جاؤں۔ ''میرے دوست میری قبا میں مخفی رہتے ہیں، میرے سوا کوئی دوسرا ان کو نہیں جانتا''[1]

اس حکایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصول فقہ کی اہم کتاب حسامی آپ کے ذہن نشین تھی۔ جاننا چاہئے کہ حسامی اصول فقہ کی معتبر کتاب ہے اس کی شرح نامی بھی مشہور و معروف ہے اور درس نظامیہ میں فوقانی جماعت کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے۔

۱۔ تحفۃ المجالس، مجلس ۴۴

اصول الشاشی نور الانوار کے بعد اس کتاب کو پڑھائی جاتی ہے۔

کمال عقل : حضرت شیخ احمد مغربی کو عقل و خرد میں بھی وافر حصہ ملا تھا، زیرکی و دانائی آپ کے ملفوظات سے عیاں ہیں، عقل میں اس قدر آپ کو کمال حاصل تھا کہ لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ ''حضرت قطب العالم شیخ احمد مغربی نے کمال عقل کی باعث اپنی شخصیت لوگوں سے تسلیم کرالی'' اور سلطان احمد شاہ بانی احمد آباد نے بڑی پیاری بات اس سلسلے میں فرمائی ہیں، فرماتے ہیں،

''ایک دن نظام الملک اس فقیر کے پاس آیا، کہنے لگا کہ سلطان احمد شاہ کے سامنے ایک دفعہ عاقلوں کی عقل مندی کا ذکر ہوا تو سلطان نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ برادر جلال! اگر عقل کو صورت ہوتی تو وہ شیخ احمد کھٹو ہی کی صورت پر ہوتی۔ اللہ تعالی نے ہر قسم کے فضائل ان کو عطا کیا ہے اور وہ برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں'' ا؂

سخاوت : آپ اپنے وقت کے بڑے سخی شمار کیے جاتے ہیں، غربا پروری، مہمان نوازی آپ کا شعار تھا، جو کوئی آپ کی خانقاہ میں آتا اس کی دل کھول کر مہمان نوازی کرتے، غریب و فقیر ہی نہیں بلکہ آپ سلطان وقت کو بھی ۲۵ ر ٹنکا روپیہ عطا فرما کر تاریخ گجرات میں اپنا مقام حاصل کیا ہے، جسکا بیان کشف و کرامات کے ذکر میں آئے گا۔ کوئی بھی غریب الوطن مسافر آپ کی خدمت میں آتا اور اپنی غربت و افلاس کا اظہار کرتا آپ انہیں حسبِ منشا تحفہ و تحائف عطا فرماتے۔ ذیل میں اس قسم کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے، آپ نے فرمایا ''ایک مسافر درویش خدمت میں قدمبوسی کیلئے حاضر ہوا، دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا ملک پنڈوہ بنگال سے حاضر ہوا، میں سنا کہ ملک گجرات میں ایک شخص کشف و کرامات والے شیخ احمد کھٹو نامی بزرگ ہیں جو لوگوں کو روپیہ

ا؂ ایضاً، مجلس ۲۷، ص ۵۰

اور اشرفی عنایت کر کے سخی مشہور ہو گئے ہیں۔ اور یہ حقیر کئی جوان لڑکیاں رکھتا ہے، اتنی قدرت نہیں کہ ان کا نباہ کر دے، اسلئے مخصوص طور پر ان سے ملنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت شیخ قطب عالم (بابا احمد مغربی) نے ایک معقول رقم دے کر رخصت فرمایا۔ اس کے بعد زبان مبارک سے ارشاد ہوا کہ جیسا اس کا گمان تھا اس کو دیا گیا اور یہ فقیر کس کو کیا دے گا دینے والا تو اصل حق تعالیٰ ہے، البتہ ہر شخص اپنے اپنے حصے کے موافق لے جاتا ہے۔[1]

آپ کی سخاوت و غربا پروری کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی خانقاہ کا سالانہ خرچ ایک لاکھ پچیس ہزار روپے ہوتا تھا، حضرت شیخ احمد مغربی کے پاس جو بھی نذرانہ و فتوح آتے تھے مولانا منصور اسے خانقاہ میں خرچ کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت شیخ احمد مغربی نے ایک بنیے کو بلا کر فرمایا، ''کہ اس خانقاہ کی آمد تمہارے سپرد کرتا ہوں، آمد و خرچ کا حساب تو جانے، بنیا جو کچھ آتا جمع کر کے خرچ کرتا، جب ایک سال ہو گیا تو بنیا اس فقیر کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ایک گھنٹہ انتظار کر کے چلا گیا دوسرے دن ھی اسی طرح کھڑے رہ کر چلا گیا۔ جب تیسرے دن آیا تو اس سے دریافت کیا گیا کہ آج کئی روز سے تم آ رہے ہو کچھ کہنا ہو تو کہو۔ اس نے کہا کہ سال بھر کا جمع خرچ دیکھ لیتے اس فقیر نے کہا زبانی ہی بتا دو اس نے کہا کہ جمع پچھتّر ہزار اور خرچ ایک لاکھ پچیس ہزار تنکہ (روپیہ) ہوا''۔[2]

ہاتھ اونچا رہے: آپ کے مرشد بابا اسحاق مغربی نے آپ کو یہ دعا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ بابا احمد کے ہاتھ کو ہمیشہ اونچا رکھے۔ ذیل میں اس کو ملاحظہ کریں۔۔ آپ نے فرمایا ''کہ بابو اسحاق فرماتے ہیں کہ بابا احمد سخاوت بہت کرتا ہے یہ نہیں سوچتا ہے کہ ایسا نہ ہو

---

[1] تحفۃ المجالس، مجلس ۲۰، ص ۳۶   [2] ایضاً، مجلس ۱۴، ص ۲۵، ۲۶

کہ ہاتھ نیچا کرنا پڑے، عرض کیا کہ بزرگوں کی برکت سے ہمیشہ میرا ہاتھ اونچا رہے گا ہرگز نیچا نہ ہوگا۔ حضرت بابو اسحاق مغربی نے فرمایا کہ بابا احمد! میں نے فقط تم کو آزمایا، میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمیشہ تمہارا ہاتھ اونچا رہے اور مخلوق کا ہاتھ تمہارے نیچے رہے۔''[1]

لباس: آپ ہمیشہ مسنون طریقے کا لباس زیب تن فرماتے تھے اور اس میں سیکڑوں جگہ رفو کیا ہوا ہوتا تھا۔ آج بھی آپ کے لباس مبارک کی زیارت کرنے سے پتہ چلتا ہے سرخیز روضہ سے متصل دکھن جانب سرخیز کی لائبریری کے پاس بڑی احتیاط سے فریم کیا ہوا موجود ہے۔ اہل ذوق جانتے ہیں اور زیارت کرتے ہیں اس جگہ وہ نایاب تحفہ بھی موجود ہے جو آپ کو مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کے قرب میں تحفتاً ملا تھا۔ ذیل میں آپ کے لباس کی تھوڑی جھلک اس واقعہ سے ملتی ہے۔ فرماتے ہیں، ''مرتب ملفوظ حضرت محمود بن سعید ایرجی بیان کرتے ہیں کہ ''قدمبوسی کی عزت حاصل ہوئی آنے والے بھی قدمبوسی کرکے اور تبرک لے کر واپس گئے، ایک گھنٹہ کے بعد دھوبی آپ کا کپڑا لایا، برآمد خادم کو حکم دیا کہ کپڑا ان کے پاس لائے، کھول کر دیکھا تو بہت پرانا اور جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ آپ نے برآمد خادم کو کہا کہ درزی کے پاس جاکر سلا لاؤ، خادم نے درزی کے پاس سے واپس آکر کہا، درزی کہتا ہے کہ اب یہ سینے کے قابل نہیں رہا۔ آپ نے دوبارہ حکم دیا کہ درزی سے کہو کہ جس طرح ممکن ہو اس کو سی ڈالو۔ اس نے کسی طرح اس کو سی کر بھیجا اور آپ نے اس وقت اس کو استعمال فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ بابا کسی طرح اس کو چند روز پہنوں گا، آپ نے پائجامہ بھی دکھایا وہ بھی پرانا اور بوسیدہ حال تھا۔ اس کے بعد ہندوستانی زبان میں آپ نے فرمایا کہ فقیروں کی نشانی یہی ہے اور اپنا ہاتھ اس پرانے کپڑے پر رکھ کر جو آپ کے بدن پر تھا فرمایا کہ یہ حق ہے۔ اور اس قیمتی لبادہ کی طرف

۱۔ تحفۃ المجالس، مجلس ۲۱، ص ۷۳

اشارہ کر کے جو پلنگ پر تھا فرمایا کہ یہ بھی حق ہے۔ ۱

حضرت شیخ احمد مغربی نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ اصلاح خلق، خلوص و للہیت اور استقامت فی الدین میں گزارا۔ نماز میں آپ کو مکمل خشوع و خضوع حاصل ہوتا تھا اور آپ کے فیض باطنی کے اثر سے مقتدی حضرات جو آپ کے پیچھے نمازیں ادا کرتے انہیں بھی خشوع و خضوع حاصل ہوتا۔ شب میں گریہ وزاری، خوف الٰہی، تہجد و نوافل کی ادائیگی میں مصروف رہتے اور استقامت کا مقام اسلام میں تو اتنا اونچا ہے۔ حضرت شیخ ملا علی قاری نے فرمایا، اور اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں نقل فرمایا کہ استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔ ''اَلْاِسْتِقَامَۃُ خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ کَرَامَۃٍ'' ۲ مگر پھر بھی بے ساختہ آپ کی ذات سے ایسی کشف و کرامت کا ظہور ہوا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ ذیل میں آپ کے کچھ کشف و کرامت کے واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

کشفی تعارف: حضرت شیخ احمد مغربی کے مقام کو اہل اللہ نے اپنی ایمانی طاقت اور کشف سے پہچان لیا اور اپنے مقام کی بلندی اور قرب الٰہی کی درخواست آپ سے کی۔

ذیل میں ایک کشف کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنگال کے مردم خیز علاقے پنڈوہ کے بزرگ شیخ نور نے آپ کے مقام کو پہچانا اور مرید کو تاکید کر دی کہ ان سے ضرور ملاقات کرے۔ ''زبان مبارک سے شیخ احمد مغربی نے فرمایا، کہ ایک دولت مند سوداگر خانجہاں دہلی کی مسجد میں تین سیر کا کوزۂ نبات مصری اور بڑا نافہ مشک میرے آگے بطور نذر کے پیش کیا، اس فقیر نے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو اور مجھ کو کس طرح پہچانتے ہو، اور میری نسبت تم کو کیا معلوم ہے۔ اس نے کہا میں شیخ نور ✿ کا مرید ہوں اور پنڈوہ سے آتا ہوں اور میں اس سے پہلے بھی دہلی آیا تھا، جب اسباب خرید کر کے پنڈوہ واپس گیا تو

۱۔ تحفۃ المجالس، مجلس ۷، ص ۱۱۴ ۲۔ شرح فقہ اکبر، ص ۱۹۸،

قدمبوسی کیلئے اپنے پیر شیخ نور کے پاس پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ دہلی میں کن مشائخ سے ملاقات کی؟ بندے نے ہر ایک کا نام ایک ایک کر کے عرض کیا۔ فرمایا کہ حضرت شیخ احمد کھٹوی سے بھی ملاقات کی؟ بندہ خاموش رہا، پھر آپ نے فرمایا کہ اگر ان سے نہ ملے تو تمہارا دہلی جانا ہی بیکار ہوا۔

جب میں نے یہ سنا تو بیقرار ہوگیا، تمام سامان سفر مہیا کر کے دوبارہ دہلی آیا اور حضرت شیخ نور اپنے پیر کے حکم کے بموجب آپ کی قدمبوسی کی عزت حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت قطب العالم شیخ احمد مغربی نے فرمایا کہ آج تک نہ میں نے ان کو دیکھا ہے نہ انہوں نے مجھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس بندے کا جو مرتبہ ہے انہوں نے کشف یا مراقبہ کے ذریعے خود معلوم کر لیا اور ان دنوں یہ فقیر سخت مجاہدہ اور ریاضت کر رہا تھا اور روزانہ کھلی کے ٹکڑے سے بھی کم چیز سے افطار کرتا'' ا؎

✡ غالباً قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ نور سے مراد شیخ نور قطب عالم ہیں جو حضرت علاؤالدین پنڈوی کے شہزادے اور خلیفہ ہیں اس لئے کہ سن ولادت و وفات سے عیاں ہے کہ آپ شیخ احمد مغربی کے ہم عصر ہیں اور اس وقت غالباً ۸۰۲ھ کے بعد حضرت شیخ احمد مغربی دہلی کی خانجہاں مسجد میں برائے ریاضت مقیم تھے جیسا کہ آپ کے ملفوظات سے پتہ چلتا ہے۔



ا؎ مجلس اول، تحفۃ المجالس، ص ۲، ۳

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں (اقبالؔ)

شیخ نور قطب عالم

ولادت ۷۲۲ھ وفات ۸۱۳ھ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ آپ شیخ نور قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اور شیخ علاء الحق کے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔ ہندوستان کے بہت بڑے ولی اور صاحب ذوق و شوق اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ منقول ہے کہ آپ اپنے والد محترم کی خانقاہ کے جملہ درویشوں اور فقیروں کی خدمت کرتے اور اپنے ہاتھ سے ان کے کپڑے دھویا کرتے اور ان کی ضروریات کیلئے پانی گرم کر کے دیا کرتے تھے۔ ابتداء میں آپ کے سپرد پانی کا انتظام تھا۔ اتفاقاً ایک دن آپ پانی کے انتظام میں مصروف تھے کہ اچانک ایک فقیر کے پیٹ میں درد ہوا اور وہ سیدھا آب خانہ میں گھس آیا اور اسے اتنا بڑا دست آیا کہ نور الحق کے تمام کپڑے خراب ہو گئے۔ اتفاقاً اس وقت آپ کے والد بزرگوار شیخ علاء الحق بھی وہاں سے گزرے تو اپنے فرزند نور الحق کو اس حالت میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد آپ کے سپرد ایک دوسرا کام کر دیا کہ اب یہ کام کرو۔

شیخ حسام الدین مانکپوری کے ملفوظات رفیق العارفین میں لکھا ہے کہ شیخ نور الحق نے متواتر آٹھ برس اپنے شیخ کے گھر کی لکڑیاں چیریں۔ شیخ نور الحق کے بڑے بھائی اعظم خاں جو اس وقت کی حکومت کے وزیر تھے، آپ کی یہ حالت دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ قاضی نور الحق، تم نے تمام خوبیاں غارت کر دیں اور اپنی عزت خاک میں ملا دی۔

ایک روز شیخ علاؤ الدین نے نور الحق سے کہا کہ اے نور الحق دیکھو یہ عورتیں جہاں پانی بھرتی ہیں وہ زمین مسلسل پانی کے قطرات گرنے سے گیلی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے پاؤں کے پھسلنے اور گھڑوں کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے، اسلئے تم ان لبریز گھڑوں کو اپنے شانے پر اٹھا اٹھا کر ان عورتوں کو باہر لا کر دیا کرو۔ چنانچہ شیخ نور الحق نے چار برس تک یہ خدمت انجام دی۔ ا؎

آپ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ نے مجھے رخصت کرتے وقت یہ فرمایا تھا کہ اے نور الحق، سخاوت میں سورج کی مانند، تواضع اور انکساری میں پانی کی مثل اور حلم و بردباری میں مٹی کی طرح ہو کر لوگوں کے جور و ستم کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہنا۔ آپ اپنے ملفوظات میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ علاؤ الدین سخت سردیوں کے زمانے میں صرف گدڑی ہی پہنا کرتے تھے اور سجادہ پر کبھی نہ بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ سجادہ پر بیٹھنے کا حق وہ رکھتا ہے جو اپنے دائیں اور بائیں نہ دیکھے۔ ۲؎

آپ کے مکتوبات کے بارے میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ شیخ نور الحق نور قطب عالم کہ خطوط میں وہ شیرینی اور الفاظ کے معنی میں وہ لطف و سرور ہے جو دل والوں کے دل کا علاج اور اہل محبت کیلئے محنت کا پیغام ہے۔ ۳؎

شیخ نور الحق کی وفات ۸۱۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر شہر پنڈوہ میں ہے۔ ۴؎

ا؎ اخبار الاخیار، مترجم، ص ۳۲۸، ۳۲۹

۲؎ ایضاً، ص ۳۳۱

۳؎ ایضاً، ص ۳۳۲ ۴؎ ایضاً، ص ۳۳۴

حضرت شیخ نور قطب عالم کو ارادت و خلافت حضرت علاء الحق پنڈوی سے تھی اور یہی حضرت شیخ نور قطب عالم ہیں جن کی سجادگی کے مسئلے کو سلجھانے کیلئے پنڈوہ شریف میں بیشمار اولیائے کرام تشریف لائے اور پھر احمد آباد سے حضرت سید برہان الدین قطب عالم ہمراہ حضرت عثمان خلیفہ قطب عالم مشہور بہ شمع برہانی تشریف لے گئے اور مسئلہ سجادگی کو حل فرمایا۔ جیسا کہ سید جعفر بدر عالم کی تصنیف صد حکایات سے پتہ چلتا ہے۔ حضرت علاء الحق پنڈوی کو ارادت و خلافت حضرت اخی سراج آئینۂ ہند سے تھی اور انہیں ارادت و خلافت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سے تھی۔ ذیل میں دونوں بزرگ کے مختصر حالات دئے جاتے ہیں تاکہ قارئین کی معلومات میں اضافہ ہو۔

شیخ علاء الحق علاء الدین بن اسعد لاہوری بنگالی

سلطان العارفین حضرت علاء الحق پنڈوی کا سلسلۂ نسب حضرت خالد بن ولید تک پہنچتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت اخی سراج آئینۂ ہند کے اپنے وطن مالوف بنگال تشریف لانے سے پہلے آپ حد درجہ غرور و تکبر دولت و حشمت کی بناء پر خود کو گنج بنات کے لقب سے ملقب کر چکے تھے۔ جب یہ بات شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کو پہنچی تو آپ نے غضبناک ہوتے ہوئے فرمایا، میرا پیر گنج شکر ہے اور وہ خود کو گنج بنات کے لقب سے ملقب کرتا ہے گویا خود کو گنج شکر سے اعلیٰ درجے میں شمار کرتا ہے۔ الٰہی اس کی زبان کو گنگ کر دے، صرف اس بات کے کہنے سے آپ کی زبان گنگ ہو گئی اور جب شیخ سراج آئینہ ہند سے ارادت حاصل کی تو زبان کشادہ ہوئی۔

آپکا مقام اتنا اونچا ہے کہ میر سید اشرف جہانگیر سمنانی نے آپ سے شرف بیعت حاصل کی اور ولایت کے بیشمار درجات آپ نے انہیں طئے کرائے۔ ۱

جب اخی سراج الدین آئینۂ ہند خلافت کی نعمت حاصل کر کے حضرت نظام الدین سے رخصت ہونے لگے اور چاہا کہ اپنے وطن کی طرف جائیں تو آپ کی خدمت میں حضرت اخی سراج نے عرض کیا کہ وہاں علاء الدین نامی ایک بلند مرتبہ دانشمند ہیں ان کی موجودگی میں میری وہاں کیا چلے گی، آپ نے فرمایا فکر مت کرو وہ تمہارا خادم ہوگا۔ ۲

شروع دور میں حضرت علاء الدین کا شمار مالداروں میں ہوتا تھا، بعد میں آپ نے فقر و درویشی اختیار کر لی اور خلق خدا پر اس کثرت سے خرچ کرتے تھے کہ بادشاہ وقت کہا کرتا تھا کہ میرا سارا خزانہ علاء الحق پنڈوہ کے دو دن کا خرچ ہے، آپ کی خانقاہ میں ہزار افراد موالی و خدم و مہمان رہا کرتے تھے اور انہیں خورد و نوش کا انتظام آپ کی خانقاہ سے کیا جاتا، کوئی بھی حاجت مند آپ کے دربار سے محروم واپس نہیں جاتا۔ ۳ بادشاہ نے خوف سے آپ کو شہر سے باہر نکل جانے کا حکم دیا، آپ شہر سے نکل کر دو سال سنار گاؤں میں مقیم رہے، وہاں آپ نے خرچ دوگنا کر دیا اکثر فرماتے تھے کہ میرا خرچ مرشد کے خرچ کے مقابلے میں عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ ۴ الغرض آپ ایک خدا رسیدہ بزرگ اور ولی کامل تھے۔ علوم و معارف میں بھی آپ کا بہت اونچا مقام تھا۔ آپ اپنے

۱۔ خزینۃ الاصفیاء، ص ۳۵۷ ۲۔ اخبار الاخیار، ص ۱۴۳

۳۔ خزینۃ الاصفیاء، ص ۳۵۸ ۴۔ اخبار الاخیار، ص ۱۴۳

مرشد کی خدمت بڑی ہی خندہ پیشانی سے کیا کرتے تھے۔ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ مرشد کی خدمت کرنے میں آپ نے انتہا کردی تھی، لنگر خانے کی گرم دیگ سر پر رکھتے رکھتے آپ کے سر کے بال ختم ہو گئے تھے، آپ کی وفات ماہ رجب ۸۰۰ھ میں ہوئی اور آپ کی قبر مبارک پنڈوہ شریف میں ہے ۔[1]

عید الفطر کے روز آپ کے مزار پاک میں حاضرین کا ایک جم غفیر ہوتا ہے اور شمالی و مشرقی بہار و بنگال سے عموماً اور پورنیہ، کشنگنج، کٹیہار، سہرسہ، رائے گنج، ڈھاکہ سے خصوصاً حاضرین آتے ہیں اور اپنے خالی دامن کو مرادوں سے بھرتے ہیں، آسیبی وجناتی اثرات بھی آپ کے مزار میں چلہ کش ہونے سے دور ہوتے ہیں، آثار قدیمہ کے تحت آپ کی خانقاہ و مسجد و مزار کا انتظام کیا جاتا ہے۔ آپ کی ذات میں جلال کا پہلو غالب تھا چنانچہ آج بھی اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی پرندہ آپ کے مزار سے اوپر بالکل بالائی حصہ میں اڑتا ہے تو وہ فوراً جل کر گرتا ہے اور خاکستر ہو جاتا ہے اور اگر کوئی فاسق و فاجر بد دین مزار میں جاتا ہے فوراً اسے ایک جھٹکا لگتا ہے اور وہ گرنے کے قریب ہو جاتا ہے۔

شیخ اخی سراج آئینۂ ہند

حضرت اخی سراج آئینۂ ہند نے سلوک کے مدارج شیخ المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سے طئے کئے، آپ محبوب الٰہی کے مشہور خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت

---

[1] اخبار الاخیار، ص ۱۴۳

محبوب الہی اکثر آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔۔

وہ آئینۂ ہند ہیں [1]

آپ کی وفات ۷۵۸ھ میں ہوئی۔ [2]

آپ کے معاصر بزرگوں میں مشاہیر کے اسماء یہ ہیں۔

مخدوم سید جلال الدین اوچی بخاری جہانیاں جہاں گشت

مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری، منیر شریف، بہار

حضرت عبداللہ یافعی

حضرت امام رفیع الدین سرہندی

بنگال پنڈوہ شریف سے متصل سعد اللہ پور میں آپ کا مزار پرانوار ہے۔ زائرین کافی تعداد میں حصول برکت و فیض کیلئے کاسۂ گدائی لے کر حاضر ہوتے ہیں اور مرادوں سے اپنی جھولیاں بھرتے ہیں۔

بادشاہ وقت کی چار تمناؤں کا کشف : ایک مرتبہ سلطان احمد شاہ بانیِ احمد آباد نے اپنے دل میں چار نیتیں کیں اور کسی کو اطلاع نہ دی اور نظام الملک جلال خاں نے دوسری نیت کی دونوں حضرات شیخ احمد مغربی کی بارگاہ میں پہنچے اور حسب منشا حضرت شیخ احمد مغربی نے ان دونوں کی نیتوں کے مطابق بذریعۂ کشف ضیافت کی۔

آپ فرماتے ہیں، ''ایک دن نظام الملک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضرت

۱۔ خزینۃ الاصفیاء، ص ۳۴۵،۳۴۶

۲۔ ایضاً، ص ۳۴۶

سلیمان شوکت اپنے دل میں کچھ نیت کریں اور بندہ بھی کچھ دل میں رکھے اور پھر ہم قطب عالم شیخ احمد مغربی کے پاس چلیں۔ ان دنوں فقیر کوٹھے پر یادِ الٰہی میں مصروف تھا، نصف رات گزر چکی تھی کہ مجھے خبر دی گئی، فوراً کوٹھے سے نیچے اترا اور لونڈیوں کو بیدار کر کے فوراً کھچڑی پکانے کا حکم دیا، انہوں نے کہا کہ آدھی رات کو کون آیا ہے جس کیلئے کھچڑی پکے گی، بندہ نے کہا کہ ایسا شخص ہے کہ تمہارا مالک بھی اس کے لئے کھچڑی پکائے، یہ سن کے وہ اٹھی اور دیگ چولھے پر رکھ دیا۔

یہ فقیر جماعت خانہ (ملاقات کا کمرہ) میں آیا اور لڑکے کو بیدار کیا اور اپنے ہاتھ سے دروازہ کھول کر باہر آیا، دیکھا کہ ایک آدمی دیوار سے ملا کھڑا ہے، حالانکہ رات تاریک تھی، اس فقیر نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھ دیا اور اپنے چہرے کو اس کے چہرے کے نزدیک کر کے کہا ''السلام علیکم، اے بادشاہ'' پھر ہاتھ پکڑ کر دہلیز کے اندر لے جا کر چبوترہ پر بٹھایا، ساتھ ہی خود بھی بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد نیک بخت بادشاہ نے کہا کہ بھائی جلال نظام الملک باہر کے دروازے پر کھڑا ہے، میں نے لڑکے کو بھیج کر اندر بلالیا، وہ سلام کر کے کھڑا رہا، نیک بخت بادشاہ نے اس کی طرف دیکھا اور اس نے بادشاہ کی طرف۔ اس درمیان میں میں نے لڑکے کو اندر بھیجا کہ چھوٹے طباق میں گرم کھچڑی اور گھی لے آئے، جب وہ لایا تو میں نے بادشاہ کے سامنے رکھ دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ تناول فرما کر مجھے دیں، بندہ نے ایک لقمہ طباق سے لے کر کھایا، بادشاہ نے طباق گھما کر جس جگہ سے میں نے کھایا تھا، اسی جگہ سے لے کر کھایا۔ پھر میں

نے لڑکے کو بھیج کر ایک طباق حلوہ نظام الملک کیلئے منگوایا، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ۲۵ رٹنکہ (سکہ چاندی) جو رومال میں باندھ کر پہلے ہی سے لاکر رکھا تھا، گرہ کھول کر بادشاہ کے ہاتھ میں رکھ دیا، اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے خزانے میں برکت دے، رخصت کے وقت بڑے تواضع سے اعتقاد کا اظہار کیا اور پھر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔

صبح کو نظام الملک میرے پاس آیا، کہنے لگا کہ الحمد للہ! کہ میری اور بادشاہ کی نیت پوری ہوئی، مقصود صرف قطب عالم شیخ احمد مغربی سے برکت حاصل کرنا تھا۔ جب آستانہ سے سوار ہو کر باہر نکلے تو سلطان احمد شاہ بانی احمد آباد نے کہا کہ اے بھائی جلال اگر تم نے کوشش نہ کی ہوتی تو میں اس سعادت سے محروم ہی رہتا۔

(۱) میری پہلی نیت تو یہ تھی کہ میری آمد کی کوئی خبر نہ دے اور پھر بھی خود ہی آکر دروازہ کھولیں اور اس لئے رات کے وقت تنہا دیوار کے پاس لگا کھڑا تھا۔

(۲) دوسری بات یہ تھی کہ وہ اپنی زبان سے مجھے سلطان کہے۔

(۳) تیسری بات یہ تھی کہ گرم کھچڑی روغن کے ساتھ کھلائیں۔

(۴) چوتھی بات یہ تھی کہ پھر ۲۵ رٹنکہ زر مجھے عنایت فرما کر میرے خزانے میں برکت کیلئے دعا کریں۔

الحمد للہ چاروں باتیں حاصل ہوئیں۔ پھر بادشاہ نے ملک نظام جلال خاں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ برادر جلال تم نے کیا نیت کی تھی؟ جلال خاں نے عرض کیا کہ

حلوہ!۔ بادشاہ نے کہا کہ جب حلوے کا طباق منگوایا تو میں نے سمجھا کہ میرے آگے رکھیں گے، چونکہ برادر جلال تم نے نیت کی تھی اس لئے نیت کے مطابق تمہارے آگے رکھا۔ پھر بادشاہ نے کہا کہ قطب عالم شیخ احمد مغربی کے کرامات ایک ہی مجلس میں دیکھ لیا اور یہ ساری عمر کیلئے کافی ہے ا۔ اس میں سلطان احمد شاہ کی عقیدت مترشح ہوتی ہے۔

قہر الٰہی کے نزول کا کشف: محض کرم الٰہی اور فیضان عشق رسول سے آپ کو آئندہ ہونے والے واقعات کی خبر بطور کشف ہو جاتی تھی، جس زمانے میں آپ دہلی میں بطور ریاضت مقیم تھے اسی عہد میں دہلی میں امیر تیمور کا لشکر قہر الٰہی بنکر حملہ آور ہوا تھا مگر پندرہ ایام پیشتر ہی آپ کو اس کا کشف ہو چکا تھا۔ فرماتے ہیں، ''ایک رات خدا نے مجھے دکھایا کہ دہلی میں قہر الٰہی نازل ہونے والا ہے، پندرہ دن کے بعد امیر تیمور کا مغل لشکر دہلی میں آدھمکا اور مخلوق کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ گرفتاروں میں یہ درویش بھی تھا۔ ۲۔

خدمت کا صلہ: شیخ صدو میر تھی داماد سلطان تغلق ان دنوں دہلی ہی میں تھے۔ آپ کو حضرت شیخ احمد مغربی سے حد درجہ محبت و عقیدت تھی، روزانہ پاپیادہ ایک کوس طے کر کے اس درویش کے پاس آیا کرتے تھے اور ان کا نوکر ایک عربی گھوڑا سنہری زین کے ان کے برابر رہتا۔ شیخ احمد مغربی نے ان کی تربیت و ہدایت میں بہت کوشش کی تھی۔ جب

ا۔ تحفۃ المجالس، مجلس ۸، ص ۱۶، ۱۷

۲۔ ایضاً، ص ۳

بذریعہ کشف حضرت شیخ احمد مغربی کو قہر الٰہی کے نزول کا علم ہوا تو حسب دستور جب صبح کو شیخ صدو آئے تو حضرت شیخ احمد مغربی نے انہیں مشورہ دیا کہ مستعد ہو جائیں اور اپنے اہل وعیال کو لے کر جون پور کی طرف نکل جاؤ۔ وہ جون پور چلے گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ شیخ صدو جن کو اہل وعیال کے ساتھ جون پور بھجوادیا تھا آج جون پور میں لوگوں کا مقتدا ہے اور وہاں کے عام وخاص لوگ ان کے مرید ومعتقد ہیں۔ا۔

غیب سے روزانہ چالیس روٹی: جیسا کہ پہلے معلوم ہو گیا کہ امیر تیمور کے مغلیہ لشکر کے ہاتھوں دیگر مخلوق کے ساتھ آپ بھی گرفتار ہو گئے، چنانچہ فرماتے ہیں گرفتاروں میں یہ درویش بھی تھا، لیکن چالیس آدمیوں کا گروہ الگ تھا، اور یہ لوگ میرے نزدیک تھے، اور مجھے جانتے تھے، اس وقت دہلی میں بڑا اکال تھا، لوگ مر رہے تھے، ایک دن ایک ترک بچہ جو امیر تیمور کے اقارب میں سے تھا اس گروہ کے آگے آیا اور بغور دیکھ کر معلوم کیا کہ یہ لوگ زندہ اور تندرست ہیں، پھر اس بچے نے ان لوگوں سے کہا کہ ہر گروہ میں سے دس دس پندرہ پندرہ آدمی بھوک سے مرتے ہیں، تم لوگ کھانا کہاں سے پاتے ہو؟ ان لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ یہ نیک آدمی آدھی رات کو بڑی بڑی اور گرم روٹی ایک ایک شخص کو دیتا ہے۔ ترک بچے نے جب حال سنا تو پورے اعتقاد کے ساتھ میرے قدموں میں گر پڑا، پھر وہ فوراً امیر تیمور کے

ا۔ تحفۃ المجالس، مجلس ۳،

پاس جا کر عرض احوال کیا۔ اس بادشاہ نے بھی یقین کر لیا اور حکم دیا کہ اس بزرگوار کو سوار کر کے لاؤ۔ یہ درویش بھی سوار ہو کر گیا اور بادشاہ کے آگے اتر پڑا، پھر امیر تیمور کے آگے گیا، اس نے بڑی تعظیم کی، پھر پوچھا کہ چالیس آدمی کو چالیس گرم روٹی روزانہ تم ہی دیتے ہو؟ اس درویش نے کہا کہ میں کیا دے سکتا ہوں، خدائے تعالیٰ رزاق ہے ان کی روزی اس کو پہنچاتا ہے، بادشاہ نے کہا کہ تم اس قسم کی کرامت دکھاتے ہو، لیکن اس سے پہلے تم نے معلوم نہ کر لیا کہ ایسی مصیبت آنے والی ہے۔ اس درویش نے کہا کہ پندرہ دن پہلے ہی مجھے اس کی خبر ہو گئی تھی۔ ا۔

قید سے رہائی: حضرت شیخ احمد مغربی کی گفت و شنید سے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ فرماتے ہیں کہ بادشاہ بہت خوش ہوا، اور میری بہت تواضع کی، ایک گھوڑا اور چند ٹکڑے کپڑوں کے میرے آگے لایا اور کہا کہ ان چالیسوں کو جن کو یہ صاحب روٹی دیا کرتے ہیں چھوڑ دو اور اس کے علاوہ جس شخص کو یہ بزرگ کہیں آزاد کر دو، بندہ نے جہاں کہیں لوگوں کو امیر تیمور کے لشکر میں گرفتار دیکھا آزاد کرا دیا۔ ۲۔

گاؤں کو غرق ہونے سے بچایا: حضرت شیخ احمد مغربی نے فرمایا کے ایک وقت جب میں سفر کر رہا تھا، ایک گاؤں میں قیام کرنے کا اتفاق ہوا، یہ زمانہ برسات کا تھا، اور گاؤں کے پاس ہی ایک ندی جاری تھی، اور میں جس جگہ مقیم تھا لوگ اس جگہ سے اپنا تمام

ا۔ ۲۔ اخبار الاخیار، ص ۱۵۷، ۱۵۸، ایضاً تحفۃ المجالس، مجلس ۳

سامان دوسری جگہ منتقل کر رہے تھے، میں نے پوچھا ماجرا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کے موسم برسات میں ندی کی طغیانی اس قدر ہو جاتی ہے کہ گاؤں کا تین حصہ غرق ہو جاتا ہے، اس لئے اس موسم میں ہم لوگ دوسرے گاؤں میں چلے جاتے ہیں۔ بعد ختم موسم برسات کے ہم لوگ واپس آکر اپنے اپنے مکانوں میں سکونت کرتے ہیں۔ یہ سنکر فقیر اٹھا، اور لوگوں کو جمع کر کے ندی کنارے آیا اور دریافت کیا کہ کہاں حد بناؤں کہ آئندہ طغیانی سے گاؤں غرق نہ ہو۔ لوگوں نے ایک جگہ بتائی، بندہ چند قدم اور آگے بڑھکر کھڑا ہو گیا اور ان سے کہا کہ لکڑی کی ایک میخ لاؤ، لوگ لائے اور میں نے اس جگہ اس کو نصب کر کے کہہ دیا کہ انشاءاللہ پانی اس سے آگے نہیں بڑھے گا۔ لوگوں کو بھی تسلی دے کر وہاں سے جانے لگا مگر مجھے جانے نہ دیا، لیکن سب لوگ دل میں ڈر رہے تھے، اچانک پانی تیز ہونا شروع ہوا اور بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گیا کہ جہاں میخ نصب کی گئی تھی۔ نہ صرف یہ کہ اس حد سے پانی بڑھا بلکہ اس میخ سے چار انچ دور ہی رہا، لوگوں نے کہا کہ اس سال تو اس حد تک آکر رک گیا اگلے سال کون جانے کیا ہوگا، میں نے کہا کہ اللہ کی مدد سے جب تک یہ بستی آباد رہے گی یہ نشان قائم رہے گا۔ [1]

بدل جائے نظام بزم گیتی آن واحد میں
کوئی ضد پہ اگر آجائے دیوانہ محمد کا

۱۔ تحفۃ المجالس، مجلس ۵، ص ۱۱، ۱۲

ہرمزی سوداگر پہ کرم: حضرت شیخ احمد مغربی کی ولایت اور خرق عادت امور کے ظہور کی خبر جہاں جہاں پہنچی لوگ جوق در جوق آپ سے شرف ملاقات کیلئے آئے چنانچہ مرتب تحفۃ المجالس خود ایران کے مقام ایرج سے تشریف لائے تھے اور دوسرے ہرمزی بھی آپ کی شہرت ولایت سن کر آپ سے ملاقات کیلئے آئے، ہرمزایرن کا ایک مردم خیز علاقہ ہے، راستے میں ہرمزی کی کشتی گرداب بلا میں آگئی، کوئی امید نجات کی باقی نہ رہی، اچانک حضرت شیخ احمد مغربی نمودار ہوئے اور کشتی پر سوار لوگوں کو بچایا، مرتب ملفوظ محمود بن سعید ایرجی رقمطراز ہیں۔ ایک دن یہ بندہ قدمبوسی کیلئے حاضر ہوا، اس وقت تک آپ باہر تشریف نہ لائے تھے، جو لوگ آتے دروازے کے پاس بیٹھ جاتے، بندہ بھی وہاں بیٹھا تھا کہ ایک مالدار سوداگر آیا اور میرے پاس بیٹھ گیا، میں نے پوچھا کہاں سے آتے ہو؟ اس نے کہا ہرمز سے آیا ہوں، میں متواتر حضرت قطب عالم شیخ احمد مغربی کی بزرگی کا حال سنتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ سے ملنے کا بیحد اشتیاق ہوگیا، پس خاص وہاں سے آپ سے ملنے کیلئے روانہ ہوا، اور چونکہ میں سوداگر ہوں اس لئے تجارتی مال بھی ساتھ لے لیا، لیکن جہاز جب سمندر میں آیا تو یکبارگی طوفان بپا ہوا اور جہاز میں پانی بھر جانے سے ہر شخص زندگی سے ناامید ہو کر کلمہ طیبہ پڑھنے لگا، اس وقت میں نے خدا سے عرض کیا اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ میں فقط شیخ احمد کھٹو قطب عالم سے ملنے کیلئے جا رہا ہوں۔ یہ فقرہ زبان سے نکلا ہی تھا کہ ایک شخص ہوا میں ظاہر ہوا، اس نے

خود اپنے ہاتھ سے جہاز کا پانی نکالا، اور طوفان ختم گیا اس کے بعد وہ میری نظر سے غائب ہو گیا اور جہاز کا پانی جو رہ گیا تھا لوگوں نے نکالا اور جہاز چل پڑا، آپ کی بزرگی اور برکت سے سلامتی کے ساتھ یہاں پہنچ گیا۔ مرتب ملفوظ بیان کرتے ہیں میں نے پوچھا کہ ان بزرگ کی شکل کیا تھی؟ سوداگر نے کہا کہ داڑھی آپ کی سفید، سر پر ایک بڑی پگڑی باندھے اور بدن پر آسمانی رنگ کا لبادہ تھا۔ اس درمیان میں قطب عالم حضرت شیخ احمد مغربی اپنی جگہ پر آ بیٹھے اور آنے والے لوگ آپ کے پاس جا کر قدمبوسی حاصل کرنے لگے۔

یہ ہرمزی بھی ہاتھ میں ایک تھان کپڑے کا لئے ہوئے آپ کا قدموس ہوا، آپ نے فرمایا کہ تمہارا تحفہ میں نے قبول کیا، اور تم کو (شیخ محمود بن سعید ایرجی) دیا، سوداگر نے عرض کیا کہ یہ تھان میں نے ہرمز ہی میں آپ کی نذر کیا تھا۔ اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ تمہارے آنے کے وقت ہم دعا کرتے رہے سو سلامتی کہ ساتھ تم پہنچ گئے۔ اب واپسی کیلئے دعا اس فرزند کے سپرد کرتا ہوں، پھر فرمایا اب اے فرزند محمود اس تھان کو قطع کر کے تم استعمال کرو، اور دعا کرو کہ یہ مخلص سوداگر اپنے اسباب کے ساتھ صحیح و سلامت اپنے فرزندوں سے جا ملے، پھر آپ نے ایک پنج گانی اس کو دے کر واپس کیا۔

جب سوداگر باہر نکلا تو میں بھی اس کے پیچھے دروازے تک گیا، اور اس سے

دریافت کیا کہ اس بزرگ کی صورت جو تم نے بیان کی وہ دیکھی؟ اس نے کہا کہ واللہ یہی بزرگوار تھے، یہی داڑھی، اس قسم کا بڑا دستار، اور اسی طرح کا آسمانی لبادہ زیب تن تھا۔ جب میں واپس آیا تو حضرت قطب عالم شیخ احمد مغربی نے پوچھا کہ سوداگر سے کیا باتیں ہوئیں؟ بندہ نے شروع سے آخر تک تمام قصہ کہہ سنایا۔ ۱؎

مطلوب تک رسائی: اولیاء اللہ کو کرب و اضطراب کے وقت اگر کوئی صدق دل سے یاد کرتا ہے تو ان کی استمداد روحانی طور سے ہر بزرگان دین فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ احمد مغربی نے فرمایا، ''جو شخص صدق دل سے اس فقیر کو خشکی یا تری میں یاد کریگا فقیر اس کے پاس ہوگا اور پھر فرمایا صدق دل سے جو شخص اس فقیر کو یاد کریگا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے مطلوب کو پہنچے گا۔ ۲؎

مومن و کافر کی شناخت: محمود بن سعید ایرجی بیان کرتے ہیں۔۔ قدمبوسی کی دولت حاصل ہوئی، آج بہت لوگ آئے تھے، برآمد خادم کو حکم دیا کہ سب کو ایک ہی دفعہ بلالاؤ، اس میں سے کچھ مسلمان تھے اور کچھ ہندو ناگان و کاکستان (غالباً ناگر اور کاستھ مراد ہے) قوم سے تھے جنہوں نے مسلمانوں کا لباس پہن لیا تھا، ہر ایک نے آپ کا قدم چوما، آپ سر نیچے کئے ہوئے ہر مسلمان کو نیک بخت اور ہندو کو ہداک اللہ (اللہ تم کو ہدایت دے) فرماتے جاتے۔ جب تبرک لے کر سب رخصت ہوگئے، تو بندہ نے عرض

۱؎ تحفۃ المجالس، مجلس ۱۶، ص ۳۰، ۳۱ ۲؎ ایضاً، مجلس ۶۵، ص ۱۰۸

کیا کہ حضرت مخدوم نے نور باطن سے معلوم کر کے کافروں کو ہدایت اللہ اور مسلمانوں کو نیک بخت فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ یہ ادنی مقام ہے بوئے اسلام اور بوئے کفر کا فرق اس فقیر سے پوشیدہ نہیں ہے۔[1]

ہو اگر ذوق نظر تو کیا ہے جلووں کی کمی

لاکھ پردوں میں ضیائے شمع عرفاں دیکھئے

ملک ابوالمعالی کی حیات کا کشف: ملک ابوالمعالی ایک فوجی سردار اور احمد شاہ اول کے امراء میں سے تھے۔ احمد آباد ان کا وطن تھا۔ ۸۴۶ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا مرتب ملفوظ محمود بن سعید ایرجی بیان کرتے ہیں کہ، قدمبوسی کی عزت حاصل ہوئی، لوگ آپ سے مل کر جا چکے تھے، دو گھڑی دن گزر چکا ہوگا کہ بر آمد خادم نے آکر اطلاع دی کہ ملک ابوالمعالی کی عورتیں آئی ہوئی ہیں، بندہ وہاں سے ہٹ کر نیچے آگیا، اور عورتوں کو اندر بلا لیا، پھر تبرک دے کر رخصت کیا، بر آمد مجھے آکر لے گیا۔ ارشاد ہوا کہ ملک ابوالمعالی کی عورتیں غمگین اور پریشان آئی تھیں، ان کے غلام نے کہا کہ سلطان احمد شاہ نے مانڈو (پایۂ تخت مالوہ) کا محاصرہ کیا ہے اور وہاں سے خبر آئی ہے کہ آقا ابوالمعالی کا انتقال ہو گیا، تعزیت کیلئے تمام خاندان جمع ہو گیا، اس خادم نے عرض کیا کہ حضرت مخدوم شیخ احمد کے پاس چلیں، دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں جیسا مشورہ دیں اس پر عمل کیا جائے۔

۱۔ تحفۃ المجالس، مجلس ۶۵، ص ۱۰۸

ارشاد ہوا کہہ دو کہ جس طرح میں تم کو بیٹھا نظر آتا ہوں اس طرح وہ لشکر میں بیٹھا ہے کوئی تردد اور فکر نہ کرو، یہ سن کر خوشی خوشی وہ لوگ اپنے گھر واپس گئے۔ خاندان کی عورتیں جو جمع ہو گئی تھیں، وہ بھی رخصت ہوئیں۔ کچھ دنوں کے بعد خود ملک ابو المعالی نے اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر اپنی سلامتی کا حال لکھا، گھر کے لوگ یہ خط لے کر حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے[1]

ختم قرآن کا کشف : مرقاۃ الوصول کے مرتب اور جامع مسجد سرخیز کے امام کے ساتھ ایک دن واقعہ پیش آیا۔ حضرت شیخ احمد مغربی نے مولانا قاسم سے فرمایا کہ مولانا، فوراً موضع امیلہ چلے جاؤ، مولانا تراویح روز سنتے تھے ''سبح اسمک'' تک ہو گیا تھا مولانا نے دل میں خیال کیا کہ آج کی رات ٹھہر جاؤں اور تراویح ختم قرآن کر کے صبح چلا جاؤں۔ بے ادبی سمجھ کر عرض نہ کیا، تھوڑی دیر ٹھہر کر مولانا کو پھر بتاکید حکم دیا کہ فوراً چلے جاؤ۔ مولانا سلام کر کے بادل ناخواستہ روانہ ہو گئے۔

رات کے وقت دھولکہ پہنچے عشاء کے وقت جامع مسجد تشریف لے گئے اور امام کے پیچھے نماز کیلئے کھڑے ہوئے۔ امام نے نماز فرض اور سنت کے بعد تراویح ''سبح اسمک'' سے شروع کی۔ مولانا جن کی خواہش قرآن مرتب سننے کی تھی اور یہ حصہ باقی رہ گیا تھا، یہاں ان کی خواہش کے مطابق مرتب ہو گیا۔ جب وہ موضع امیلہ سے

---

[1] تحفۃ المجالس، مجلس ۶۶، ص ۱۰۸،۱۰۹

واپس آکر قدم بوسی حاصل کی تو عرض پرداز ہوئے کہ بندہ نے جو تاخیر کی تھی اس کا سبب یہ ہے کہ مرتب ملفوظ قرآن سننے کا خواہش مند تھا اور اس رات کو ختم قرآن تھا، اسلئے بندہ صبح کو روانہ ہو جانے کا خیال رکھتا تھا، اور میں اب اپنے اس نیت تاخیر کی جناب سے معافی کا خواستگار ہوں، ارشاد ہوا کہ مولانا! یہ فقیر دنیاوی کام کیلئے تمہارا دینی نقصان کبھی نہیں چاہتا، فقیر کو اس سے پہلے ہی معلوم تھا کہ دھولکہ کا امام جامع سبح اسمک تک پڑھ چکا ہے، اس علم کے بعد آپ کو وہاں جانے کی ہدایت کی تھی۔ ا؎

لڑکے کی دعا: حضرت شیخ احمد مغربی کی دعا میں اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر عطا فرمائی تھی کہ زبان سے جو بھی نکلتا تو فوراً قدرت اسے معرض وجود میں ڈھال دیتی۔ مرتب ملفوظ شیخ محمود بن سعید ایرجی کا لڑکا نہیں تھا، شادی کے کافی دن ہو چکے تھے، محض آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں دو صالح لڑکے عطا فرمائے۔ ۲؎

تین سال کی عمر میں اشیاء کی شناخت: محمود بن سعید ایرجی کو حضرت شیخ احمد مغربی کی دعا سے صالح لڑکا قدرت کی طرف سے ملا اور جب اس بچے کی عمر تین سال ہوئی تو ایک دن شیخ احمد مغربی کی دعا سے اس بچے کے اندر اشیاء کی شناخت کی قوت پیدا ہوئی اور زبان میں گویائی عطا ہوئی۔ ذیل میں ملاحظہ کریں۔

ا؎ تحفۃ المجالس، مجلس ۳۱، ص ۵۵،۵۶

۲؎ ایضاً خلاصہ از مجلس ۳۹، ۱۴۱

ایک دن شیخ محمود بن سعید ایرجی اپنے لڑکے کو لے کر حضرت مخدوم شیخ احمد مغربی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت کے پاس طباق رکھا ہوا تھا، جس میں پان اور سپاری تھی اور دوسرے میں نبات (مصری) آپ نے لڑکے کو اشارہ کر کے اپنی انگلی نبات پر رکھی اور دریافت فرمایا کہ بابا یہ کیا ہے؟ لڑکے کی زبان حضرت کی برکت سے کھل گئی اور بولا کہ 'نبات'! پھر آپ نے پان کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا، اس نے کہا 'پان'! اس کے بعد آپ نے سپاری اور کتھ کی نسبت پوچھا، اس نے جواب دیا کہ سپاری اور کتھ ہیں! حضرت شیخ احمد مغربی نے محمود بن سعید سے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ بات نہیں کرتا، دیکھو یہ مجھ سے کس طرح باتیں کر رہا ہے عرض کیا یہ سب حضور کی برکت ہے۔ [۱]

شیخ متھائی اور شیخ احمد مغربی میں مکالمہ : سرخیز کے قرب و جوار میں ایک دوسرے بزرگ حضرت شیخ متھائی بھی قیام فرما تھے اور خلق سرخیز ان سے بیعت و ارادت رکھتی تھی، جب شیخ احمد مغربی کھٹو سے سرخیز میں بشارت نبوی کے مطابق قیام فرما ہوئے تو آپ کی ولایت کا شہرہ دور دور تک دن بہ دن پھیلتا رہا اور شبانہ روز آپ کے آستانے میں بھیڑ ہونے لگی۔ یہ عام قبولیت شیخ متھائی کی طبع لطیف پر گراں ہوئی، شیخ متھائی نے ایک قاصد آپ کے پاس بھیجا، چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ، ''ایک دن ایک شخص میرے پاس آیا، اور کہنے لگا کہ شیخ متھائی ایسا کہتے ہیں کہ یہاں تم مسجد بنا کر کیا بیٹھے

۱۔ تحفۃ المجالس، مجلس ۴۳، ص ۴۷

ہو، جلد یہاں سے چلے جاؤ اگر نہ جاؤ گے تو تم جانو، وہ کہتے ہیں کہ یہاں تمہارا کام نہیں، سر خیز کی مخلوق وہاں جمع ہے وہ کہتی ہے کہ چوں کہ تم سے ہمارا پیر خوش نہیں ہے اسلئے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اس فقیر نے بھی مراقبہ کیا۔ تو درگاہ ربانی سے بھی ہاتف غیب نے ندا دی کہ بابا احمد تم دوسرا سر خیز بناؤ، چنانچہ اس مسجد کو چھوڑ کر میں میدان میں چلا گیا۔ وہ شخص جو پہلی دفعہ میرے پاس آیا تھا دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ شیخ متھائی ہمارے پیر تم کو بلاتے ہیں، میں بھی وہاں پہنچ کر ان کے پیر سے ملا۔ میرے ساتھ قاضی عبد الحئی بن منصور اور ان کا لڑکا مولانا قاسم، شیخ محمود ایرجی، فرزند صلاح الدین، ملک نظام الملک کا بھانجہ ملک جھجو، شیر از بر آمد خادم اور حضر تھے۔[1]

نار گلزار ہو گئی: جب شیخ احمد مغربی متعلقین و مریدین کے ہمراہ شیخ متھائی کے آستانے میں پہنچے تو شیخ متھائی نے چند گاڑیاں لکڑیاں منگوا کر جلوائیں اور جب سب جل کر انگارہ ہو گئیں تو اس فقیر یعنی شیخ احمد مغربی سے کہا کہ تم اپنا ایک خادم اس آگ میں بھیجو اور جس کا آدمی آگ سے صحیح سلامت نکل آئے وہ صاحب ولایت ہے۔ میں نے کہا کہ بابا متھائی، یہ فقیروں کا کام نہیں بلکہ بازیگروں کا ہے۔ شیخ متھائی نے کہا کہ بابا احمد، کام مجھ سے پڑا ہے (یعنی حیلہ حوالہ نہ کرو) ایک شخص عبد اللہ نامی کو بلایا اور سامنے کھڑا کر کے کہا، اے عبد اللہ تم اس آگ میں چلے جاؤ۔ اس فقیر نے کہا بابا متھائی، تم کو اس فقیر سے کیا

۱۔ تحفۃ المجالس، مجلس ۵۰۔

کام؟ میں اگر سرخیز سے چلا جاؤں تو کیا ہو گا؟ بابا سوچو، اس جوان کا کیا قصور ہے، بابا متھائی آگ کا کام جلانا، اور پانی کا کام غرق کرنا اور تلوار کا کام کاٹ ڈالنا ہے، پھر اس جوان کو کیوں جلاتے ہو؟ شیخ متھائی نے اس فقیر کو قسم دیا کہ ذرا کھڑے ہو کر دیکھو، یہ جوان کس طرح آگ سے باہر آتا ہے۔ فقیر نے کہا کہ دیکھو آگ جلاتی ہے اور پانی غرق کرتا ہے۔ شیخ متھائی نہ مانے اور اس جوان کو آگ میں بھیج دیا۔۔۔اور وہ جل گیا!

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں نے ملک جھجو کو کہا کہ آؤ اور اس آگ میں بیٹھو اور یہ دعا پڑھو، تین سو ساٹھ دانے کی تسبیح جو میرے ہاتھ میں تھی اس کو دی، وہ آگ کے اندر گیا، تسبیح پڑھ کر واپس آگیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہ اس کو آگ نے ستایا نہ دھویں نے، اور وہ دعا یہ ہے: یا حفیظ، یا رقیب، یا وکیل، یا اللہ، یا اللہ، یا اللہ ا؎

؎ آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا

آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

شیخ متھائی دھولکہ چلے گئے: شیخ متھائی کے خادم عبداللہ کو آگ نے جلایا اور ملک جھجو کو آگ نے کوئی تکلیف نہ دی اور وہ صحیح سلامت شیخ احمد مغربی کی نگاہ عنایت سے واپس آئے۔ تب حضرت قطب عالم شیخ احمد کھتو نے کہا کہ شیخ متھائی، اب آپ یہاں سے تشریف لے جائیں، ایک میان میں دو تلوار نہیں رہ سکتی ہے۔ آپ نے اپنی زبان سے کہا

ا؎ تحفۃ المجالس، مجلس ۵۰

تھا کہ جس کا خادم آگ سے بسلامت باہر نکل آئے وہ صاحب ولایت ہے۔ شیخ متھائی نے سر نیچا کرلیا اور پھر یہاں سے دھولکہ چلے گئے اور مدت تک وہاں رہے۔ سرخیز کی مخلوق اس واقعے سے اور زیادہ متاثر ہو کر حضرت قطب عالم شیخ احمد کھتو کی اور زیادہ معتقد ہو گئی اور آمدورفت بڑھ گئی۔[۱]

احیائے موتٰی: مُردوں کو زندگی عطا کرنا درحقیقت خدا ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے مگر اللہ تعالٰی کبھی کبھی اپنے مخصوص بندوں کو بھی اپنے اسم محی کا مظہر کامل بنا دیتا ہے جس سے مُردوں کو زندگی مل جاتی ہے۔ سیدنا عیسٰیؑ کا مُردوں کو زندہ کرنا بہت ہی مشہور و معروف ہے۔ یہ ان کا معجزہ ہے، اور میرے نبی کریم ﷺ نے بھی حضرت جابرؓ کے لڑکوں کو زندہ فرمایا، یہ بھی میرے نبیؐ کا معجزہ ہے۔ اور شیخ عبدالقادر جیلانی غوث صمدانی نے بھی بے شمار کو زندگی عطا فرمائی، یہ آپ کی کرامت ہے۔ مگر آیئے دیکھیں، سرزمین احمد آباد میں آرام فرمانے والے شیخ احمد گنج بخش مغربی کو بھی اتباع نبوی کی بناء پر رب نے آپ کو اسم محی کا مظہر کامل بنایا تھا، ذیل میں واقعہ مرقوم ہے۔

چادر ڈال کر دیکھو: ایک عورت حضرت شیخ احمد مغربی سے بڑا اعتقاد رکھتی تھی۔ وہ اکثر عرض کرتی کہ اگر حکم ہو تو میں اپنے لڑکے کی شادی کر دوں۔ آپ اس کے جواب میں خاموشی اختیار فرماتے۔ آخر پریشان ہو کر اس نے لڑکے کی شادی کر ڈالی اور سلام

۱۔ تحفۃ المجالس، ص ۸۸، ۸۹

کرانے کے خیال سے حضرت قطب عالم کے دربار میں حاضر ہوئی۔ اتفاقاً پکھالی (پانی والا) کا بیل کہیں سے آنکلا اور اس کے لڑکے کو سینگ سے اس طرح مارا کہ اس کا جگر پھٹ گیا۔ لوگ جو وہاں حاضر تھے سب دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ حضرت اس واسطے تمہارے سوال پر خاموش ہو گئے تھے۔ عورت بہت روئی پیٹی اور اس قدر بے قرار ہو گئی کہ گویا دنیا سے گزر گئی۔ اسی حالت میں ایک سرد آہ بھر کر کہا کہ افسوس! جو پیر دنیا میں مددگار نہ ہو (غالباً) وہ آخرت میں بھی دستگیر نہ ہو سکے گا۔ اور پھر اپنے سر کو دروازے سے ایسا ٹکرایا کہ خون جاری ہو گیا۔ یہ آواز کہیں حضرت قطب عالم شیخ احمد کھتو کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ آپ نے بی بی صاحبہ کو بلایا اور حکم دیا کہ اپنے لڑکے پر ایک چادر ڈال کر دیکھو اور پوچھو کہ کیا حال ہے؟ اس نے اس پر چادر ڈال دی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کی آنکھیں کھلی اور دیکھ رہی ہیں۔ اس نے کہا کہ اے پیاری ماں، اپنے مرشد کی بزرگی سے میں نے ایسا مرتبہ پایا کہ جنت کی حوریں میرے انتظار میں کھڑی ہیں اور ہر ایک کی یہی خواہش ہے کہ میں اس سے شادی کروں۔ میں حیران ہوں کہ اللہ اکبر میرے مرشد کا یہ مرتبہ ہے! اے میری ماں تو جلد جا اور معافی مانگ۔ پھر وہ عورت معافی کی خواستگار ہوئی اور شیخ احمد مغربی نے انہیں دفن کا حکم دیا اور اسے دفنا دیا گیا۔ ؎۱

شیخ نصیر جمال کی اصلاح باطنی: کچھ دنوں کے بعد یہ واقعہ کسی نے شیخ نصیر جمال سے

۱؎ تحفۃ المجالس، مجلس ۵۱، ص ۸۸، ۸۹

جا کر کہا۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ چاہتے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اس لڑکے کو زندہ کرا دیتے۔ اگر وہ میرے پاس آتی تو میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے دعا کر کے اس کے لڑکے کو زندہ کر دیتا۔ کسی نے شیخ نصیر جمال کی یہ بات شیخ مخدوم احمد کھتو کے سامنے بیان کی۔ چار سال کے بعد شیخ نصیر الدین جمال ایک دن شیخ مخدوم سے ملنے آئے۔ صحبت گفتگو کے بعد دستر خوان چنا گیا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ بعد فراغت انہوں نے رخصت چاہی، آپ نے فرمایا کہ آؤ ذرا میدان کی سیر کریں۔ ؂۱

قبرستان کے مردے ساتھ چلنے لگے: حضرت شیخ احمد مغربی اور شیخ نصیر الدین جمال کھانا تناول فرمانے کے بعد قبرستان کی طرف روانہ ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا، بعد نماز جمعہ فاتحہ خوانی کرنے آگے بڑھے۔ شیخ نصیر نے دیکھا کہ مردے قبروں سے نکل کر ساتھ آ رہے ہیں۔ شیخ نصیر نے کہا، جناب ان کو حکم دیں کہ اپنی اپنی قبر میں واپس جائیں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بابا نصیر تم جانو! یہ کہہ کر آگے کچھ دور گئے، شیخ نصیر نے دیکھا کہ مردے ساتھ ساتھ چلے ہی آ رہے ہیں۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ ان کو آپ رخصت فرما دیں۔ حضرت مخدوم نے پھر وہی جواب دیا کہ بابا نصیر تم جانو۔ اب شیخ نصیر کو وہ بات یاد آئی، فوراً معذرت کی کہ جناب مخدوم اس فقیر کی تقصیر معاف فرمائیں۔ حضرت مخدوم نے ان سب کو رخصت کیا، وہ سب اپنی اپنی جگہ واپس گئے اور شیخ جمال کو بھی

۱؂ تحفۃ المجالس، مجلس ۵۱

رخصت کیا۔ا؎

بے ادبی کا نتیجہ : اولیاء اللہ کی بے ادبی سے خدا اور رسول کا غضب نازل ہوتا ہے اور کبھی کبھی موت کی آغوش میں بھی جانا پڑتا ہے۔ شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ کے زمانے میں ایک صاحب کرامت بزرگ تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں تو مقام یونس علیہ السلام سے بھی آگے پہنچ گیا ہوں۔ اس شخص کے اس دعوے کا تذکرہ جناب غوث الاعظم کی مجلس میں کیا گیا تو آپ کا چہرہ غصے سے تابناک ہو گیا، پھر وہ دعویٰ کرنے والا مرا پڑا تھا۔ ۲؎ آیئے ایسا ہی ایک واقعہ شیخ احمد مغربی کے عہد کا ملاحظہ کریں۔

ایک درویش حضرت شیخ احمد مغربی کے پاس آیا اور سلام کر کے کھڑا تھا کہ آپ نے دو مٹھی پنج گانی (تانبے کا سکہ) عنایت فرمایا۔ اس نے کہا کہ مالداروں کو تو سونے کے سکے دیتے ہو اور مجھ کو دو مٹھی پنج گانی پر ٹالنا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ مالداروں کو تو خود خدا نے دے کر معزز بنایا ہے، بھلا یہ فقیر ان کو کیا دے گا؟ اس نے بکواس شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ تم خود دنیا دار ہو دیکھو تمہاری کمر میں کیا بندھا ہے (اور پھر درویش بنے پھرتے ہو) غرض وہ فقیر واپس ہوا مگر جیسے ہی آستانے سے باہر نکلا اس کے پیٹ میں درد شروع ہو گیا، اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ترقی ہوتی گئی۔ یہانتک کہ مولانا منصور کے مکان کے پاس ایک مسجد تھی اس میں جاکر لوٹنے لگا، رات ہوتے ہی شدت درد

ا؎ تحفۃ المجالس، مجلس ۵۱، ص ۸۹، ۹۰ ۲؎ زبدۃ الآثار، ص ۸۸

سے مر گیا۔ ا؎

کمر سے سونے کی ہمیانی: شیخ احمد مغربی نے اس درویش کے بارے میں فرمایا تھا'' دیکھو تمہاری کمر میں کیا بندھا ہے'' اس کی موت کے بعد ملک شیخن جو سرخیز کا حاکم تھا اس کو اطلاع دی گئی، ملک مذکور نے آکر اس کی تلاشی لی۔ اس کی کمر سے ہمیانی سونے سے بھری ہوئی نکلی۔ اس نے اپنے سامنے شمار کیا، سات سو ٹنکے تھے۔ ملک مذکور نے نوکروں کو کفن دفن کا حکم دیا، جس کی تعمیل کر کے اس کو خبر دی گئی۔ ملک شیخن نے سات سو ٹنکہ طلائی لے کر سلطان احمد شاہ کے سامنے پیش کیا اور اس نے وہ تمام گفتگو جو قطب عالم شیخ احمد کھتو اور اس درویش میں ہوئی تھی، حرف بہ حرف سنائی۔ سلطان نے فرمایا، '' آپ کے خوارق میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں، انہیں بزرگوں کی برکت سے میری سلطنت قائم ہے۔ ۲؎

سلطان احمد شاہ نے آم بھیجے: سلطان احمد شاہ بانیِ احمد آباد کو آپ سے حد درجہ عقیدت تھی۔ اکثر و بیشتر ملاقات سے مشرف بھی ہوتے رہتے تھے اور ہدایا و تبرکات سے بھی نوازے جاتے جیسا کہ اس سے پیشتر کئی واقعات نقل کیے جا چکے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت مخدوم شیخ احمد مغربی بیٹھے ہوئے تھے کہ بر آمد خادم حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا

ا؎ تحفۃ المجالس، ص ۲۹، مجلس ۱۶ الف

۲؎ ایضاً، ص ۳۰

کہ سلطان احمد شاہ کے خواجہ سرا حاضر ہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ اندر بلاؤ۔ آکر انہوں نے سلام کیا اور عرض کیا کہ مجھ کو سلطان نے بھیجا ہے اور گرہ بندھا ہوا رومال آپ کے آگے رکھ دیا۔ آپ نے اس کو اٹھا کر آنکھوں سے لگایا پھر پوچھا کہ بادشاہ کہاں بیٹھا ہے؟ عرض کیا کہ محل کے اندر حرم کے پاس اور عورتیں ہاتھ باندھے کھڑی تھیں کہ حکم ہوا کہ حضور سے عرض کر دیں کہ کانک داس (کنک داس) زمین دار نے چانپانیر سے کچھ آم بھیجے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے پانچ آم پٹارے سے نکال کر اور دو انار منگوا کر اس میں شامل کیے۔ اور اپنے ہاتھ سے رومال میں گرہ باندھ کر حکم فرمایا کہ کہہ دو، پہلے شیخ احمد مغربی تناول فرمائیں، پھر میں کھاؤں گا۔ شیخ احمد مغربی نے فرمایا کہ تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے رومال کو آنکھوں سے لگایا؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ فرمایا، تو بس تم نے جیسا دیکھا ویسا ہی سلطان سے عرض کر دو۔ انہوں نے کہا کہ ایسا ہی کروں گا۔ حضرت شیخ مخدوم نے چند ٹنکہ نقد اور تبرک دے کر ان کو رخصت کیا۔ وہ دونوں بھی سلام کر کے واپس ہو گئے۔ ا

آم بھیجنے کی وجہ مولوی سید ابو ظفر ندوی لکھتے ہیں: کنک داس راجہ چانپانیر سلطان احمد کا باجگزار تھا، لیکن جب موقع ملتا باغی ہو جاتا، حالت صلح میں اس نے تحفہ بھیجا۔ سلطان نے غالباً اس خیال سے کہ شاید زہر آلود ہو شیخ احمد کے پاس بھیج کر استدعا کی کہ پہلے آپ کھا لیں پھر میں کھاؤں گا۔ منشاء یہ تھا کہ زہر آلود ہو تو شیخ احمد نور باطن سے

ا۔ تحفۃ المجالس، مجلس ۶۳، ص ۱۰۵، ۱۰۶

معلوم کرکے کہہ دیں گے۔ا؎

ڈھائی ہزار آدمیوں کی نجات: شیخ احمد مغربی نے فرمایا میں حج کیلئے روانہ ہوا، کشتی کوہ قاف کے پاس گرداب میں آگئی، ہر شخص کہنے لگا کہ اس کوہ قاف پر شہیدون کا مقام ہے میں نے بھی مراقبہ سے معلوم کیا کہ یہ بات درست ہے، مصلیٰ میں نے پانی پر بچھایا اور کوہ قاف کی طرف روانہ ہوا، وہاں پہنچ کر کوہ قاف پر چڑھے، ایک سانپ (اژدہا) ملا، بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کے اس کو مارا، آواز جو ہوئی تو بڑے بڑے آبی پرندے اڑے، جب کشتی کے پاس یہ پرندے پہنچے تو اللہ کے حکم سے وہ کشتی گرداب سے نکل گئی اور جہاز میں ڈھائی ہزار آدمی تھے جنہوں نے نجات پائی، فقیر نے دو رکعت شکریہ کے ادا کیے۔۲؎

شیخ محمد مغربی نے خواب دیکھا: شیخ احمد مغربی سرخیزی کے مقام و منصب کے بارے میں اولیاء اللہ کی نورانی جماعت نے کشف و خواب کے ذریعے آپ کے مقام کو پہچانا۔ چنانچہ شیخ نور قطب عالم پنڈوہ بنگال میں، اور مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت نے اوچھ سندھ میں اپنی نورانی کشف کے ذریعہ آپ کے مقام کو پہچانا اور دعا و سلام کے طالب ہوئے۔ زیر نظر واقعۂ خواب حضرت شمس الدین محمد کیمی مغربی کا ہے جو سلسلۂ مغربیہ کے جلیل القدر بزرگ ہیں اور جنہوں نے چالیس حج ادا کرنے کے

ا؎ حاشیہ تحفۃ المجالس، مجلس ۲، ص ۱۰۶

۲؎ ایضاً، مجلس ۴۸، ص ۸۱

بعد شہر کیم میں ہدایت و ارشاد کیلئے اپنی خانقاہ بنائی اور بابا اسحاق مغربی کو اپنا مرید بنا کر سجادہ بنایا۔ محمود بن سعید ایرجی لکھتے ہیں، ''قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا، ارشاد ہوا کہ محمد مغربی نے اس فقیر کی نسبت خواب دیکھا، تم فرزند نے سنا ہوگا، بندہ نے عرض کیا کہ نہیں سنا ہے، آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور خواب نامہ لاکر فرمایا کہ پڑھو اور نقل کر لو وہ یہ ہے۔ جب ۱۷ر رمضان ۷۸۳ھ ہوئی تو شیخ شمس الدین محمد مغربی نے دیکھا کہ حضرت محمد ﷺ مدینہ کے حرم میں تشریف فرما ہیں، اور آپ کے آس پاس انبیاء کا گروہ ہے کہ اچانک شیخ عارف باللہ قطب الاولیاء شیخ شہاب الدنیا والدین احمد کھٹو آئے۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور دونوں آنکھوں کا بوسہ دیا، اور اپنے دائیں طرف بٹھایا، ابو عبداللہ محمد مغربی نے دریافت کیا، یا رسول اللہ شیخ احمد نے یہ مرتبہ کس طرح حاصل کیا؟ ارشاد ہوا کہ درود کی کثرت وِرد سے، اور یہ جنت میں میرا ساتھی ہے اور ہندوستان میں ایک ایسے شخص سے ملاقات کریگا جو اس کا شاہد ہوگا۔ اور حمد ہے اس خدا کی جس نے اس کو تمام امت میں مخصوص درجہ عطا کیا اور اس کیلئے بشارت ہے اور اللہ اس پر گواہ ہے۔''[1]

زندگی کے آخری لمحات: شیخ احمد مغربی فرماتے ہیں کہ۔ جب کھٹو میں تھا تو وہاں کا نیک بخت اور صاحب علم قاضی خدمت کیلئے مقرر تھا، اور جب مسجد خانجہاں دہلی میں رہا

۱ؔ تحفۃ المجالس، مجلس ۵۴، ص ۹۳، ۹۴

تو خراسان کا حاکم قاضی عارف تھا، سرخس (سرخیز) میں پہنچنے کے وقت سید حسام الدین بڑے اعتقاد سے میرے پاس رہا، امیر حاجی اور قاضی عبدالحی بن منصور اس وقت بیس برس کے تھے مگر بہت ہی مزاج شناس اسکے بعد ان کے بڑے بھائی قاضی عبدالعزیز دو سال میرے پاس رہے، اور ان کا لڑکا عبدالباقی چار سال تک رہا۔ لیکن اکثر اوقات حضرت مخدوم فرمایا کرتے کہ اب تک میرا لڑکا نہیں آیا۔ لوگ سن کر متحیر ہوتے کہ یہ عجیب بات کہتے ہیں۔ ایک دن عبداللطیف صدیقی آئے، کہنے لگے کہ حضرت ایک ہندو توکا جیو نامی اکثر مجھ سے کہتا رہتا ہے کہ مجھے حضرت مخدوم کے پاس لے چلو تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں، کیا ارشاد ہے؟

یہ سن کر حضرت شیخ احمد مغربی نے فرمایا کہ اب تک میرا لڑکا نہیں آیا، قاضی عبدالحی اور عبداللطیف کو کہا کہ جاؤ اور بہت جلد اس کو لے آؤ۔ عبداللطیف اپنے ہمراہ اس کو لے آئے۔ حضرت مخدوم نے اس پر نظر کی، وہ فوراً پاؤں پر گر پڑا اور بوسہ دیا۔ اس وقت حضرت قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ آپ کو اس سے چند سال پہلے الہام ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ بابا طالب آؤ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ اپنا جوٹھا پانی اس کو پلایا، پھر قرآن ہاتھ میں اس کو دے کر کہا کہ پڑھو خدا کے حکم سے، اس نے پڑھا۔ آپ نے اس کا نام شیخ طالب رکھا۔ چند دن اس نے دل سے خدمت کی تھی کہ ایک دن سلطان محمد بن احمد اول بانی احمد آباد حاضر خدمت ہوا، امیر حاجی اور قاضی عبدالحئی بن منصور

حاضر تھے، ان سے دریافت کیا کہ کیا ''توکاجیو'' مسلمان ہو گیا؟ حضرت مخدوم نے سلطان کی طرف دیکھ کر کہا کہ بادشاہ، اس کا اسلام بہت ہی اچھا ہے۔ بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور فرمایا کہ حضرت والا، یہ دو بھائی ہیں دوسرے کا نام ''مولاجیو'' ہے۔ ارشاد ہوا کہ شاہ نیک بخت، مولاجیو کو بلاؤ۔ سلطان نے اس کو حاضر کر دیا اور عرض کیا کہ کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو ہمیشہ بخش دو۔ کیونکہ آج چار سال ہوئے اس کا حلیہ ہمیں بتایا گیا تھا اور خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے خبر دی گئی تھی کہ اس ذریعے سے تم کو بچہ ملے گا۔

جانشین آ گیا: شاہ نیک بخت میرا بچہ شہر لاس میں ہے کیونکہ توکاجیو کی دو بیویاں ہیں اور فرزند صلاح الدین ان میں سے ایک کے بطن میں ہے۔ وہ لڑکی میری ہے۔ مولاجیو نے کہا کہ ہاں میں جانتا ہوں کہ ایک عورت حاملہ ہے۔ سلطان نے ریشمی کپڑے اور نو آدمی اس کے ساتھ کر دئے کہ اس کو احمد آباد لے آؤ۔ مولاجیو مع لوگوں کے لاس پہنچا۔ چھٹا دن تھا کہ لڑکا پیدا ہوا تھا۔ اس کو ہمراہ لے کر وہ واپس آیا۔ ولادت سے تین ماہ بعد عورت مر گئی اور اس کے دو ماہ بعد لڑکے کا باپ شیخ طالب چل بسا۔ اب اس کی پرورش شیخ احمد کھتو کرنے لگے اور اس کا نام صلاح الدین رکھا۔ شیخ صلاح الدین کی ولادت ۸۲۴ھ میں ہوئی۔

مشفقانہ تربیت: حضرت شیخ احمد مغربی کو جب بہ الہام باری اپنا جانشین ملا تو آپ نے

بڑی شفقت و محبت سے اس کی تربیت فرمائی۔ حضرت مخدوم شیخ احمد مغربی نے فرمایا کہ صلاح الدین سے میں نے کہا کہ تو جب ایک سال کا تھا تو میں اپنے پیٹ میں لے کر سویا۔ سامنے آگ رکھی تھی، تو آگ میں گر گیا۔ تجھ کو بچانے کیلئے مجھے آگ میں ہاتھ ڈالنا پڑا۔ صلاح الدین نے کہا کہ حضرت یہ آگ کیا چیز تھی جس سے آپ نے مجھے بچایا؟ حضرت نے فرمایا کہ ہاں ہاں، بابا جیو کی قسم، جو کوئی تم پر اور تمہاری اولاد پر مہربانی اور شفقت کرے گا اس کو بھی خدا کے حکم سے اس آگ سے پار لگا دوں گا۔ اس کے بعد آپ نے بہت دعا کی اور بغل میں لے کر فرمایا کہ اس کو چھوٹا نہ سمجھو، یہ بڑے بڑے کام کرے گا، مزاج شناس اور خیر خواہ ہو گا۔ صلاح الدین نے میری اس طرح خدمت کی کہ میں خوش ہو گیا۔

آپ کی علالت: ایک عرصے کے بعد سلطان محمد بن احمد کو خبر ہوئی کہ حضرت مخدوم شیخ احمد مغربی سخت علیل ہیں۔ سلطان مسجد سے متصل آستانۂ مبارک میں آیا۔ حضرت مخدوم پلنگ سے نیچے اتر آئے اور دروازے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت بابا شیخ صلاح الدین کی عمر پچیس سال تھی۔ سلطان قاضی عبدالحی بن منصور کا ہاتھ پکڑ کر حضرت مخدوم کے آگے لائے اور عرض کیا کہ حضرت سلامت، (اپنے بعد) کسی کو چراغ روشن کرنے کا حکم فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے شاہ نیک بخت، میرا لڑکا صلاح الدین اس کام کو انجام دے گا۔ جب آپ کی حالت بہت زیادہ خراب ہونے لگی تو بادشاہ نے حضرت کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضرت سلامت، فرزند کے بارے میں جو کچھ ارشاد

ہوا، بجا ہے۔ لیکن چراغ روشن کرنا (یعنی آپ کے بعد کی خلافت) ایک بڑا کام ہے اور فرزند چھوٹا ہے۔ قاضی عبدالحی ایک لائق آدمی اور اس کام کیلئے زیادہ موزوں ہیں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ یہ چھوٹا نہیں، اسے باطنی اعتبار سے چھوٹا نہ سمجھو، بندے کا کام کیا چیز ہے، خدا خود اپنا کام کرتا ہے۔

مُردہ نہ سمجھو: پھر حضرت شیخ احمد مغربی نے سلطان سے ارشاد فرمایا، ''شاہ نیک بخت، اگر بندہ دو گز زمین کے نیچے چلا گیا تو تم مردہ نہ سمجھنا، بے شک اولیاء اللہ کو حقیقی موت نہیں آتی۔''

سلطان یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ پھر صلاح الدین کا ہاتھ لے کر اپنے سر پر رکھا اور بہت عزت کی اور کہا کہ حضرت مخدوم جو کچھ مجھ سے فرمائیں، سر آنکھوں پر۔۔۔ حضرت مخدوم پلنگ سے نیچے نہالچے پر اتر آئے اور لوٹنے لگے۔ بات بہت کم کرتے۔ سلطان یہ دیکھ کر بہت روتا ہوا اٹھا اور دہلیز کے پاس چلا گیا اور ایک ہزار روپے بھجوایا۔ حضرت مخدوم نے صلاح الدین سے کہا کہ لے لو، تم کو کسی وقت کام آئیں گے۔ ان حالات کا اندازہ کر کے لوگوں نے قیاس کیا کہ آپ کے انتقال کے بعد روضے کی خدمت شیخ صلاح الدین کے سپرد ہو گی۔ اس کے بعد ملک عمدۃ الملک، خواجہ جھجھو اور دیگر علماء نے صلاح الدین کا ہاتھ لے کر اپنے اپنے سر پر رکھا۔ برادر برآمد شیراز، چھوٹا عبداللہ اور حضر نے حضرت مخدوم کے سامنے آکر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو شیخ صلاح الدین کو بلند

تخت پر بٹھائیں۔ حکم ہوا کہ تم سب چلے جاؤ اور صرف میرے بچے صلاح الدین کو میرے پاس چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ یہ سب چلے گئے اور سلطان کے پیچھے کھڑے ہوگئے۔

سلطان کی تمنا: سلطان نے کہا کہ بحمد اللہ مجھ کو دنیا کی کوئی کمی نہیں ہے۔ خود حضرت نے مجھ کو سلطنت تک پہنچایا ہے۔ البتہ حضرت مخدوم سے یہ توقع ہے کہ مجھ کو بہشت میں اپنے ساتھ لے جائیں۔ حضرت مخدوم نے اپنی انگلی آنکھ پر رکھی اور فرمایا کہ بسر و چشم، سلطان اس کے بعد واپس چلا گیا۔

ملازموں کے سامنے کسی نے مجھ سے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ فلاں کلمہ پڑھو، ایسا نہ ہو کہ یہ وقت ہاتھ سے نکل جائے۔

ماہ شوال کی ۱۴ر چودہ تاریخ آپ پر بے ہوشی سی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو اٹھ بیٹھے اور پھر چند دفعہ وہ لوٹے، جب دیر ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ حرکت ایک قسم کا اشارہ تھا تم نے کیوں کلمہ نہ پڑھا؟ اس فقیر (شیخ محمود بن سعید ایرجی) کے دل میں آیا کہ شیخ احمد مغربی ہر وقت خدا کی یاد میں مصروف رہتے تھے اور اس وقت بھی خدا کی یاد میں مصروف ہیں، اگر میں کچھ کہوں تو ایسا نہ ہو کہ وہ مزاج کے خلاف پڑے اور آخری وقت میں حضرت مجھ سے ناراض ہو جائیں، اس لئے خاموشی بہتر ہے۔ ایک شخص پیچھے صف میں بیٹھا تھا اس نے بلند آواز سے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ حضرت مخدوم شیخ احمد مغربی

نے آنکھ کھولی اور فرمایا کہ یہ کون ہے، دلیز پر جاکر دیکھو۔ اس حقیر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ میرا سکوت کرنا عین مصلحت تھا۔

رسم دستار : فجر کے بعد رضی الملک آئے، حضرت مخدوم اٹھ بیٹھے، فرزند صلاح الدین کو بلایا، سر پر دستار باندھی اور دعا کیا پھر بغل میں لیکر کہا بابا جہاں کہیں تم رہو گے مجھے دیکھو گے اس طرح شیر از غلام بر آمد خادم حضر اور عبد اللہ کو بھی کہا اور لوٹنے لگے۔ اسی درمیان میں ملک عمدۃ الملک اور قدر خان آئے، آپ نے اشارے سے بیٹھنے کیلئے فرمایا۔

وصال پرُ ملال : اسکے بعد چند مرتبہ آپ نے سانس لی، نیچے کا لب ہلا اور ہمیشہ کیلئے آپ آرام فرماگئے۔ آپ کا وصال چودہ ر ۱۴ شوال بروز جمعرات قبل زوال ۸۴۹ھ میں ہوا۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز — یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس — یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کیلئے

آپ کی وفات کی خبر سن کر پورے احمد آباد اور سرخیز میں ایک کہرام مچ گیا، ہر دل آپکی الفت و شفقت کے بار گراں کے تحت مرغ بسمل کی طرح تڑپتا رہا، آنکھیں امراء و سلاطین کی بھی نمناک ہو گئیں۔ مریدین و معتقدین میں غموں کا بادل منڈلانے لگا۔

نماز جنازہ و تدفین : نماز جنازہ اور تدفین کی پوری کیفیت مرتب ملفوظ شیخ محمود بن سعید ایرجی بیان کرتے ہیں۔ بندہ محمد ایرجی اور محمد مولانا قاسم نے آپ کو غسل دیا۔

برادر مبارک اور ایوان جی نے پانی ڈالا پھر پالکی میں رکھ کر روضۂ مبارک میں لے گئے۔

سلطان محمد بن احمد شاہ اس وقت حاضر تھا، بندہ نے مولانا قاسم سے کہا کہ سلطان سے امامت کیلئے کہو کیوں کہ سلطان امامت کا زیادہ مستحق ہے، بادشاہ نے کہا مولانا محمد قاسم آپ نے شیخ کی زندگی میں امامت کی ہے اسلئے اس وقت بھی آپ ہی نماز جنارہ پڑھائیں۔ مولانا محمد قاسم نے بادشاہ کے حکم سے امامت کی۔ حضرت مخدوم کا جنازہ درست کر کے مریدوں اور معتقدوں کے سامنے لائے، قبر کے اندر ریت کو صاف کر کے اس بندے نے جسد خاکی کو رکھا۔ اَنَا الِلّٰہِ وَاِنَآ اِلَیہِ رَاجِعُونَ [1]۔ آپ کی عمر ایک سو گیارہ سال ہے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

صاحب معارج الولایت نے آپ کا سن ولادت مخدوم الاولیاء (۷۳۸) اور سن وصال قطب اولیاء (۸۴۹) اور سن عمر قطب (۱۱۱) سے نکالا ہے۔ [2]

مفتی غلام سرور لاہوری آپ کی خانقاہ کی مہمان نوازی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ شیخ احمد کی خانقاہ میں اتنا کھانا پکتا تھا کہ فقراء ودرویش اور مسافروں میں سے ہزاروں مخلوق روزانہ اس جگہ کھانا کھاتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد لنگر ایسے ہی جاری تھا کہ

---

[1] تحفۃ المجالس، مجلس ۷۵، ص ۱۲۴تا۱۲۹ [2] خزینۃ الاصفیاء، ص ۹۵۸

امراء و بادشاہ اپنے لشکر و سپاہ کے ساتھ اس خانقاہ کے مہمان ہوا کرتے تھے اور کھانا اس لنگر سے کم نہ ہوتا تھا۔ ا؎ سلطان محمد بن احمد کی مجلس میں بعض شعراء نے آپ کا مرثیہ کہا ہے

شیخ احمد امامِ دین و دنیا — سوئے فردوس می شد خرم و شاد
فلک می گفت در تاریخِ آں سال — شہِ عالم محمد را بقا باد

۲؎



ا؎ خزینۃ الاصفیاء،

۲؎ ظفر الوالہ، جلد ا، ص ۲۰۱

صوفیائے مغربیہ ایک نظر میں

اسماء	ولادت	وفات
(۱) حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ	۱۲ ربیع الاول بروز پیر مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء، مکہ	۱۳ ربیع الاول بروز پیر مطابق ۸ جون ۶۲۳ء مدینہ
(۲) حضرت مولا علیؓ	۱۳ رجب بروز جمعہ، واقعہ فیل کے تین سال بعد	۱۷ رمضان المبارک کوفہ (عراق)
(۳) حضرت خواجہ حسن بصریؒ	۶۴۲ء بصرہ (عراق)	۱۵ رجب ۱۱۱ھ مطابق ۱۱ر اکتوبر ۷۲۸ء بصرہ
(۴) حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ	ایران	۷ر رمضان ۱۲۰ھ
(۵) حضرت داؤد طائی	۷۸۱ء	۱۶۵ھ
(۶) حضرت خواجہ معروف کرخی	خراسان (ایران)	۲۰۰ھ مطابق ۱۳ اگست ۸۱۶ء، کرخ۔ بغداد
(۷) حضرت خواجہ ابوالحسن سری سقطی	۱۹ اگست ۸۷۰ء	۲۵۱ھ بغداد
(۸) حضرت خواجہ ابوالقاسم محمد بغدادی		۲۹۸ھ، ۹۱۰ء بغداد

وفات	ولادت	اسماء
۳۲۲ھ		(۹) حضرت شیخ ابو علی الخطیب بن احمد۔ شاہی خاندان
۳۴۰ھ		(۱۰) حضرت شیخ ابو علی الخطیب ابو علی حسین بن احمد
۳۷۳ھ نیشاپور	نیشاپور۔ ایران	(۱۱) حضرت ابو عثمان سعید طرابلسی
		(۱۲) حضرت ابو القاسم کرگانی
۴۸۷ھ	طوس	(۱۳) حضرت ابو بکر منساج
		(۱۴) حضرت شیخ امام احمد امام غزالی (غزالی مغربی برادر غوث جیلانی)
۶۰۰ھ بغداد	بغداد	(۱۵) حضرت شیخ ابو الفضل بغدادی بن عبد القادر جیلانی
		(۱۶) حضرت شیخ ابو بکر یمنی
	اسپین	(۱۷) حضرت شیخ مسعود اندلسی
	اسپین	(۱۸) حضرت شیخ ابو مدین مغربی
		(۱۹) حضرت شیخ محمد صالح

اسماء	ولادت	وفات
عبدالکاکی مغربی		
(۲۰) حضرت شیخ ابوالعباس احمد قریشی مغربی	۵۹۶ھ	۶۷۵ھ
(۲۱) حضرت ابو عبداللہ محمد حجاج کیمی		کیم، سورت، گجرات
(۲۲) حضرت بابا اسحٰق مغربی	۶۶۰ھ	۱۷ شعبان بروز بدھ ۷۸۱ھ کھٹو م ناگور راجستھان، ہند
(۲۳) حضرت شیخ احمد مغربی کھٹو گنج بخش و گنج گیر	۷۳۸ء دہلی، ہند	۱۴ شوال بروز جمعرات ۸۴۹ھ سرخیز، احمد آباد۔ گجرات۔ ہند ۔۱

۱۔ سوفسٹک مغربیہ کیلنڈر انگلش۔ از مولانا محمد سورتی، ناشر پیر محمد شاہ لائبریری

حضرت سلطان احمد شاہ بانیِ احمد آباد

سلطان احمد شاہ بانیِ احمد آباد کی سیرت و سوانح سے پہلے مناسب ہے کہ صوبہ گجرات کے سلاطین کی مختصر کیفیت بیان کر دی جائے۔ تاریخ مبارک شاہی اور اس قسم کی دوسری کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ بادشاہ دہلی سلطان فیروز شاہ نے فرحت الملک (جسے مفرح بھی کہتے ہیں) کو گجرات کا سپہ سالار مقرر کر کے صاحب اختیار حاکم بنایا تھا۔ سلطان فیروز شاہ کے انتقال کے بعد جب ان کے بیٹے سلطان محمد شاہ دہلی کے تخت پر بیٹھے تو انہوں نے بھی فرحت الملک کو اس عہدے پر برقرار رکھا، فرحت الملک کے دل میں چوں کہ خود مختار ریاست کا قیام کرنا تھا اسلئے انہوں نے گجرات کی رعایا کو ہر قسم کی آزادی اور چھوٹ دے دی اور مذہب اسلام و مسلمین کی ہتک و حرمت سے غیر مسلوں کو بے باک اور نڈر بنایا تھا۔ ذیل میں ان کی غیر مسلم نوازی کو ملاحظہ کریں۔ مورخ فرشتہ لکھتے ہیں۔

غیر مسلم نوازی: فرحت الملک کا ارادہ چوں کہ بادشاہ دہلی کی مخالفت کرنے کا تھا اسلئے اس نے گجرات کے زمینداروں اور غیر مسلموں سے بڑا اچھا برتاؤ کیا اور انہیں اپنا بہی خواہ بنالیا۔ ان لوگوں کو خوش کرنے کے لئے وہ ایسی رسومات کو بھی مروّج ہونے دیتا تھا جو اسلام کے خلاف تھیں۔ ۱؎

ایسے وقت میں جب کہ فرحت الملک محض اپنے نفسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے اسلام مخالف رسومات کو رواج دے اور اسلام و مسلم کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے، علمائے حق پر اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنا ضروری تھا اسلئے علماء ربانین نے ایک

۱؎ تاریخ فرشتہ، از قاسم فرشتہ، جلد دوم، ص ۴۹۳

عریضہ لکھ کر بادشاہ دہلی کو مطلع کیا۔

علماء کا عریضہ : ''فرحت الملک کے اس رویے سے گجرات کے تمام علماء و فضلاء ناراض ہو گئے اور انہوں نے ۷۹۳ھ میں سلطان محمد شاہ کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ فرحت الملک اس وقت ہوس پرستی میں مبتلا ہے، خود غرضی اور مطلب پرستی اس کا شیوہ ہے، وہ غیر مسلموں اور ان کے مذہب کی اس قدر طرفداری کر رہا ہے کہ اس وقت سومناتھ مندر بت پرستوں کا ملجاد ماوی بنا ہوا ہے، اسلامی اصولوں اور احکام کی پابندی روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے، مسجدوں میں کہیں نمازی نظر نہیں آتے اور منبر اماموں کی صورت دیکھنے کو ترس گئے ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضور سے التجا ہے کہ اسلام کی تقویت اور احکام شریعت کے نفاذ کیلئے جلد از جلد کوئی قدم اٹھایا جائے ورنہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔'' ۱۔

یہ وہ حالات تھے جسے اجمالی طور سے علماء نے بڑے ہی کرب و اضطراب کے ساتھ بادشاہ دہلی کی خدمت میں تحریر کیا، اور اس عہد کا اسلامی بادشاہ بھی اپنے دل میں اسلامی درد رکھتا تھا۔ اس عریضہ کو غور و فکر سے دیکھنے اور پڑھنے کے بعد اس نے وہی کیا جو سلاطین اسلام کا سابق طریقہ تھا۔

اعظم ہمایوں کا حاکم گجرات مقرر ہونا : ''یہ عریضہ پڑھکر سلطان محمد شاہ کو بہت دکھ ہوا اور وہ گجرات میں دین اسلام کے احکام کی حفاظت کی تدبیریں سوچنے لگا، بہت غور و فکر کے بعد بادشاہ نے گجرات کی حکومت اپنے ایک امیر اعظم ہمایوں ظفر خان کے سپرد کی۔ ۳ / ربیع الثانی ۷۹۳ھ میں اعظم ہمایوں کو شاہی بارگاہ سے خلعت خاص عنایت ہوا، نیز چتر سفید و سرخ سے اسے نوازا گیا تاکہ اس کے مرتبے اور شان و شوکت میں اضافہ ہو۔'' ۲۔

۱۔ تاریخ فرشتہ، از قاسم فرشتہ، جلد دوم، ص ۴۹۳ ۲۔ ایضاً ص ۴۹۴

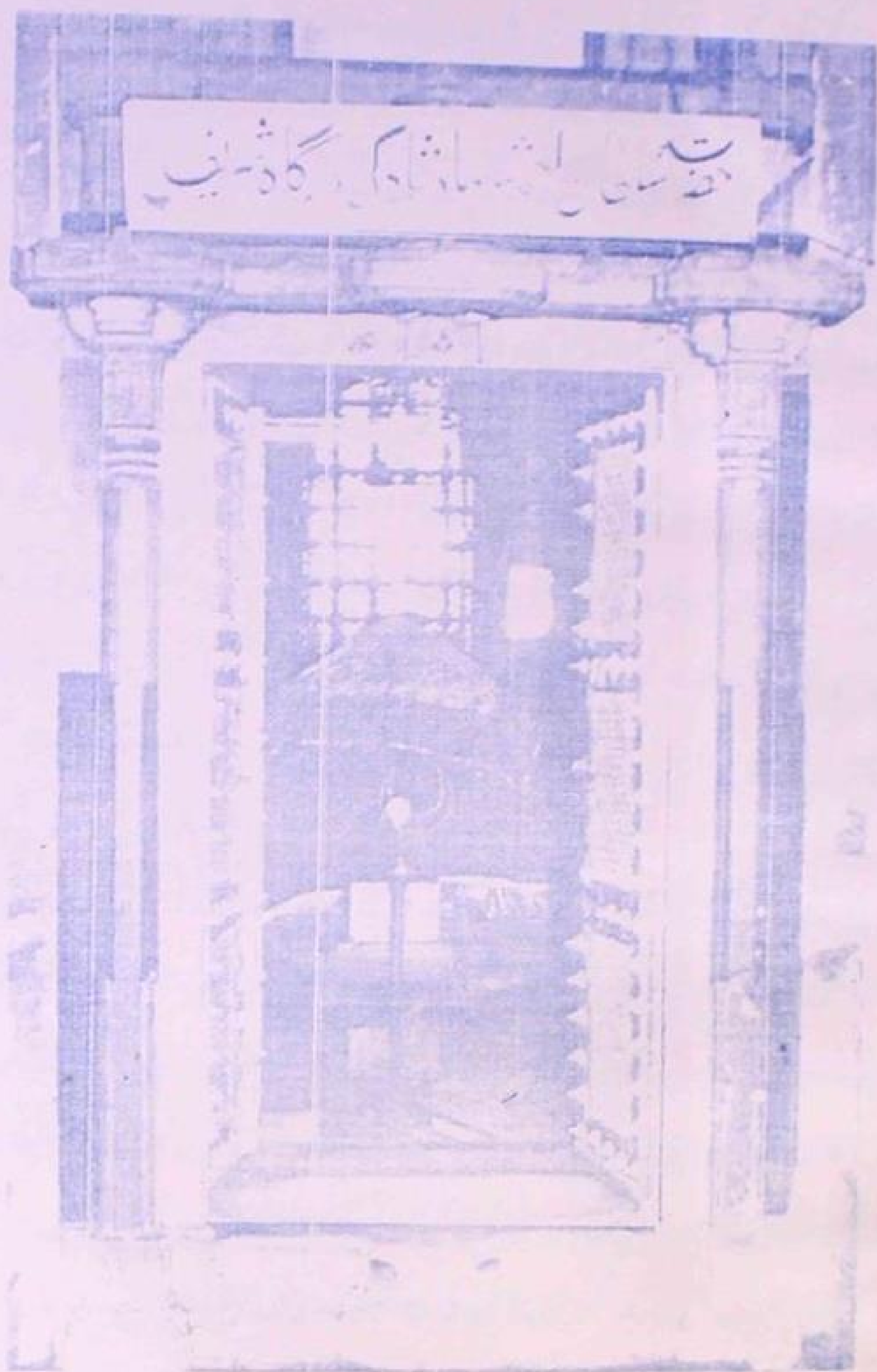
یہی گجرات کے وہ بادشاہ ہیں جنکا لقب مظفر شاہ ہوا۔ ''سلطان مظفر شاہ کی پیدائش ۲۵/محرم ۷۴۳ھ بروز یکشنبہ دہلی میں ہوئی۔'' [1]

درویشوں سے عقیدت وارادت : سلطان مظفر شاہ کو درویشوں سے بڑی عقیدت تھی، یہی وجہ ہے کہ بدر المحققین، سراج الصدیقین، شیخ احمد گنج بخش مغربی بھی انہی کی احرار اور بشارت باطنی کی بناء پر احمد آباد میں بمقام سرخیز قیام فرما ہوئے۔ مظفر شاہ کو بیعت وارادت سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت سے تھی اور انہی کی دعا سے مظفر شاہ اور ان کی اولاد کو گجرات کی بادشاہت ملی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خانقاہ میں لنگر کیلئے کچھ بھی نہ تھا، اس دن درویشوں کے کھانے کیلئے بھی کچھ نہ تھا، اس بات کی خبر جب مظفر خاں کو ہوئی، اس نے لنگر کیلئے کافی تعداد میں غلہ، مٹھائیاں اور اشیائے خوردنی بھیجیں، جب وہ سامان خانقاہ میں لایا گیا تو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت خوش ہوئے اور ظفر خاں ملقب بہ مظفر خاں کو طلب فرماکر ارشاد فرمایا، ''اے مظفر خاں بغرض اطعام ایں طعام حکومت تمام ملک گجرات را بنام شما انعام فرمودیم'' ترجمہ: اے مظفر خاں اس کھانا کھلانے کے عوض میں ہم نے ملک گجرات کی تمام سلطنت تم کو عطا کی، اور یہ بھی منقول ہے کہ ایک چادر بھی مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے انہیں عطا فرمائی۔ مزید مرأت سکندری کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جس قدر اور عدد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو انھوں نے ایک مرتبہ کھجور کے دانے عطا فرمائے تھے اسی عدد کے موافق مظفر شاہ کی اولاد نے گجرات میں بادشاہت کی۔

ایسا ہی مظفر شاہ کو حضرت برہان الدین قطب عالم سے بھی حد درجہ عقیدت و محبت تھی، انشاء اللہ بیان قطب عالم میں اس کو ملاحظہ کریں گے، اور رعایا کی خبر گیری

---

[1] تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص ۴۹۵



تصویر مزار حضرت سلطان احمد شاہ بانیٔ احمد آباد
وہ جنکی کبھی فجر و عصر کی سنتیں پوری عمر میں قضا نہ ہوئیں اور نجومیوں نے جنکی
ولادت کا زائچہ دیکھکر عظیم بشارتیں دیں

بھی رات کی تاریکی میں کیا کرتے تھے، اور سنت فاروقی پر عمل کر کے آپ نے زندہ مثال قائم کی تھی۔ ''نقل ہے کہ غریبوں اور رعایا کا حال اور امیروں اور لوگوں کے عمل معلوم کرنے کیلئے سلطان (مظفر شاہ) راتوں کو تنہا نکلا کرتا تھا، گلی کوچوں اور بازاروں میں اس کے کان تحقیق و تفحص میں لگے رہتے تھے، جو کچھ لوگ بات چیت میں بیان کرتے وہ سنتا اور دوسرے دن اس کی تلافی و تدارک کا اہتمام کرتا تھا۔ ایک رات وہ ایک مسجد میں پہنچا، دیکھا کہ ایک دردمند ایک کونے میں بیٹھ کر رو رہا ہے، سلطان نے اس کا سبب پوچھا، اس نے کہا کیا پوچھتے ہو کہ اس حال کا راز نہ کہنا ہی بہتر ہے، کہا کہ کچھ تو کہو، شاید میں تمہاری تکلیف رفع کر سکوں، وہ بولا ''میں ایک غریب آدمی ہوں ایک بدمعاش میرے گھر میں گھس آتا ہے، میں اسے روک نہیں سکتا، میں عاجز و حیران ہوں کہ اپنا یہ بھید کس سے کہوں اور کس سے اس کا علاج حاصل کروں'' سلطان نے پوچھا کہ وہ کب آتا ہے، کہا کہ ہر رات، کہا کہ خاطر جمع رکھ، جب تک میں اسے ختم نہ کر دوں کھانا مجھ پر حرام ہے۔ آ اور مجھے دکھلا، وہ آگے بڑھا اور سلطان اس کے پیچھے چلا، یہانتک کہ اس کے گھر پہنچے، اتفاق سے اس رات وہ نہ آیا، سلطان دوسری رات وہاں پہنچا، اس رات بھی وہ نہ آیا، تیسری رات وہ آیا، وہ بیچارہ اسی مسجد میں بیٹھا رو رہا تھا اور سلطان کے آنے سے مایوس ہو گیا تھا، کہ وہ بدمعاش متواتر نہ آیا شاید آج رات نہ آئے۔ اسی اثناء میں سلطان پہنچ گیا اس نے کہا وہ آج رات آیا ہے، آ میں دکھاؤں۔ سلطان روانہ ہوا۔ پوچھا کہ دونوں کو مار ڈالوں یا زانی کو؟ کہا زانی کو، سلطان اس کے گھر میں داخل ہوا، دیکھا کہ ایک بدمعاش اس کے گھر میں اس کی بیوی کے پاس بیٹھا ہوا ہے، سلطان نے کہا کہ آج رات تیرے عمل کا تجھے بدلہ ملے سامنے آ تلوار پکڑ کر اس کے روبرو ہوا، سلطان نے اس کی چوٹ رد کر دی، اور تلوار اس کی کمر میں ایسی ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا، گرا اور مر گیا۔ [1]

[1] مرأت سکندری، اردو، ص ۲۰۶، ۲۰۷

بناء احمد آباد کی پوری تفصیلی کیفیت شروع اوراق میں بیان ہو چکی ہے۔

دنیا کا خوبصورت ترین شہر: ملا قاسم فرشتہ لکھتے ہیں۔ کہ شہر میں ایک قلعہ اور جامع مسجد بھی ہے، شہر سے باہر تین سو سات پورے آباد ہیں، ہر پورے میں ایک مسجد اور ایک بازار ہے۔ احمد آباد کو آبادی اور دوسری خصوصیت کی بناء پر کل ہندوستان کا ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کا خوبصورت ترین شہر کہا جا سکتا ہے۔ ۱؎

یہی وہ شہر ہے کہ عالم واقعہ میں سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے، سید سراج الدین المعروف بہ شاہ عالم محبوب باری فرماتے ہیں کہ عالم واقعہ میں مجھے سرکار دو عالم ﷺ کا دیدار نصیب ہوا، میں نے دیکھا کہ حضور سید عالم ﷺ کی تشریف آوری کے وقت میرا مکان بہترین خوشبو سے معطر ہو گیا۔ ۲؎ اور لطف و کرم کی انتہا تو یہ ہے کہ رسول آباد میں حضرت شاہ عالم علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں آپ کی درس گاہ میں نورانی تخت پر مکمل ایک عشرہ تشریف لا کر آپ نے تشنگان علوم و فنون کی پیاس بجھائی، اور بخاری شریف کی تعلیم دورۂ حدیث کے طلبہ کو سرکار دو عالم ﷺ سے ملی۔ ۳؎ آج بھی اس نورانی تخت کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، زائرین آکر فرط محبت سے بوسہ لیتے ہیں اور اسے وسیلہ بنا کر اپنی دعاؤں کو خدا کی بارگاہ میں مستجاب پاتے ہیں۔ اور آج بھی سرکار دو عالم ﷺ کے قدم مبارک کا نورانی نقش اس شہر میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار آثار و تبرکات یہاں موجود ہیں۔

۱؎ تاریخ فرشتہ، ص ۵۰۶ ۲؎ صد حکایات فارسی قلمی، حکایت ۱۹

۳؎ تذکرۂ سادات، ص ۴۴، بہ حوالہ حیات شاہ عالم، ص ۱۱۱

سلطان مظفر شاہ کو شکار کا بھی بہت شوق تھا اور علم موسیقی میں بھی یہ طولیٰ حاصل تھا۔ علوم اسلامیہ میں خاصکر علم نحو میں بھی شغف تھا کہ جب ایک عام آدمی ایک طالب علم کے لباس میں آیا اور السلام علیکم کہا تو مظفر شاہ نے انہیں یہ جواب دیا وعلیکم السلام یا جامع التنوین واللام (اے تنوین اور لام کے جمع کرنے والے تم پر سلامتی ہو) ۱۔ اسلئے کہ علم نحو میں جب الف لام کسی لفظ میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کے آخر میں تنوین نہیں آتی، بایں وجہ کہ سلام پڑھنا غلط ہوا۔ اس سے علم نحو میں مہارت کا پتہ چلتا ہے۔

الغرض مظفر شاہ ماہ صفر ۸۱۴ھ میں علیل ہوا اور اسی سال ربیع الثانی کے مہینے میں انتقال کر گیا۔ مرنے سے پہلے انہوں نے نائب احمد شاہ کو مقرر کیا کیوں کہ وہ احمد شاہ کو اپنے حقیقی بیٹوں سے زیادہ قابل اور ذہین سمجھتا تھا۔ بیس سال حکمرانی کی اکہتر ۷۱ سال کی عمر پائی۔ ۲۔

سلطان احمد شاہ کی پیدائش اور نجومیوں کی رائے: سلطان احمد شاہ بانیِ احمد آباد کا سال پیدائش ۷۹۳ھ ہے، نجومیوں نے اس کی ولادت کا زائچہ دیکھکر یہ پیشن گوئی کی تھی کہ یہ لڑکا ایک ایسا نیک کام سرانجام دے گا کہ جس کی وجہ سے اس کا نام دنیا میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ۳۔

نجومیوں کی پیشن گوئی کے مطابق یوں تو آپ نے بہت نیک کاموں کو انجام دیا، درویشوں سے محبت، آپ کی رعیت کا آپ سے راضی رہنا، عدل و انصاف کا قائم رکھنا، اسلامی شعار اور اسلامی احکام کو رواج دینا، جرم کی پاداش میں اپنے داماد کو بھی معاف نہ کرنا، عبادت و ریاضت، جامع مسجد احمد آباد کی بناء اور شہر احمد آباد بسانا وغیرہ ہیں۔ ان تمام کارہائے خیر میں نمایاں نیکی ملا قاسم فرشتہ کی رائے کی مطابق احمد آباد کی بناء ہے۔ لکھتے ہیں۔۔ راقم الحروف مؤرخ فرشتہ کا خیال ہے کہ یہ نیک کام مشہور شہر احمد آباد گجرات کی تعمیر ہے جو آج تک احمد شاہ کا نام اونچا کئے ہوئے ہے۔ ۴۔

۱۔ مرأت سکندری، اردو، ص ۲۰۸ ۔۔۔ ۲۔ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص ۵۰۳

۳۔ ایضاً، ص ۵۰۴ ۔۔۔ ۴۔ ایضاً، ص ۵۰۴

پائے جاتے ہیں اور غلامان مصطفےٰ کی ایک نورانی جماعت اولیائے کاملین کی بھی روحانیت یہاں موجود ہے۔ کوئی بھی ایسا محلہ یا علاقہ نہیں ہے جہاں کسی صاحب دل درویش کامل کا جلوۂ زیبانہ ہو۔

باغی مطیع وفرماں بردار: سلطان احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ نے ۱۴ر امضان المبارک ۸۱۳ھ میں تخت سلطنت کو زینت بخشی، کچھ روز اسطرح سے گذرے کہ ناگہاں خبر پہنچی کہ سلطان کا چچازاد بھائی مودود بن فیروز خان جو بڑودہ کا حاکم تھا اس نواح کے امراء کو اپنا موافق بنا کر ''اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ'' (میں اس سے بہتر ہوں) کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے خیال فاسد سے کھوٹا مال ہمراہ لے کر ملک کے لالچ میں آرہا ہے اور اپنے بدبختی کی وجہ سے چند مشکل پسند جیسے کہ حسام الملک بھنڈیری، ملک احمد بن حسام الملک، ملک شہ، پدر کھتری، حبیب الملک مستوفی کا لڑکا، ملک کریم خسرو، جیوند اور پیاکد اس منحوس مقام نزیاد پر آکر اس سے مل گئے۔ بیکن اور آدم افغان کو جو اس کے دوست تھے، شکست دی اور جیوند کھتری کو اپنا پیشوا بنا کر گمراہی کے راستے پر چل رہے ہیں۔ ایک دن جیوند نے امراء کو جمع کر کے کہا کہ نہروالہ موجودہ پٹن کی تسخیر کی فکر کرنی چاہئے تا کہ ہمارا کام حسب مراد پورا ہو۔ امراء نے کہا کہ ہم میں سلطان (یعنی احمد شاہ) کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ آخر کار باہمی اختلاف رائے کی بناء پر جیوند مارا گیا۔ امراء سب آئے اور سلطان احمد شاہ کی ملازمت کی، ہر ایک کیلئے انعام واکرام مقرر ہوا اور مودود بن فیروز خان کھمبایت چلا گیا۔

اسی اثناء میں خطہ سورت وراندیر کا حاکم شیخ ملک مودود بن فیروز خان سے مل گیا، جس وقت سلطان ان کی دفع کرنے کے ارادے سے نکلے تو وہ کھمبایت سے بھروچ چلے گئے۔[۱]

---

[۱] مرأت سکندری، اردو، ص ۲۷، ۲۸

صلہ رحمی: مودود بن فیروز خان نے بغاوت کی انتہا کر دی تھی، اپنے ہمنواؤں کو لے کر ہر وقت تخت گجرات پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر پھر بھی سلطان احمد شاہ کی صلہ رحمی کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ جب موضع رنگپور میں جو مڑاسہ کے مضافات میں سے ہے وہاں بدر علا، مودود، بیٹھے خاں اور ایڈر کے راجہ رنمل نے جمع ہو کر ایک کیمپ لگایا اور مڑاسہ کے قلعے کو مضبوط بنانے میں یہ لوگ مشغول ہو گئے، قلعہ کے گرد ایک گہری خندق کھدوائی اور قلعے کے دیواروں کو توپ و تفنگ سے بھر دیا۔ ایسے وقت ان کے دفاع کیلئے سلطان احمد شاہ مڑاسہ کے نواح میں قیام پذیر ہوئے، اس کے بارے میں صاحب مرأت سکندری کی رائے ہے اور بیان کرتے ہیں کہ سلطان نے غایت دینداری اور خدا پرستی کی بناء پر مہربانی کو مد نظر رکھتے ہوئے عزیزوں، رشتہ داروں سے محبت کے سلوک کی خاطر ایک قاصد ان کے پاس بھیجا۔ [1]

ایسے وقت میں دوسرے شاہانِ وقت سے اگر یہ معاملہ پیش ہوتا کہ جب باغی اس طرح بر سر پیکار ہو تو شاید نرمی اور ملائمت ان کے ساتھ نہ برتی جاتی، مگر یہ خاصہ صرف اور صرف سلطان احمد شاہ کی طبع لطیف کی بناء پر ہے۔

رعب و جلال: جب باغیوں نے ملائمت کی گفت و شنید سے بات نہ مانی تو سلطان احمد شاہ کو باغیوں کی خندق پر تیسرے دن بذات خود آنا پڑا۔ مرأت سکندری کا بیان ہے کہ تیسرے دن سلطان خود خندق پر آیا، سپاہی ہر طرف سے قلعہ پر چڑھ گئے، باغی خوفزدہ ہو کر تہہ خانوں میں گھسنے لگے۔ آخر کار بدر علا اور رکن خان قتل ہوئے، مودود خاں اور راجہ ایڈر بھاگ کر ایڈر پہنچے۔ نظام الملک اور سعد الملک جس حجر میں قید تھے وہاں سے صحت و سلامتی کے ساتھ باہر آئے۔ یہ واقعہ ۵ جمادی الاول ۸۱۴ھ کو پیش آیا۔ [2]

---

[1] مرأت سکندری، ص ۳۶

[2] ایضاً، ص ۳۷

اور تاریخ فرشتہ کا بیان ہے ''کہ ملک علائی بدر، رکن خاں، سیف خاں اور آنکس خاں نے قلعہ کو اپنی فوج سے مستحکم کیا اور سلطان احمد شاہ سے لڑنے کیلئے باہر نکلے۔ اس سے پہلے کہ کشت و خون کا بازار گرم ہوتا، باغیوں پر سلطان احمد شاہ کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ حواس باختہ ہوکر قلعہ کے اندر بھاگ گئے۔''ا۔

نورِ اسلام: خطہ گجرات میں اسلام کی روشنی صحابہ کرام کے عہد میں آچکی تھی جیسا کہ دور فاروقی میں حضرت ربیع اور عمر بن حزم وغیرہ اور دور عثمانی میں بھی بے شمار صحابہ و تابعین کرام اس دیار میں آچکے تھے اور علاء الدین کی حمایتِ اسلام کی سعی بلیغ کی روشنی نہروالہ عرف پٹن سے قلعہ بھروچ تک مکمل طور سے آچکی تھی جیسا کہ مرأت سکندری کا بیان ہے۔

آنکھ والوں اور خبروں کے طالبوں کے ضمیر پر مخفی نہ رہے کہ گجرات کے شہروں کے آئینہ سے کفر کا زنگ ابتداء میں مقدس جنگ کے عادی اور شرع متین کے حامی علاء الدین جن کا جذبہ دین اعلیٰ تھا، کی آبدار تلوار کی صیقل سے صاف ہوا تھا لیکن خط طول البلد کی طرح اسلام کی روشنی شہر نہروالہ عرف پٹن سے قلعہ بھروچ تک آئی تھی اور کفر کا اندھیرا آس پاس اور کناروں پر اپنے حال میں موجود تھا۔ آخر کار سلاطین گجرات کی سعی و کوشش سے دھیرے دھیرے سب صاف اور روشن ہوگیا۔ ۲۔

اختصار کے طور پر کچھ ان مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے کہ سلطان احمد شاہ کی سعی و کوشش سے وہاں نور اسلام پہنچا اور کفار و مشرکین مطیع و فرمانبردار ہوئے۔

گرنار: ملک سورٹھ (جسے آج جوناگڑھ کہا جاتا ہے) کا مشہور قلعہ گرنار ہے۔ وہاں کے کفار کے خلاف علم جنگ بلند کیا۔ گرنار کے راجہ راؤ منڈلک نے پہاڑ کے دامن

ا۔ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص ۵۰۷

۲۔ مرأت سکندری، ص ۳۹

میں ایک شاندار فوج جنگ کیلئے جمع کر کے لڑائی کی۔ بادشاہی لشکر کے سامنے کے حصے سے انہوں نے شکست کھائی۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں کافر بے شمار قتل ہوئے، راجہ گرنار بھاگ کر قلعہ مین چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ اگرچہ اس مرتبہ اس دیار میں چراغ اسلام کی پوری روشنی نہ پہنچ سکی مگر اس جگہ کے رہنے والے کافروں کا حال صفت حربی سے صفت ذمّی میں تبدیل ہو گیا۔ جونا گڑھ کا قلعہ جو پہاڑ کے دامن میں ہے سلطان کے ہاتھ آیا اور سورٹھ کی مملکت کے اکثر زمیندار مطیع و منقاد ہوئے اور خدمت قبول کی۔ ا؎

یہی وہ قلعہ ہے کہ راجہ منڈلک کے خاندان والے اس پر برسوں سے قابض تھے اور ہندوستان کے تمام راجاؤں نے اسے فتح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر کسی کو بھی کامیابی نہ ملی۔ سلطان محمد تغلق اور سلطان احمد شاہ گجراتی بانیِ احمد آباد کے علاوہ کسی اور بادشاہ نے کرنال کے ملک پر لشکر کشی نہیں کی تھی۔ ۲؎ بالآخر سلطان محمود بیگڑہ نے اسے فتح کیا اور اسلام کا بول بالا اس کے گرد و نواح میں ہو گیا۔ اور رائے منڈلک بھی اسلام کی آغوش میں آکر دارین کی سعادت سے مالا مال ہوا۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ یوں ہے: سلطان محمود بیگڑہ نے رائے منڈلک کو اپنے ملازمین میں داخل کر لیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر احمد آباد روانہ ہوا۔ راستے میں بادشاہ حضرت شاہ عالم علیہ الرحمہ کے وطن اور آستانۂ مبارک رسول آباد سے گزرا۔ حضرت شاہ عالم کے آستانے میں ان گنت لوگ تھے۔ راجہ نے یہ ہجوم دیکھا اور دریافت کیا کہ یہ کس امیر کی بارگاہ ہے؟ مسلمانوں نے جواب دیا کہ یہ کسی امیر کی بارگاہ نہیں بلکہ حضرت شاہ عالم علیہ الرحمہ کا آستانۂ مبارک ہے۔ راجہ نے پھر سوال کیا "یہ کس بادشاہ کے ملازم اور کس فرمانروا کے حلقہ بگوش ہیں؟" مسلمانوں نے راجہ کو بتایا کہ حضرت شاہ عالم کو کسی دنیاوی بادشاہ سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ خداوند تعالیٰ ہی کو اپنا بادشاہ سمجھتے ہیں اور اسی

ا؎ مرأت سکندری، ص ۱۴۰، ۱۴۱ ؎۲ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص ۵۴۶

کے ملازم اور حلقہ بگوش ہیں۔ یہ سنکر رائے منڈلک کو ان بزرگ کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔ بادشاہ سلطان محمود بیگڑہ کچھ دیر اس مقام پر ٹھہرا اور راجہ کو ساتھ لے کر حضرت شاہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان بزرگ کے مقدس چہرے پر نظر پڑتے ہی رائے منڈلک کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ وہ حضرت شیخ صاحب کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوا اور ان کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ ؎۱

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ہو گر ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں (اقبالؔ)

سید پور کا بت خانہ: کفار و مشرکین اس بت خانے میں رات دن معتکف رہتے اور اس بت خانے میں زر و جواہرات اور تراشیدہ بت ایسے روشن اور چمکدار نظر آتے تھے کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ وہ ایسا پرانا اور مشہور بت خانہ تھا کہ سارے زمانے میں اس کی شہرت تھی۔ سلطان احمد شاہ کی مدد سے وہ بتوں سے پاک ہوا اور بت پرستوں کا دل غم سے چاک ہوا۔ سلطان احمد شاہ نے وہاں مسجدیں بنوائیں اور منبر کھڑے کئے اور راہ و رسم پیمبر علیہ السلام کی بناء رکھی۔ وہاں بتوں، بت گروں اور بت پرستوں کی جگہ امام، خطیب اور مئوذن بیٹھ گئے۔ احمد کے اقبال نے ایسی مدد کی کہ وہ بتوں کے گھر کے بدلے اللہ الصمد کا گھر بن گیا۔ ؎۲

یاد رہے کہ سید پور کے اس بت خانے میں سلطان احمد شاہ نے ماہ جمادی الاول ۸۱۸ھ میں لشکر کشی کی اس بت خانے کی تمام مورتیاں سونے اور چاندی کی تھیں۔ ؎۳ تاریخ فرشتہ کا بیان ہے کہ سلطان احمد شاہ نے سید پور کے مندر کو مسمار کیا، اس میں بہت سی دولت اور بے شمار زر و جواہر تھے۔ یہ سب کچھ سلطان احمد شاہ نے اپنے

؎۱ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص ۵۵، ۵۷ ؎۲ مرأت سکندری، ص ۴۳

؎۳ ایضاً، ص ۴۱

قبضے میں کر کے غرباء میں تقسیم کر دیا۔ ا؎

غیر مسلموں سے جہاد : بادشاہ (سلطان احمد شاہ) نے غیر مسلموں سے جہاد کرنے کیلئے ۸۱۹ھ میں ناگور تک سفر کیا۔ دوران سفر میں بادشاہ یہ معلوم کرتا جاتا تھا کہ غیر مسلموں کے مندر اور عبادت گاہیں کہاں کہاں ہیں، جب کسی ایسی عمارت کا سراغ ملتا تو بادشاہ فوراً وہاں پہنچ جاتا اور عمارت کو مسمار کر کے تمام زر و جواہر اور دولت اپنے قبضے میں کر لیتا۔

سید پور کے مندر کو مسمار کرنے کے بعد وہاں جب احمد شاہ نے عبادت گاہ بنا دی اور خطیب و مؤذن کو وہاں مقرر کر دیا اسی سال بادشاہ نے ملک تحفہ کو جو تاج الملک کے خطاب سے مشہور تھا، نواح گجرات کے غیر مسلم باشندوں کی سرکوبی و سرزنش کیلئے روانہ کیا۔ تاج الملک نے پوری توجہ اور انہماک سے باغیوں کو درست کیا اور ان پر دوبارہ جزیہ مقرر کیا۔ بہت سے غیر مسلم اس مہم میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ۲؎

احکام اسلامی کی ترویج اور مساجد کی تعمیر : سلطان احمد شاہ کو احکام اسلامی کے رواج دینے اور مساجد و مدارس کے قیام کا بہت ہی دینی درد تھا اسلئے جہاں کہیں بھی فتح و غلبہ حاصل ہوتا فوراً مسجد تعمیر کی جاتی اور قاضیان اسلام کو شرع محمدی کے احکام کی ترویج کیلئے مقرر کیا جاتا چنانچہ ۲۲ صفر ۸۲۲ھ کو جب سون کھیڑہ کے قلعہ کی بنیاد رکھی تو وہاں ایک عالیشان مسجد تعمیر کی، شرع محمدی اور دین احمدی کو بلند کرنے کیلئے قاضی اور خطیب مقرر کئے اور شعار اسلامی کو رواج دیا۔ ۳؎

درویشوں سے عقیدت و محبت : سلطان احمد شاہ کو درویشوں سے بہت ہی عقیدت

ا؎ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص ۵۱۰

۲؎ ایضاً، ۵۱۰ ۳؎ مرأت سکندری، ص ۴۸

اور محبت تھی، اور اسی محبت کی بناء پر بدر المحققین شیخ احمد کھٹو مغربی نے خواجہ خضر سے ان کی ملاقات کرائی اور بنائے احمد آباد کی طرف مکمل طور سے متوجہ ہوئے۔ ایک مرتبہ جب سلطان احمد شاہ نے سلطان ہوشنگ کو شکست دی تھی اور سلطان ہوشنگ کے چار ہزار مرد میدان مارے گئے تھے اور وہ خود سارنگ پور کے علاقے میں جاکر قلعہ میں پناہ گزین ہوا تھا، نقل ہے کہ اس واقعے سے دو ماہ قبل سلطان احمد نے حضرت قدوۃ المحققین شیخ احمد کھٹو کو لکھا تھا کہ لڑائی کے حالات کی راہ وروش سے ایسا لگتا ہے کہ اس دیار میں کچھ عرصہ ٹھہرنا پڑے گا۔ حضرت شیخ احمد کھٹو نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم ۸۲۶ھ میں فتح و نصرت کے ساتھ اپنی راجدھانی میں واپس آؤ گے انشاء اللہ تعالیٰ، اور ایسا ہی ہوا۔[1]

سلطان احمد شاہ کے معاصر درویشان کامل میں سے حضرت شیخ احمد کھٹو، ابو عبداللہ سید برہان الدین قطب عالم، سید سراج الدین شاہ عالم، قاضی احمد، حضرت سید محمود دریانوش بخاری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات سے سلطان کی عقیدت و محبت بے پناہ تھی۔ ان کا خیال رکھتے تھے اور حضرت قطب عالم سے تو سلطان احمد شاہ نے شہر نہروالہ پٹن کے نواح میں دعا کی درخواست بھی کی تھی اور قطب عالم نے دعا بھی اس شہر کے بارے میں فرمائی تھی۔ اسی دعا کا نتیجہ ہے کہ آج یہاں کا باشندہ خوشحال و شاداں ہے۔

علمی شوق : سلطان احمد شاہ کو علم دین کے مسائل میں بھی کافی کمال حاصل تھا اور ہوتا بھی کیوں نہیں کہ علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین کی صحبت آپ کو ہمیشہ حاصل رہی اور علماء سے آپ نے نامعلوم مسائل کا استفسار بھی کیا۔ جیسا کہ مخدوم شیخ احمد مغربی کے بیان میں مسائل و مباحث علمیہ کے تحت مسئلہ تناسخ کے استفسار کا ذکر کیا گیا

۱۔ مرأت سکندری، ص ۵۲

ہے اور مولانا قاسم مرید و امام جامع مسجد سرخیز نے اس کی ذہانت کے بارے میں یوں شہادت بھی دی ہے۔ ''کیا ہی سلطان احمد شاہ کا ملکہ ہے کہ شیخ احمد مغربی کے کلام کو انہوں نے سمجھ لیا اور حاضرین اس کے سمجھنے سے قاصر رہے۔'' یہاں ایک واقعہ قارئین کی لذت طبع کیلئے نقل کیا جاتا ہے:

سلطان احمد شاہ بانی احمد آباد کے بعض رازداروں اور مصاحبوں نے سلطان کو یہ خبر پہنچائی کہ حضرت قطب عالم کے منجھلے لڑکے حضرت شاہ عالم کو حق تعالیٰ نے صغر سن میں کمال علم اور علم میں کمال عطا فرمایا ہے۔ جب یہ خبر مکرر سلطان کو دوسرے لوگوں سے بھی ملی تو سلطان کو ان سے ملاقات کا شوق ہوا اور شیخ الاسلام شیخ احمد مغربی سرخیزی سے اس کا اظہار کیا کہ حضرت قطب عالم کے لڑکے سید محمد المعروف بہ شاہ عالم کی تعریف بہت سن رہا ہوں، میں ان سے ملاقات کا شوق رکھتا ہوں۔ حضرت شیخ احمد مغربی نے فرمایا کہ وہ یعنی حضرت شاہ عالم کہیں آتے جاتے نہیں ہیں اور خلوت نشیں ہیں۔ سلطان نے کہا کہ آپ ان کے مرشد ہیں اور حضرت قطب عالم ان کے والد و پیر ہیں۔ آپ حضرات کے قدوم میمنت لزوم سے ایوان سلاطین روشن و بابرکت ہے یعنی آپ حضرات یہاں تشریف لا کر فیض رسانی کرتے ہیں، کیا ہی اچھا ہو تا کہ اس بزم میں وہ بھی تشریف لاتے، بندہ اس میں کیا قصوروار ہے؟

حضرت شیخ احمد مغربی نے بہت زیادہ سلطان کی جد و جہد اس معاملے میں دیکھی تو حضرت قطب عالم سے سلطان کی اس خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت قطب عالم نے فرمایا کہ فقیر کے دوسرے بچے باپ کی اطاعت پر مامور ہیں مگر بندہ حضرت شاہ عالم کی رضا پر مامور ہے، مگر اتنا اعتماد ہے کہ اگر ان سے کہوں گا تو وہ قبول کریں گے۔ حضرت شیخ احمد مغربی نے فرمایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو میں آپ کے سامنے حضرت شاہ عالم کی بارگاہ میں اس کا اظہار کروں؟ حضرت قطب عالم نے فرمایا کہ منظور ہے، زہے نصیب! الغرض

شیخ احمد مغربی نے حضرت شاہ عالم کے خلوت کدے میں اس کا اظہار فرمایا کہ سلطان احمد شاہ جو اولی الامر منکم کے تحت بادشاہِ اسلام میں سے ہیں آپ کی ملاقات کا از حد شوق رکھتے ہیں۔ حضرت شاہ عالم رضا مند ہوگئے اور تینوں حضرات جب سوار ہو کر قلعہ بدر کے قریب پہنچے تو ادھر سلطان احمد شاہ برائے استقبال و تعظیم تین دروازہ تشریف لا چکے تھے۔ الغرض باہم ملاقات کے بعد چاروں حضرات قلعہ بدر پہنچے اور ایوان شاہی میں چاروں کا قیام ہوا۔ بادشاہ کے دل میں علمی شوق پیدا ہوا اور ان حضرات کے سامنے بادشاہ نے استفسار کیا کہ اللہ تبارک و تعالی نے سورۂ بنی اسرائیل میں واقعہ معراج میں سُبحَانَ الذی أسریٰ بِعَبدِہٖ لیلاً ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ ا؎ فرمایا ہے اور یہ مقام من جانب الٰہی مدح کا ہے اس لئے بعبدہ کی جگہ برسولہٖ، بحبیبہٖ، بنبیہٖ ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ مقام مصطفٰے کے بیان و وضاحت کیلئے مذکورہ بالا الفاظ یا ان کے مثل ہی موافق ہیں، آخر کیا وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالی نے بعبدہ ذکر فرمایا؟

حضرت قطب عالم نے شیخ احمد مغربی کی طرف جواب کا اشارہ فرمایا اور حضرت شیخ احمد مغربی نے قطب عالم کی طرف جواب کا اشارہ فرمایا۔ آخر کار باہم دونوں نے مل کر حضرت سید محمد بخاری المعروف بہ شاہ عالم کی طرف متوجہ ہو کر حضرت قطب عالم نے فرمایا، ''اے فرزند، حق تعالی آپ کی زبان پر اس سوال کیلئے جو جواب لائے اسے بیان کیجئے۔'' حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ ہر مقام و مرتبہ یہاں تک کہ نبوت و رسالت بھی مفہوم کی طرف نظر کرتے ہوئے قابل زوال ہے۔ قطع نظر اس سے کہ خارج میں اس کا وقوع نہیں ہے (یعنی کوئی بھی مقام و منصب ہو معنی و مفہوم کی طرف نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ممکن ہے اور قابل زوال ہے۔ یہ مرتبہ سلب ہو جائے امکان

ا؎ القرآن، پ ۱۵، بنی اسرائیل

ہے باوجود ے کہ خارج میں نبوت و رسالت کے مقام کو عطا کرنے کے بعد کسی نبی و رسول سے وہ مقام چھینا نہیں گیا ہے، یعنی وقوع عبدہٗ نبوت سے زوال نہیں ہے مگر امکان ہے)اور عبدیت کے مفہوم کی طرف نظر کرتے ہوئے بھی قابل زوال نہیں ہے، نہ عقلاً اور نہ نقلاً۔ عقلی اعتبار سے یوں کہ آدمی اوصاف حمیدہ کا حامل ہو یا نہ ہو پھر بھی بندہ بندہ ہے، عبدیت اس کے ساتھ لازم ہے اور نقلی اعتبار سے یوں کہ احادیث و آیات و آثار اس پر شاہد ہیں کہ کافر و منافق اور مومن بھی عبد الٰہی ہی ہیں۔ اعتقاد و اعمال حسنہ ہوں یا سیئہ خدا معبود ہے اور سارے بندے عبد میں داخل ہیں۔۔ پس اس جگہ بعبدہ کا ذکر اولیٰ ہے۔

حضرت قطب عالم بخاری اور حضرت شیخ احمد مغربی نے حضرت شاہ عالم کے اس جواب پر آفریں کہا اور سلطان احمد شاہ نے بھی دادِ تحسین دی۔ گویا اس عالمانہ استفسار اور پھر اس محققانہ جواب پر پورا قلعۂ شاہی صدائے آفرین و شاباش سے گونج اٹھا۔ ا؎

سلطان احمد شاہ کو شیخ احمد مغربی کی بشارت : حضرت شیخ احمد مغربی نے سلطان احمد شاہ کی بے شمار مواقع پر روحانی مدد فرمائی۔ ایک مرتبہ جب سلطان احمد شاہ دکن کے ضابطہ و انتظام کیلئے روانہ ہوئے تو راستے میں سرحد پر مقابلہ ہوا۔ ملک خان شہ خانو خواہر زادہ ملک جلال شاہ کو اثنائے راہ میں مولانا قاسم کے برادر شیخ طالب سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ قطب زماں شیخ جہاں حضرت شیخ احمد مغربی کو میں نے خواب مین دیکھا ہے کہ فرماتے ہیں کہ سلطان احمد کو کہو کہ کوئی فکر نہ کریں۔ سلطان احمد شاہ کو جب یہ خواب سنایا گیا تو دیار دکن اپنی فوج کے ساتھ تشریف لائے اور بشارت شیخ کے مطابق وہاں سے مظفر و منصور لوٹے۔ ۲؎

ا؎ خلاصۂ صد حکایات، فارسی، حکایت ۲۸، ص ۱۴۱ تا ۱۴۴، از سید محمد جعفر بدر عالم بخاری ۲؎ مرقات الوصول، ص ۱۴۴

عیادت : سلطان احمد شاہ اپنی رعایا کی خبر گیری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے، خصوصاً اگر اہل علم حضرات بیمار پڑ جاتے تو ان کی مزاج پرسی آپ کا شیوہ ہوتا تھا۔ علماء دین اور قاضیان شرع متین اولیائے کاملین کی بارگاہ میں نذر و فتوح بھیجا کرتے اور ان کا معاشی بحران دور کرنے کی ہمیشہ فکر کرتے اور حتی الامکان ان کی پریشانیوں کو دور کرتے۔ ذیل میں ایک واقعہ تحریر کیا جاتا ہے۔

سرخیز میں حضرت شیخ احمد مغربی کو ایک مرتبہ کناک (بخار و دست) نے زور کیا اور آپ علیل ہو گئے، جب سلطان احمد شاہ کو اس سانحۂ مرض کی اطلاع ہوئی تو سلطان احمد نے ایک طبیب حاذق کو ان کی بارگاہ میں بھیجا اور حکم صادر فرمایا کہ ان کا علاج کرو۔ طبیب حازق آستانہ میں آئے اور آپ کی نبض مبارک کو پکڑا اور پھر کہا کہ خربوزہ کھانے کی وجہ سے یہ کناک ہوا ہے، بعدہ حضرت شیخ احمد مغربی نے طبیب کو انعام دے کر روانہ کیا۔[1] اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان احمد شاہ کو حضرت شیخ احمد مغربی کی طبیعت کا حد سے زیادہ خیال رہتا تھا۔ مریض حکیم و طبیب کے پاس آتے ہیں اور یہاں سلطان وقت نے محض اپنی طبع لطیف کی بناء پر طبیب حاذق کو آپ کی بارگاہ میں بھیجا۔

اے جانِ جہانیاں : سلطان احمد شاہ جب تخت گجرات میں متمکن ہوئے تو ابتدائی جلوس میں آپ کی طبیعت خراب ہو گئی اور ورم کے عارضہ نے اتنا پریشان کر دیا کہ آپ بیہوش ہو گئے، آخر کار حضرت شیخ احمد مغربی کی دعا سے انہیں فوراً شفائے کلی حاصل ہوئی، ذیل میں اسے ملاحظہ کریں۔

جب سلطان احمد شاہ کی طبیعت ابتدائے بادشاہت میں خراب ہو گئی تو تمامی ارکان دولت نے اس پر اتفاق رائے کیا کہ اگر شیخ احمد مغربی یہاں قدم رنجہ فرمائیں

---

[1] مرقات الوصول، ص ۲۰۴

اور دو رکعت نماز نفل برائے شفائے سلطان کے سرہانے کے پاس پڑھیں تو امید ہے کہ انہیں شفا حاصل ہوگی۔ سب نے مشورہ کیا اور کہا کہ ملک عثمان سرخیزی حضرت شیخ احمد مغربی کی بارگاہ میں جائیں، شاید کہ شیخ احمد مغربی تشریف لائیں، ملک عثمان سرخیزی کو اسلئے منتخب کیا گیا کہ وہ حضرت شیخ کے بہت قریبی مصاحبوں میں سے تھے۔ سلطان احمد شاہ کو موضع ستر میں اسقدر سوجن اور ورم لاحق ہو چکا تھا کہ اس کی شدت کی بناء پر سلطان بیہوش ہو چکے تھے۔ ملک عثمان حضرت شیخ مغربی کے آستانے میں آئے اور انتہائی تضرع وزاری کی پھر اپنے ہمراہ حضرت شیخ احمد مغربی کو لے کر سلطان احمد شاہ کے دولت کدے میں آئے۔ حضرت شیخ احمد مغربی سلطان کے سرہانے کے پاس نماز میں مشغول ہو گئے، بعد ادائے نماز آپ نے دعا فرمائی اور سلطان احمد شاہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ اے جان جہانیاں برخیز اے جان جہانیاں اٹھیے، اتنا کہنا تھا کہ اسی وقت سلطان احمد شاہ کو شفا حاصل ہوئی۔ ؁ کیا ہی سلطان احمد شاہ کا مقام اونچا تھا کہ قطب زماں نے انہیں اس عظیم خطاب سے مخاطب فرمایا، اور کیا ہی ان درویشانِ محمدی کی دعاؤں میں تاثیر تھی کہ فوراً سلطان وقت کو شفا مل گئی۔ مولیٰ ان کا سایۂ کرم تا ابد قائم رکھے۔

سلطان احمد شاہ اور مانک جوگی: سلطان احمد شاہ نے جب احمد آباد کی بناء رکھی تو وہ بنیاد رات میں ٹوٹ جاتی تھی اس میں مانک ناتھ جوگی کی سرکشی اور جادوگری تھی، صاحبِ تحفۃ الکرام نقل کرتے ہیں کہ گجرات کی سرزمین میں مانک ناتھ نام سے ایک جوگی عظیم جادو کی طاقت والا رہتا تھا، جب سلطان احمد نے شہر احمد آباد کی تعمیر کا ارادہ کیا یہ جوگی اس امر پر راضی نہ تھا، جبکہ روزانہ شہر کی بناء رکھی جاتی تھی، رات کو وہ گر جاتی تھی، تحقیق وتفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تصرف مسطور جوگی کا ہے کہ روزانہ اپنے خرقہ میں دھاگوں کو ڈالتا ہے اور رات میں اسے نکال لیتا ہے، سلطان احمد شاہ اس

؁ مرقاۃ الوصول، ص ۶۲، ۶۳

کے قریب آئے اور کہا کہ تجھ کو کس قدر قدرت ہے؟ اس نے کہا کہ زمین و آسمان کی خبروں سے ہم آگاہ ہیں، عداوت میں میرا امتحان یہ ہے کہ اپنے بیٹے کا سر اس تنگ منہ والے مٹکے میں رکھے ہوئے ہیں۔ اس سے گزر جاؤ۔ جوگی نے بادشاہ کو اس امتحان میں ڈالا، سلطان احمد شاہ خالی الذہن ہو کر اس مٹکے کی طرف گئے اور اس کا سر مضبوطی سے پکڑا، جوگی نے کہا تم ہم پر غالب آگئے۔ شہر کی تعمیر کا ارادہ میں نہیں رکھتا ہوں مگر کوئی پائیدار چیز میرے نام سے موسوم کر دو تو یہ ہو سکتا ہے۔ا۔ اس لئے اس جوگی کے نام کی طرف نسبت کرتے ہوئے مانک جوگ محلّہ کا نام رکھا گیا جو جامع مسجد سے مشرقی حصے میں واقع ہے امتداد زمانہ کی وجہ کہ جوگ سے چوک میں یہ تبدیل ہو گیا اور آج احمد آباد کے مشہور محلوں میں سے ایک محلّہ مانک چوک ہے۔

عبادت : سلطان احمد شاہ جہاں ایک گجرات کے نامور فاتح بادشاہ کی حیثیت سے تاریخ کے آئینہ میں نظر آتے ہیں، وہیں ایک عابد شب زندہ دار بھی ہیں۔ مشہور ہے کہ جامع مسجد کے بالائی سطح پر ایک پتھر ہے جہاں احمد شاہ تہجد و نفل نماز پڑھا کرتے تھے، آج بھی وہ پتھر دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ انسان ہی نے سلطان احمد شاہ کی قدر اپنے دل میں نہیں کی بلکہ پتھر نے بھی سلطان عادل کیلئے اپنا سینہ موم کر دیا اور ان کے نقوش پا و جوارح کو اپنے اندر جما لیا۔ راقم السطور نے بھی اس پتھر کی زیارت حاصل کی ہے، قابل دید ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ بالغ ہونے کے بعد سے آخر عمر تک سلطان کی صبح کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی ۲۔ جب صبح کی نماز میں اتنی پابندی تھی جو سستی اور کاہلی کا وقت ہوتا ہے تو اس سے اور دیگر نمازوں کی پابندی اور ذوق عبادت کا پتہ چلتا ہے۔

ا۔ تحفۃ الکرام، جلد ۲، ص ۲۷، ۲۸

۲۔ مرأت سکندری، ص ۵۵

بیعت : سلطان احمد شاہ کو حضرت قطب المشائخ شیخ رکن الدین کان شکر چشتی نبیرۂ فرید الدین گنج شکر سے بیعت وارادت تھی جنہوں نے بے شمار تشنگان طریقت کی پیاس ایک نگاہ عنایت میں بجھادی، علوم عقلیہ ونقلیہ میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی نہروالہ پٹن گجرات میں آپ کو مزار پرانوار ہے، زائرین کثرت سے حاضری دیتے ہیں۔

عدل سلطان احمد شاہ : سلطان کا عدل وانصاف ہی رعایا اور ملک کے امن وسلامتی کا ضامن ہے اگر سلطان وقت کی ذراسی غفلت ہوئی تو پورا ملک قتل وغارت گری کا اڈا اور جرائم وزمائم کا گہوارہ بن جایا کرتا ہے۔ سلاطین اسلام نے اپنے دور میں عدل وانصاف کی صحیح تصویر ملک کے سامنے پیش کی ہے اور خود ہادیٔ اعظم محمد عربی ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے سلطان عادل کے مقام ومنصب کی وضاحت کی ہے، فرماتے ہیں: عدل ساعة خیر من عبادة ستین سنة۔[1]

ترجمہ : ایک گھڑی عدل وانصاف کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور قرآن کریم نے بھی جابجا اولی الامر منکم کہہ کر سلطان عادل کی اتباع کو لازم قرار دیا ہے۔ آیئے سلاطین گجرات کے عہد زریں میں بھی عدل وانصاف اور رعایا پروری کا تابناک ماحول دیکھیں۔ خاص کر سلطان احمد شاہ کے جس نے جرم کی پاداش میں اپنے خویش واقارب اور سگے داماد کو بھی نہیں چھوڑا۔

منقول ہے کہ سلطان احمد شاہ کے داماد نے جوانی کے گھمنڈ اور سلطان سے رشتہ داری کے غرور میں ایک خون ناحق کردیا تھا۔ سلطان نے اسے بند ھوا کر قاضی کے پاس بھیج دیا، قاضی مقتول کے وارثوں کو دوسو اونٹ خوں بہا پر راضی کر کے سلطان کے پاس لایا۔ سلطان نے کہا کہ اگرچہ مقتول کے وارث خوں بہا لینے پر راضی ہو گئے ہیں لیکن مجھے قبول نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کام سے شریر مالدار لوگ اپنی تونگری اور قدرت کے

---

[1] رسالہ سلطانیہ نوریہ، محدث عبدالحق دہلوی

پیش نظر خون ناحق پر دلیر ہو جائیں گے، لہٰذا اس موقع پر خونبہا سے قصاص اولیٰ ہو گا، یہاں تک کہ بازار میں قصاص کیلئے قاتل کو پہنچایا گیا اور دار پر لٹکا دیا گیا۔ ایک شبانہ روز ان کی لاش کو وہیں آویزاں رکھا، دوسرے دن بادشاہ نے حکم دیا کہ اس لاش کو نکال کر دفن کر دیا جائے اور اسے دفن کر دیا گیا۔ا۔ صاحب مرأت سکندری لکھتے ہیں کہ اس سزا کے مشاہدے سے سلطان کی سلطنت کی ابتداء سے انتہا تک امیروں اور سپاہیوں میں سے کوئی بھی خون ناحق کا مرتکب نہیں ہوا۔ گویا شیخ سعدی شیرازی اس واقعہ سے کئی سال قبل از روئے کشف و کرامات اسی زمانے اور دنیا کے عادل سلطان کی شان میں یہ شعر کہہ گئے تھے۔

سر سر فرازاں تاج مہاں — بدوران عدلش بناز د جہاں

چناں سایہ گستر د بر عالمی — کہ زالی نیندیشد از رستمی

در ایام عدل تو اے شہریار — ندارد شکایت کس از روزگار

بلند مرتبہ لوگوں کا سردار، بڑے لوگوں کا تاج۔ جس کے عدل کے دور پہ دنیا ناز کرتی ہے، اس نے دنیا پر ایسا سایہ ڈالا ہے کہ ایک بڑھیا بھی رستم سے نہیں ڈرتی۔ اے شہریار تیرے انصاف کے زمانے میں کسی کو روزگار سے شکایت نہیں۔

اور قتل ناحق کا دوسرا واقعہ جب پیش آیا تو ان سے سلطان احمد شاہ کہ معاملہ فہمی اور دانائی کا پتہ چلتا ہے۔ ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

دوسرا واقعہ : منقول ہے کہ ایک دن سلطان احمد شاہ شاہی محل کے دریچہ میں بیٹھے ہوئے تھے، سابھر ندی جو شاہی محل کے نیچے بہتی ہے آپ نے دیکھا کہ ایک کالے رنگ کی چیز بہتی ہوئی آرہی ہے۔ سلطان احمد شاہ نے خدام شاہی سے حکماً ارشاد فرمایا کہ اسے لاؤ، خدام اسے لے آئے، جب وہ لایا گیا تو دیکھا کہ یہ شراب کا پیپہ تھا جس میں ایک مردہ کو بند

ا۔ مرأت سکندری، ص ۵۹

کر کے اس پیپے کا منہ بند کر دیا گیا تھا۔ سلطان احمد شاہ نے حکم صادر فرمایا کہ شہر کے تمام کلاؤں کو حاضر کیا جائے، حکم شاہی کے بموجب تمام کلال حاضر ہوئے۔ سلطان احمد شاہ نے ان تمام کلاؤں کی جانب رعب شاہی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ تم پہچانتے ہو کہ یہ پیپا کس کا بنایا ہوا ہے، ایک کلال بولا یہ پیپا میرا بنایا ہوا ہے اور میں نے احمد آباد کے حوالی میں فلاں گاؤں کے فلاں چودھری کے ہاتھ اسے فروخت کیا تھا۔ سلطان احمد شاہ نے حکم صادر فرمایا کہ اس چودھری کو حاضر کیا جائے۔ حکم شاہی کے بموجب اسے بھی حاضر کیا گیا۔ تحقیق و تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ اس چودھری نے ایک بقال کو مار کر پیپے میں بند کر کے اسے پانی میں بہا دیا تھا۔ سلطان احمد شاہ نے اس کو بھی قصاص کیلئے تختۂ دار پر پہنچا دیا اور اس چودھری کو قتل ناحق کی ارزوئے شرح محمدی سزا مل گئی۔

قربان جایئے سلطان احمد شاہ کی ذہانت اور معاملہ فہمی پر کہ کس انداز بصیرت سے آپ نے قاتل کا سراغ لگایا اور دلائل و براہین کی رو سے یہ بات محقق ہو گئی کہ واقعتاً وہ چودھری قاتل ہے۔ صاحب مرأت سکندری لکھتے ہیں۔

سلطان احمد شاہ کے دور حکومت میں بس یہی دو قتل ناحق ہوئے اس کے بعد سلطان کی سلطنت کے ڈر، قہر اور دبدبہ کی وجہ سے کسی نے خون ناحق کی جرأت نہیں کی۔[1] دور حاضر کے امراء و سلاطین کو مسلم عہد حکومت کے اس تاریخی فیصلے سے اور انتظام مملکت سے درس عبرت لینا چاہئے، ساڑھے بتیس سالہ عہد حکومت میں صرف دو خون ناحق اور آج ایک عالمی المیہ یہ ہے کہ ملک و شہر میں روزانہ بے شمار بے گناہوں کا خون کیا جاتا ہے اور حکومت خاموش تماشائی بن کر دیکھتی ہے، ان کے سروں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

شاعری: سلطان احمد شاہ کی سوانح حیات کا تحقیقی مطالعہ کرنے والوں پر یہ مخفی نہیں ہے

---

[1] مرأت سکندری، ص ۵۷، ایضاً مرأت احمدی، جلد ا، ص ۵۳، ۵۴

کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے طبع موزوں اور شاعری میں کمال بھی عطا فرمایا تھا چنانچہ آپ نے حضرت سید برہان الدین قطب عالم کی مدح سرائی میں یہ بیت فی البدیہہ ارشاد فرمایا تھا

؎ قطب زمانہ ما برہاں بس است مارا	برہانِ او ہمیشہ چوں نامش آشکارا

ترجمہ: ہمارے زمانے کے قطب برہان ہمارے لئے کافی ہیں۔ ان کی برہان ہمیشہ ان کے نام کی طرح آشکارا ہے۔ ؎۱

مدّتِ حکومت: سلطان احمد شاہ نے اپنی حیات ظاہری میں بتیس سال چھ ماہ بائیس دن حکومت کی۔ کل عمر آپ کی باون سال چند ماہ تھی۔ حیات ظاہری کے بعد سلطان احمد شاہ کی حکومت آج ہر مسلم کے دل میں ہے اور خصوصاً احمد آباد اور اس کے گردو نواح کے لوگوں پر۔ جس کا زندہ ثبوت آپ کے عرس مبارک پر جامع مسجد اور مانک چوک میں زائرین کا جم غفیر ہے۔ لوگ دور دور سے آکر فاتحہ خوانی اور صندل میں شریک ہوتے ہیں۔ شہر کے ائمہ اور سرکردہ حضرات خصوصی طور سے قرآن خوانی کیلئے آتے ہیں اور شعراء اور مقررین اپنی غلامی کا ثبوت دیتے ہیں۔

انتقال پر ملال: باون سال چند ماہ عمر مبارک پانے کے بعد چار ربیع الآخر ۸۴۵ھ میں شہر احمد آباد میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ جامع مسجد کے مشرقی جانب مانک چوک میں آپ کو دفنایا گیا ؎۲ اور آج بادشاہ کا روضہ نام سے مشہور ہے، اس قبہ میں آپ کی اولاد و امجاد و متعلقین کے اور بھی مزارات ہیں۔

؎ موت اسکی ہے کہ کرے جس کا زمانہ افسوس
ورنہ دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

؎۱ مرأۃ سکندری، جلد ۱، ص ۵۴	؎۲ ایضاً، ص ۵۵

ملا قاسم فرشتہ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان کی وفات آیات ۸۴۶ھ میں ہوئی اس حساب سے کل عمر باون نہیں بلکہ ترپن سال ہوتی ہے اور مدت حکومت انہوں نے چھتیس سال چھ ماہ بائیس دن تحریر کی ہے جو مدت عمر کے حساب سے صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ بیس سال کی عمر میں تخت سلطنت پر سلطان نے جلوہ فرمایا ہے اور مرأت احمدی اور مرأت سکندری دونوں میں سے کسی سے چھپن سال عمر ہو ثابت نہیں ہے، شاید تاریخ فرشتہ کے فارسی نسخہ میں بتیس سال مدت حکومت ہو اور اردو ترجمے میں مترجم کو اشتباہاً سہو ہوا ہو، واللہ اعلم بالصواب۔

کردار: سلطان احمد شاہ کے کردار سے متعلق مورخ فرشتہ نے بڑی ہی جامع اور ہمہ جہت خصوصیات کو مختصر سے جملے میں سمیٹ لیا ہے جو قابل مطالعہ ہے، تحریر کرتے ہیں۔۔

''یہ بادشاہ تمام عمدہ اور نفیس خصوصیات کا مجموعہ تھا اس کا عہد حکومت ظالموں کیلئے ویسا ہی تھا جیسا کہ چنگیز کا عہد حکومت مظلوم رعایا کے ساتھ اس کا سلوک نوشیروان عادل کی طرح تھا، وہ بہت ہی خوش اخلاق، بامروت اور صاحب ہمت انسان تھا۔''[۱]



۱۔ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص ۵۲۶

حضرت ملک احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ملک احمد بھی صلاح و تقوی میں یکتائے روزگار تھے، سلطان احمد شاہ نے بنائے احمد آباد میں آپ کو بھی شریک کیا۔

مزار: آپ کا مزار فیض انوار کالوپور دروازے کے قریب ٹوپی والے پول کے آگے پٹھان واڑہ میں ہے، جمعرات کو خصوصی طور سے زائرین حاضر ہو کر اکتساب فیض کرتے ہیں۔

حضرت قاضی احمد جود علیہ الرحمہ

نام: آپ کا نام احمد ہے، جود کے خطاب سے آپ مشہور ہوئے، ایسا لگتا ہے کہ آپ کے معاصر علماء و صوفیاء نے آپ کی جہد مسلسل اور کرم بے پایاں کو دیکھکر جود کا خطاب عطا فرمایا ہے، اور آج بھی جود و سخا کی تازہ مثال آپ کے مزار فیض انوار میں ہے کہ آسیب زدہ کو آپ کے مزار پاک میں حاضری سے شفا ملتی ہے۔ راقم الحروف جب آپ کے آستانۂ مبارک میں پہنچا تو مغرب کی نماز با جماعت پڑھنے کا موقع ملا، نماز سے فراغت کے بعد فاتحہ خوانی ہوئی اور ایک جم غفیر آسیب زدہ کا وہاں پایا۔ آپ کا سلسلۂ نسب چھ واسطوں سے سلطان حاجی ہود تک پہنچتا ہے چنانچہ وہ اسطرح ہے، قاضی احمد جود بن سید خلیل اللہ بن شاہ سلیمان بن شاہ قاسم بن سید شاہ محمد بن سید اسحاق بن سید اسمٰعیل بن سلطان حاجی ہود علیہم الرحمۃ الرضوان

خلافت: آپ کو حضرت شیخ احمد کھٹو مغربی سرخیزی سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔

شہر احمد آباد کے بانیوں میں سے چوتھے احمد آپ ہیں۔

وفات: آپ کی وفات حسرت آیات ۱۰؍ دس شوال المکرم ۸۴۰ھ میں ہوئی۔

مزار: مزار پرانوار پٹن گجرات میں ہے۔ ۱؎

راقم الحروف کی تمنا تھی کہ مفصل زندگی کے حالات قلمبند لئے جائیں مگر انتہائی تتبع و جستجو کے بعد صرف اتنے ہی حالات ملے، اسلئے اتنے ہی پر اکتفاء کرنا پڑا۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔



۱؎ تحفۃ الکرام، جلد ۱، ص ۸۷ از علی شیر قانع

حضرت شیخ سیّد برہان الدّین قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی عبد اللہ، کنیت ابو محمد، لقب برہان الدین ہے اور قطب عالم سے آپ مشہور ہیں۔

ولادت : آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ رجب المرجب، شب دوشنبہ قریب صبح ۷۹۰ھ میں ہوئی، آپ سادات بخاری کے وہ چشم وچراغ ہیں کہ ملک ہندوستان عموماً اور گجرات خصوصاً آپ کے فیض انوار سے معمور ہے، آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت امام جعفر مثنیٰ برادر امام عسکری تک پہنچتا ہے۔

سلسلۂ نسب : آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے، سید عبد اللہ برہان الدین المشہور بہ قطب عالم احمد آبادی بن حضرت سید ناصر الدین محمود بخاری بن حضرت سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت بن حضرت سید احمد کبیر بخاری بن حضرت سید جلال سرخ بخاری بن حضرت سید علی ابو المعید سبز واری بن سید احمد صغیر بن سید جعفر ثالث رحمۃ اللہ علیہم ا۔

سایۂ پدری اٹھ گیا : جب حضرت سید عبد اللہ برہان الدین قطب عالم کی عمر شریف دس سال کی ہوئی تو والد گرامی حضرت سید ناصر الدین محمود بخاری ۲۲ر رمضان المبارک ۸۰۰ھ میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے اور حضرت قطب عالم کے سر سے سایۂ پدری اٹھ گیا۔

تعلیم وتربیت : آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد ماجد کے زیر سایہ ہوئی مگر جب ان کا اس عالم فانی سے عالم بقا کی طرف سفر ہوا تو حضرت سید صدر الدین راجو قتال

ا۔ اشراف عرب، ص ۲۳۸

برادر و خلیفہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری آپ کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور تربیت و کفالت کی اور دو سال خاص طور سے حضرت راجو قتال نے آپ کو رشد و ہدایت کی تعلیم دی۔ حضرت قطب عالم کے چہرۂ انور میں جب دو پیشواؤں کی روحانی تعلیم کا نور نمایاں اور روشن ہو گیا تو اہل گجرات کی ہدایت آپ کے ذمہ کر دی گئی۔

پٹن میں آمد : حضرت راجو قتال نے حضرت سید برہان الدین قطب عالم سے فرمایا۔ اہل گجرات کی ہدایت آپ کے ذمہ کی گئی ہے لہٰذا وہاں جا کر ہدایت کیجئے، غلاف، بالش، تلوار کے ساتھ دوسرے تبرکات جو آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے نام منسوب تھے اور آپ کی نسبت خبر دی گئی تھی وہ سب آپ کے حوالے کیا۔ آپ اپنے بزرگوں سے رخصت ہو کر اپنی والدہ بی بی حاجرہ سعادت خاتون کے ساتھ پٹن پہنچے۔[1]

شاہی استقبال : حضرت سید برہان الدین قطب عالم جب حسب ارشاد پٹن روانہ ہوئے تو اس وقت گجرات کا حاکم سلطان مظفر شاہ تھا، جنکی پیدائش دلی میں ۷۴۳ھ میں ہوئی علمائے گجرات کا عریضہ دہلی پہنچنے کے بعد سلطان محمد تغلق نے بہت ہی اعجاز و اکرام کے ساتھ ظفر خاں کو گجرات میں اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کیلئے بھیجا تھا۔ کچھ عرصہ مظفر شاہ گورنری کے عہدے پر فائز رہے اور پھر دار السلطنت دہلی کی افراتفری کی بناء پر خود مختار حکومت بنالی اسلئے آپ گجرات کے اول بادشاہ ہوئے۔ سلطان مظفر شاہ کو ارادت حضرت جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے تھی اور گجرات کی بادشاہت بھی ان کی اولاد میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی دعا پر اثر کی بدولت تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خانقاہ میں لنگر کیلئے کچھ نہ تھا اس دن درویشوں کے کھانے کیلئے بھی خانقاہ میں کوئی انتظام نہ تھا، اس بات کی خبر جب ظفر خاں المشہور بہ مظفر شاہ کو ہوئی تو انہوں نے لنگر کیلئے کافی تعداد میں گلہ اور مٹھائیاں

---

[1] تاریخ اولیائے گجرات، ص ۳۷

وغیرہ بھیجیں۔ جب وہ اشیائے خوردنی خانقاہ میں لائی گئیں تو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت خوش ہوئے اور ظفر خاں المشہور بہ مظفر شاہ کو طلب کر کے آپ نے یہ دعا دی "اے مظفر خاں! عوض اطعام ایں طعام حکومت تمام ملک گجرات را بنام شما انعام فرمودیم مبارک باشد" ۔۱ (اے مظفر خاں اس کھانے کے عیوض میں ملک گجرات کی تمام سلطنت ہم نے تم کو عطا کی تمہیں مبارک ہو)

اس روحانی تعلق و نسبت کی بنیاد پر جب سلطان مظفر شاہ کو اس کا علم ہوا کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے پوتے حضرت سید برہان الدین قطب عالم پٹن تشریف لا رہے ہیں۔ سلطان مظفر شاہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا مرید تھا اسلئے اس خبر کے ملتے ہی آپ کے پوتے پٹن تشریف لا رہے ہیں فوراً استقبال کیلئے حاضر ہوا، اور کمال احترام کے ساتھ پٹن بلایا۔ ۲

پٹن میں روحانی اکتسابِ فیض : جب حضرت سید برہان الدین قطب عالم پٹن پہنچے تو اس وقت پٹن میں سلسلۂ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت شیخ رکن الدین کان شکر چشتی بنیرۂ خواجہ فرید الدین گنج شکر طالبان طریقت کی پیاس بجھا رہے تھے، حضرت قطب عالم نے بھی ان سے اکتساب فیض کیا اور امور ظاہری و باطنی میں مشغول ہوئے۔ اور درسیات کی تعلیم حضرت مولانا علی شیر صاحب سے حاصل کی کیونکہ اس وقت پٹن میں ان کا مدرسہ کافی مشہور تھا اور طلبہ جوق در جوق آپ کے حلقۂ درس میں آنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے اسلئے حضرت سید برہان الدین قطب عالم نے بھی مولانا علی شیر سے ظاہری علوم میں اکتساب فیض کیا۔ ۳

۱۔ مرأت سکندری فارسی ص ۱۰، ۱۱

۲۔ تاریخ اولیائے گجرات، ص ۳۷

۳۔ ایضاً

ذیل میں ایک بصیرت افروز واقعہ نقل کیا جاتا ہے، یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب حضرت سید برہان الدین قطب عالم پٹن میں مولانا علی شیر کے مدرسے میں ظاہری علوم و معارف کی تحصیل میں سرگرم تھے۔

منقول ہے کہ حضرت قطب عالم مولانا علی شیر کے مدرسے میں جو پٹن میں واقع ہے، جاتے تھے اور فرزندان قطب عالم بھی ساتھ حصول تعلیم کیلئے جاتے تھے۔ ایک دن حضرت قطب عالم کے صاحب زادے اور حضرت سراج الدین شاہ عالم کے بھائیوں نے الگ الگ سواریوں پر سوار ہو لیا اور حضرت شاہ عالم کیلئے کوئی سواری نہ رہی، سب بھائیوں نے چاہا کہ پیدل حضرت شاہ عالم، حضرت قطب عالم کی رکاب میں آئیں گے۔ اسی اثناء میں ایک نے کہا کہ جب سواری نہیں ہے تو کس طرح حضرت شاہ عالم آئیں گے ؟ فوراً حضرت شاہ عالم دیوار پر چڑھ گئے اور دیوار چلنے لگی۔ حضرت قطب عالم نے حضرت شاہ عالم کو دیوار کے اوپر سے بغلگیر کرتے ہوئے پکڑ لیا اور فرمایا 'امروز ایں فرزند را مقام مخدومی کرامت شد' (آج اس فرزند دلبند کو مقام مخدومیت حاصل ہوئی)۔ا

دعا کی درخواست : حضرت سلطان احمد شاہ بانیِ احمد آباد نے جب احمد آباد کی بنیاد رکھی اور اس شہر کو بسایا تو حضرت سید برہان الدین قطب عالم اس وقت پٹن میں جلوہ فرما تھے، سلطان نے پٹن میں آپ کی بارگاہ میں حاضری دی اور کھڑے ہو کر ایک قصیدہ آپ کی شان میں لکھ کر پڑھا جس کا مطلع یہ تھا۔

؎ قطب زمانہ ما برہان بس است مارا　　　برہان او ہمیشہ چوں نامش آشکارا

قصیدہ خوانی کے بعد سلطان احمد شاہ نے عرض کیا کہ امیدوار صلہ دعا کا ہوں، حضرت قطب عالم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے خاندان کے متعلق میرے دادا نے

ا؎ صد حکایات، حکایت نمبر ۶، فارسی قلمی

دعا کی ہے۔ اور اشارہ اس دعا کی طرف تھا جو مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے مظفر شاہ اور ان کی اولاد کیلئے کی تھی جو مذکور ہوا۔ سلطان احمد شاہ نے عرض کیا کہ حضرت ممدوح نے تو سلطان کی اولاد میں سلطنت کیلئے دعا کی ہے آپ برائے کرم اس احمد آباد کی آبادی اور مقبولیت کی دعا فرمائیں۔ حضرت سید برہان الدین قطب عالم نے سلطان کی درخواست کو منظور فرمایا اور پھر اس الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی ''احمد آباد ابدالاباد انشاءاللہ الرؤف بالعباد''۱۔

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت سیدنا برہان الدین قطب عالم کی ولادت سے پانچ سال پیشتر ہی ۷۸۵ھ میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا وصال ہو چکا تھا۔ اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت وصال سے کئی سال پیشتر ہی احمد آباد کی مسجد نعلبند میں تشریف لائے تھے اور غالباً اس سفر میں حضرت جہانیان جہاں گشت نے سلطان مظفر شاہ کیلئے دعا فرمائی تھی۔ حضرت سید برہان الدین قطب عالم کی سیرت و سوانح کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ کہیں کسی نے بھی حضرت قطب عالم کو مخدوم جہانیان جہاں گشت کی دعا کے بارے میں خبر نہیں کی تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محض نور باطن اور کشف غیبی سے آپ کو اس کا علم ہوا، اسلئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اَلتَّقُوْا بِغِیْرِا سَۃِ الْمُوْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ مومن کی فراست و دانائی سے بچو اسلئے کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے۔

احمد آباد میں سکونت: حضرت سید برہان الدین قطب عالم سلطان احمد شاہ کے اصرار پر ۸۱۴ھ میں احمد آباد تشریف لائے۔ ابتداء میں آپ کی سکونت سابرمتی کے کنارے قدیم اساول میں رہی، وہاں ایک مسجد بھی آپ نے تعمیر کی چنانچہ ابھی تک مکانوں کے قدیم آثار موجود ہیں۔ ۲۔

۱۔ تاریخ اولیائے گجرات، ص ۳۸ ۲۔ ایضاً

بیعت و خلافت : حضرت سید نا برہان الدین قطب عالم کو بیعت و خلافت اپنے والد گرامی حضرت سید ناصر الدین محمود سے حاصل تھی۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ پانچ سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد کی بارگاہ میں آئے اور اس وقت والد گرامی حضرت جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا خرقہ شریف زیب تن کیئے ہوئے تھے۔ حضرت سید نا قطب عالم نے دریافت کیا کہ کیا مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا خرقہ آپ کے پاس ہے؟ دانشمند لڑکے کے اس سوال پر والد ماجد نے انتہائی کرم سے خرقہ اتار کر آپ کو پہنا دیا اور آپ کو مزید تاکید کر دی گئی کہ یہ خرقہ پہن کر مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مزار پر انوار پر حاضری دیں۔ اور پھر آپ حاضری دیکر فیض و برکات اخذ کیئے۔ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کہ علاوہ اور دیگر سلاسل کی بھی خلافت آپکو حاصل تھی۔ اسلیئے کہ آپ کا قیام احمد آباد کے دوران سالانہ معمول تھا کہ حضرت قطب زماں شیخ جہاں شیخ احمد مغربی کی بارگاہ میں دوبار لازمی طور سے حاضر ہوتے اور اکتساب فیض کرتے یہاں تک کہ آپ کو شیخ احمد گنج بخش کھٹو نے کچھ دیگر تبرکات کے ساتھ خلعت خلافت سے بھی نوازا۔

سید برہان الدین قطب عالم ہر سال حضرت مخدوم جہاں شیخ احمد کھٹو کی ملاقات کیلیئے احمد آباد سے سرخیز تشریف لاتے اور ہر بار حضرت شیخ احمد کھٹو حضرت قطب عالم کو دو تنکہ زر (دو سکہ خواہ چاندی کا ہو یا سونے کا) عطا فرماتے۔

سلسلۂ مغربیہ کی اجازت : باہمی ملاقات دونوں سرخیل اولیاء کی ایک عرصے تک ہوتی رہی۔ ایک مرتبہ حضرت قطب عالم نے شیخ احمد کھٹو سے التماس کرتے ہوئے عرض فرمایا کہ بندہ بسیار مسائخ کرام سے مجاز ہے اگر بندگی مخدوم اجازت مرحمت فرمائیں تو سلسلۂ مغربیہ میں خانوادہ مغربی سے بھی مجاز ہو جائیں۔ حضرت شیخ احمد کھٹو نے ایک مصلیٰ جس میں آپ نماز ظہر ادا فرماتے تھے آپ کو عنایت فرمایا اور ایک طشت اور لوٹا جس سے حضرت شیخ احمد کھٹو وضو بنایا کرتے تھے ان کی نظر مبارک اس پر پڑی حضرت قطب عالم

نے نیز اس کا بھی التماس کیا۔ حضرت شیخ احمد کھٹو نے لوٹا اور طشت بھی انہیں عنایت فرمایا۔ ا

احوال و مقامات : حضرت سید برہان الدین قطب عالم کی ولادت سے پیشتر کئی بزرگوں نے بشارت دی تھی اور خاص کر مخدوم بخاری نے بشارت کے ساتھ کچھ تبرکات بھی خاص آپ کیلئے رکھ چھوڑے تھے۔ ایک دن جب حسب معمول آپ کی والدہ ماجدہ بی بی حاجرہ عرف سعادت خاتون حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو سلام کرنے کی غرض سے آئیں تو حضرت مخدوم بخاری ان کی تعظیم کی غرض سے کھڑے ہوگئے، یہ بات حضرت ناصر الدین محمود کے اور ازواج کو ناگوار معلوم ہوئی۔ جب حضرت مخدوم بخاری سے قیام کی وجہ دریافت کی گئی تو حضرت مخدوم نے فرمایا کہ حاجرہ بی بی کے پیٹ سے ایک قطب وقت پیدا ہونے والا ہے اسلئے ان کیلئے کھڑے ہو کر تعظیم کی۔ ایسے ہی ایک دن آپ کے والد ماجد حضرت سید ناصر الدین محمود زمین پر آرام فرماتے تھے اور ان کے بطن سے کپڑا ہٹا ہوا تھا، حضرت مخدوم بخاری نے جب انہیں اس حالت میں دیکھا تو کچھ دیر باادب وہاں کھڑے رہے پھر تعجب اور خوش لہجے میں ارشاد فرمایا اللہ اکبر ایک قطب پیدا ہوگا جو صرف قطب ہی نہ ہوگا بلکہ قطب الاقطاب ہوگا جو فیض کا چشمہ ہوگا اور لوگوں کو راہ حق دکھائے گا۔ اس کے بعد مخدوم بخاری نے ناصر الدین محمود کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور پھر وہی ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا۔ ایک مرتبہ مخدوم بخاری سید جلال الدین جہانیان جہاں گشت گجرات تشریف لے آئے اسوقت احمد آباد بنیاد نہیں ڈالی گئی تھی، حضرت مخدوم بخاری بٹوہ تشریف لے گئے۔ فجر و اشراق کی نماز کے بعد اُنہوں نے وہاں کی تھوڑی سی مٹی اُٹھائی اور اسے سونگھ کر فرمایا، بوئی استخوان می آید اس پاک زمین سے ہماری ہڈیوں کی بو آرہی ہے حاضرین سے مخدوم بخاری نے فرمایا

ا۔ مرقاۃ الوصول، ص ۵۵، ۵۶

اس کی زیارت کرو اور یہ بھی فرمایا کہ یہ مقام قطبیت کا خزانہ ہوگا اور روحانیت کا سر چشمہ ثابت ہوگا۔

ایک دن مخدوم بخاری نے حضرت قطب عالم کی والدہ کو وہ چادر جس کو عبادت کے وقت اوڑھا کرتے تھے عطا کی، پھر اپنے صاحب زادے حضرت سید ناصر الدین محمود کو حکم دیا کہ میری وفات کے بعد سعادت خاتون کے بطن سے لڑکا پیدا ہوگا، میری یہ امانت اس بچے کو دینا، جب بچہ پیدا ہو تو اس کے لئے کپڑے اسی چادر سے بنائے جائیں اور چادر کے بچے ہوئے ٹکڑے کو بھی نہایت احتیاط سے رکھے جائیں، یہ چادر متبرک ہے جب خداوند تعالیٰ نے شب قدر کی برکت و دولت سے نوازہ تو یہ چادر مجھے پہنائی گئی۔ پھر مخدوم بخاری نے ناصر الدین محمود کو آگاہ کیا کہ جو بچہ پیدا ہوگا قطب الاقطاب ہوگا اس کو مقام ابدیت حاصل ہوگا، مقام ابدیت پر فائز ہونے والے کو عبد اللہ کہتے ہیں اور سلوک میں یہ سب سے بڑا درجہ شمار کیا جاتا ہے۔ اور پھر بعد ولادت وہی چادر مبارک سے آپ کے کپڑے بنائے گئے۔

ولادت کے بعد سید برہان الدین قطب عالم نے دائی کا دودھ نوش نہیں فرمایا، حضرت قطب عالم نے اپنی والدہ کا دودھ نوش فرمایا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دائی جس کا آپ نے دودھ نہ پیا وہ بد چلن تھی۔ حضرت قطب عالم کی ابھی عمر صرف ۱۳ دن کی تھی کہ ۲۷ رجب شب معراج میں ایک نور آپ کے پاس آتا دکھائی دیا اور حضرت قطب عالم نے نیند میں کچھ الفاظ فرمائے جن کا ترجمہ یہ ہے کے 'چراغ کی روشنی دن کی روشنی سے بہتر ہے۔'

حضرت قطب عالم کی عمر جب ۱۴ سال کی ہوئی تو دکہن سے حضرت بندہ نواز گیسو دراز گجرات تشریف لے گئے، پٹن پہنچے اور حضرت شیخ رکن الدین سے ملاقات کی، پٹن میں حضرت گیسو دراز نے جب حضرت قطب عالم کو دیکھا تو قطبیت کے آثار آپ میں

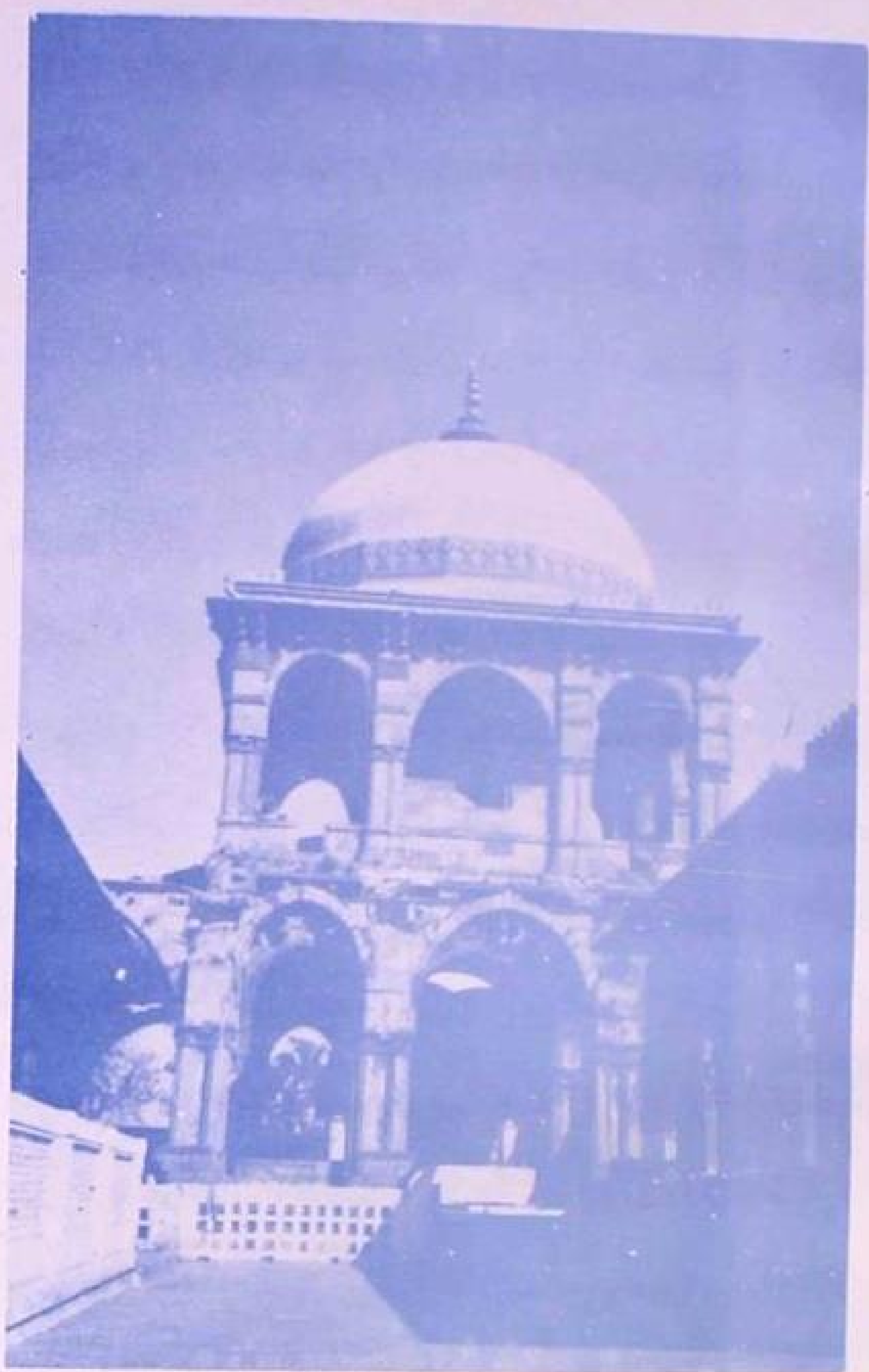
دیکھکر خوش ہوئے اور آپ سے کہا 'میرے بزرگوں سے جو فیض ملا ہے وہ میں آپ کو بطور تحفہ دینا چاہتا ہوں' ۔ ا

اخلاق عالیہ : حضرت سید برہان الدین قطب عالم اونچے اخلاق کے مالک تھے، آپ کے اخلاق، اخوت، مؤدت و محبت کا یہ اثر ہوا کہ لوگ کفر و شرک سے تائب ہو کر داخل اسلام ہوئے۔ ذیل میں دو واقعے مناقب برہانی فارسی قلمی کے حوالہ سے قلمبند کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایک ہندو جلاہن جو حضرت قطب عالم کے در انوار پر خدمت خانہ و جاروب کشی انجام دیتی تھی، اس خادمہ کے پاؤں سے ایک مرتبہ جوتا گندگی میں گر گیا، خانگی کام کی مصروفیت کی بناء پر جوتے کو یہ خیال کرتے ہوئے چھوڑ دیا کہ آئندہ اٹھالونگی، حضرت قطب عالم کی نگاہ اتفاقاً اس پر پڑی تو آپ نے اسے نجاست سے نکال کر اپنے ہاتھ سے دھویا اور پھر اسے خشک ہونے کیلئے رکھ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس خادمہ کو یاد آیا اور وہ جاکر سابق جگہ میں اسے تلاش کرنے لگی، جو تا وہاں موجود نہ پاکر بڑی حیران ہوئی اور رونے لگی۔ حضرت قطب عالم کی جب اس پر نظر پڑی تو آپ نے اس کا سبب پوچھا، اس خادمہ نے سارا واقعہ جوتا کے غائب ہونے کا بیان کیا، حضرت قطب عالم نے مشفقانہ انداز میں فرمایا تیرا جوتا ہم نے دھوکر اٹھار کھا ہے اور پھر حسن اخلاق کا یہ انمول نمونہ دیکھ کر وہ جلاہان کے دل سے کفر کا زنگ دور ہوا اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گئی۔

(۲) اسطرح آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر ایک حجام نے اسلام قبول کیا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ آپ ایک مرتبہ بڑودہ سے احمد آباد تشریف لا رہے تھے، ایک عمر رسیدہ ہندو نے متعدد بار آپ کو سلام کیا، تو حضرت قطب عالم نے اپنی سواری یعنی

ا۔ برہان الخمس قلمی ایضاً مناقب برہانی قلمی



تصویر مزار سید برہا

تصویر مزار حضرت سید برہان الدین عبداللہ قطب عالم بخاری

ولادت کے پانچ سال پیشتر جنکی قطبیت کے بارے میں حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے بشارت دی اور انکے واسطہ سے خدا کی بارگاہ میں مستجاب ہوئے

گھوڑے سے اتر کر سات مرتبہ اس کا جواب دیا۔ حجام آپ کے اس اخلاقی نمونہ کو دیکھکر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

کرامت : حضرت سید برہان الدین قطب عالم سے بیشمار خرق عادات اور کشف و کرامات کا ظہور ہوا۔ ایک مرتبہ آپ شب میں نماز تہجد کیلئے اٹھے صحن میں ایک لکڑی پڑی تھی، شب کی تاریکی کی بناء پر وہ لکڑی آپ کے قدموں میں لگی، قدم مبارک خون آلود ہو گیا، آپ کی زبان فیض ترجمان سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا 'کیا ہے لوہا ہے'' لکڑی ہے یا پتھر ہے '' خدا جانے کیا ہے! جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ بحکم باری تعالیٰ یہ تینوں چیزیں موجود تھیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ایک گوشہ میں دفن کر دو اور جو شخص نکالے گا اس کی نسل نہ چلے گی۔ لیکن آپ کی وفات پر ایک شخص نے آپ کے مریدوں میں سے اس ٹکڑے کو منظر عام پر لے آیا اور اپنی نسل کا خاتمہ فقط مرشد کے اظہار کرامات کیلئے کر لیا۔ لوگ اس کی زیارت سے آج تک مشرف ہوتے ہیں۔ اس میں سے ایک ٹکڑا اکبر بادشاہ کاٹ کر دہلی لے گیا تھا، باقی بٹوہ میں موجود ہے۔ ا؎

غور طلب امر یہ ہے کہ آج تقریباً پانچ سو آٹھاون سال حضرت قطب عالم کو وصال کے ہو گئے اور آج تک لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں اور وہ اسی حال میں ہے۔ راقم السطور نے بھی بارہا اس کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

حلیہ : حضرت برہان الدین قطب عالم کا چہرۂ زیبا منور تھا۔ پیشانی کشادہ، فراخ ابرو، ریش مبارک گھنی، سرمگیں آنکھیں، گردن پتلی، کشادہ ہاتھ اور آپ شیریں گفتار تھے۔ ۲؎

ازواج : حضرت قطب عالم کی چار بیویاں تھیں جو خدا ترس اور عابدہ تھیں۔

ا؎ تاریخ اولیاء گجرات، ص ۳۸

۲؎ مناقب برہانی، قلمی، ص ۶۴، مخزونہ پیر محمد شاہ لائبریری

(۱) بی بی آمنہ، سلطانہ خاتون بنت کریم خاں بن عماد الدین خداوند خاں۔

(۲) سیدہ بی بی صفیہ بنت سید عبدالوہاب بن حضرت سید صدر الدین راجو قتال۔

(۳) بی بی زینت بنت سید عبدالرحیم ساکن پٹن گجرات۔

(۴) بی بی عائشہ بنت سلطان مظفر شاہ، حاکم گجرات۔ [۱]

اولاد واحفاد: آپ کثیر الاولاد تھے، آپ کے بارہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں تھیں، ان میں سے سب سے بڑے (۱) ناصر الدین ابوالحسن مخدوم سید محمود دریانوش بخاری مشہور بہ شاہ بڈا تھے۔ آپ کی ولادت ۲۳ رمضان کی رات ۸۰۹ھ بمقام پٹن ہوئی۔ آپ کی والدہ بی بی سلطانہ خاتون بنت خداوند خاں تھیں، اجازت و خلافت اپنے بزرگوار سے حاصل کی۔ حضرت شاہ راجو قتال نے خلافت نامہ اور خرقہ اوچھ سے ارسال فرمایا تھا، آپکی وفات بمقام بٹوہ ذی قعدہ کی تین گھڑی رات گزرنے پر ۸۸۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر قبہ قطبیہ میں قبلہ کی طرف ہے۔ آپ کے پانچ لڑکے تھے۔

(۱) شاہ پیارن (۲) سید ذاکر محمد (۳) سید شیر محمد (۴) سید جلال الدین مشہور بہ شاہ عالم شیخ جیو (۵) شاہ عتیق اللہ

(۲) حضرت سید سراج الدین مشہور بہ شاہ عالم بخاری

حضرت سید محمد معروف بہ شاہ پیر۔ آپ نے خلافت واجازت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ ۸۱۹ھ بمقام پٹن آپ کی ولادت ہوئی، ۶۳ سال کی عمر میں ۸۸۲ھ میں وفات ہوئی اور مقبرہ قطبیہ میں مشرقی جانب مدفون ہیں۔

(۳) حضرت شاہ حامد۔ اپنے پدر بزگوار سے آپ نے خلافت پائی۔ ۴ شعبان ۹۰۹ھ وفات پاکر قبۂ کلاں روضۂ قطبیہ میں جانب قبلہ مدفون ہوئے۔

(۴) حضرت سید صالح۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے خلافت پائی، عجیب و غریب

۱۔ مناقب برہانی قلمی، ص ۵۱، مخزونہ پیر محمد شاہ لائبریری

علوم و فنون کے ماہر تھے اور غیبی خزانہ پر کامل اقتدار رکھتے تھے۔ ۱۹ر ذی الحجہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے اور روضۂ قطبیہ کے قبہ کلاں میں مغرب جانب آپ کا مرقد ہے۔

(۵) حضرت شاہ امین اللہ۔ خلافت و اجازت اپنے والد ماجد سے حاصل کی، یہ حضرت سید محمد زاہد کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ ان کے متعلق مشہور واقعہ یہ ہے کہ بعد دفن جب حضرت سید محمد زاہد نے شب کو آرام فرمایا تو خواب میں آپ نے یہ کہا کہ میری انگلی تختہ کے نیچے آگئی ہے تم اس کو نکال دو، حضرت سید محمد زاہد نے اس خواب پر توجہ نہ دی، تین رات متواتر یہی خواب دیکھتے رہے اور بشارت سے مستفید ہوتے رہے، آخری مرتبہ جلال میں آپ نے خواب میں بشارت دی جب قبر کو کھود کر دیکھا تو واقعی آپ کے پیر کی انگلی تابوت کے تختے کے نیچے آگئی تھی اور اس سے خون جاری تھا۔ آخر اس کو درست کر دیا گیا۔ آپ کی قبر روضۂ قطبیہ کے قبہ کلاں میں حضرت حامد کی قبر کے نیچے واقع ہے۔

(۶) حضرت سید محمد زاہد

(۷) سید محمد اصغر جو شاہ شیخ محمد سے مشہور ہیں، علوم باطن اپنے بڑے بھائی سید ناصر الدین سے حاصل کئے۔ ۲۶ ماہ رمضان کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

(۸) حضرت سید محمد صادق۔ آپ نے بھی اپنے بڑے بھائی سید ناصر الدین سے علوم باطن حاصل کی۔

(۹) حضرت سید محمد ضیاء الدین راجو

(۱۰) حضرت سید محمد سالم

(۱۱) حضرت سید محمد علیم الدین رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین[۱]

وصال: حضرت سید برہان الدین قطب عالم کا وصال ۸ ذی الحجہ ۸۵۷ھ میں بعمر ۶۸ سال، ۴ ماہ، ۲۴ دن بوقت صبح ہوا۔ مطلع یوم الترویہ سے آپ کی تاریخ وفات برآمد

۱۔ تحفۃ الاکرام، جلد ۱، و تاریخ اولیائے گجرات، ص ۳۹، ۴۰

ہوتی ہے۔

احمد آباد سے متصل بٹوہ شریف میں آپ کا مزار ہے۔ ایک عالیشان گنبد کے نیچے آپ آرام فرما ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آتے ہیں اور فیض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے مزار پُرانوار میں بڑا ہی سکون و قرار حاصل ہوتا ہے اور روحانی لذت ملتی ہے۔ راقم السطور بارہا زیارت و حاضری سے مشرف ہوا ہے۔

اولاد قطبیہ و خلفاء قطبیہ کے مفصل حالات انشاءاللہ مستقبل قریب میں شائع کیے جائیں گے۔ مواد کی فراہمی کی کوشش جاری ہے، قارئین دعا فرمائیں۔



حضرت سیّد محمّد سراج الدّین شاہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

نام: سید محمد، بشارت نبوی کے مطابق آپ کے والد مکرم حضرت قطب عالم نے آپکا نام محمد رکھا۔ کنیت ابوالبرکات ہے۔ لقب سراج الدین منجھن پیر ہے۔ خطاب شاہ عالم ا۔ عنایت الٰہی سے یہ خطاب آپ کو حضرت بارک اللہ چشتی کے آستانۂ مبارک سے ملا اور پھر احمد آباد کے تین دروازہ کے قریب جملہ مخلوقات جاندار و۔بے جان نے شاہ عالم، شاہ عالم کہہ کر پکارا، اور پھر یہ خطاب زبان زد خاص و عام ہو گیا، یہاں تک کہ نام وکنیت پر یہ خطاب غالب آگیا۔

پدری نسب: آپ کا سلسلۂ نسب دو واسطوں سے حضرت مخدوم جلال الدین بخاری تک پہنچتا ہے۔ سید محمد بن سید عبداللہ برہان الدین قطب عالم بن سید ناصر الدین محمود بن سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت۔ ۲۔

مادری نسب: آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی آمنہ سلطانہ خاتون ہے۔ آمنہ سلطانہ خاتون بنت کریم خاں بن عماد الدین خداوند خاں جو سلاطین گجرات میں سے تھے۔ ۳۔ صد حکایات قلمی و دیگر کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بی بی آمنہ نہایت ہی نیک سیرت و خصلت کی مالک تھیں اور اپنے وقت کی ولیہ تھیں۔

ولادت: ۱۷ ذی قعدہ ۸۱۷ھ بروز دو شنبہ بوقت سب ہوئی، ''وارث علی'' سے تاریخ ولادت بر آمد ہوتی ہے۔ ۴۔ جب سرکار دو عالم ﷺ کے روئے زیبا کی زیارت حضرت قطب عالم کو ہوئی جس کا بیان گزر چکا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی رات حضرت سید

۱۔ تحفۃ الاکرام، ص ۲۴، میر علی شیر قانع ۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً

سراج الدین شاہ عالم حضرت قطب عالم بخاری کے صلب سے والدہ کے رحم میں منتقل ہوئے'' وہماں شب حضرت شاہیہ دام جلالہ از صلب مطہر ایشاں در رحم والدہ منتقل شدند''۱؎

منقول ہے کہ حضرت برہان الدین قطب عالم والد و پیر شاہ عالم محبوب اللہ اپنے دولت خانہ سے دور ایک گنبد میں تشریف لے جاتے تھے اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ایک دن رسم سابق کی طرح حضرت قطب عالم عبادت و ریاضت میں مشغول تھے کہ اچانک سرکار دو عالم ﷺ کی روح مبارک اس مکان شریف میں حاضر ہوئی، سرکار دو عالم ﷺ نے پیراہن مبارک آپ کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے برہان (برہان الدین قطب عالم) گھر میں تشریف لے جائیے کہ آپ کے گھر میں ایک لڑکا محمدی المشرب تشریف لایا ہے، ان کا نام محمد رکھیں اور انہیں یہ خرقہ پہنائیں اور ان کی تعظیم خوب بجا لائیں۔ حضرت قطب عالم گھر آئے، دیکھتے ہیں کہ حضرت شاہ عالم پیدا ہو چکے ہیں اور بمقتضائے اشارۂ نبوی آپ نے ان کا نام محمد رکھا اور دونوں کان میں اذان و اقامت کہی گئی اور غسل و تطیب کے بعد پیراہن مبارک انہیں پہنایا گیا۔ ۲؎ اسی تاکید نبوی کی بنیاد پر حضرت برہان الدین قطب عالم حضرت شاہ عالم کے رجحان طبعی کا حد درجہ خیال کرتے اور ہمیشہ ان کی مزاج مبارک کے مطابق کام کرتے یہاں تک کہ حضرت شیخ احمد کھٹو گنج بخش نے جب سلطان احمد شاہ کی دعوت آپ کو دی اور اس میں حضرت شاہ عالم کی حاضری کا بھی اظہار کیا گیا تو حضرت قطب عالم نے فرمایا کہ دوسرے لڑکے میری اطاعت پر مامور ہیں اور میں حضرت شاہ عالم کی رضا پر مامور ہوں'' چنانچہ دیگر پسران باطاعت پدر مامور اند

۱؎ صد حکایات قلمی، حکایت ۱، ص ۷ از سید محمد جعفر بدر عالم بخاری، مملوکہ سرخیز روضہ کمیٹی لائبریری احمد آباد۔ ۲؎ چہل حکایات قلمی، حکایت ۱

بندہ بارضائے ایں پسر ماموریم''۔[1]

حضرت سراج الدین شاہ عالم نے اپنی پوری زندگی ارشاد و تبلیغ اور خدمت دین میں وقف کر دی، سیرت و اخلاق کا آپ نے ایسا گرانمایہ جوہر قوم کے سامنے پیش کیا کہ بے شمار لوگ اپنے کفری عقائد و نظریات سے توبہ کر کے داخل اسلام ہوئے۔ تاریک دلوں میں آپ نے نور ایمان کی شمعیں جلائیں، فاسق و فاجر آپ کے دست مبارک پر تائب ہوئے۔ گمگشتگاں راہ کو آپ کے در سے منزل مقصود کا پتہ ملا اور آپ کی ادنیٰ توجہ باطن سے کونین کے نعمتوں سے بہرہ ور ہوئے۔ جمعات شاہیہ اور لطائف شاہیہ میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ مگر آیئے اس مادر زاد درویش کامل کے چند محیر العقول کارنامے ملاحظہ کریں جن سے ارباب عقل و خرد کی انجمن خاموش ہے اور آخر کار انہیں مجبور ہو کر یہ شعر ورد زباں کرنا پڑا۔

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت سراج الدین شاہ عالم کو شکم مادر ہی میں تاج ولایت و محبوبیت سے قدرت نے نہیں نوازا بلکہ صلب پدر ہی میں آپ ولی کامل تھے جیسا کہ حضرت عثمان شمع برہانی خلیفہ برہان الدین قطب عالم کے ''شمع برہانی'' کے خطاب سے مخاطب کئے جانے کے بیان میں اس کا ذکر کیا جائے گا۔ مگر کچھ ایسے واقعات کو قارئین کی دلچسپی کے باعث ذکر کیا جاتا ہے کہ شکم مادر میں جلوہ نما ہونے کے بعد رونما ہوئے۔ آیئے ورق گردانی کریں اور نسیم ولایت کے جھوکوں سے اپنے ویران قلوب واذہان کو معطر کریں۔

علوم اولین و آخرین : حضرت سید محمد سراج الدین شاہ عالم جب اپنی ماں بی بی آمنہ کے شکم میں تھے ایک رات حضرت برہان الدین قطب عالم اپنی زوجہ محترمہ بی بی آمنہ کے ہمراہ تخت پر آرام فرماتے تھے اور بی بی آمنہ درود شریف پڑھ رہی تھیں اتفاقاً عبارت کے

---

[1] صد حکایات، حکایت ۲۸، ص ۱۴

اعراب میں سہو واقع ہوا۔ حضرت سراج الدین شاہ عالم نے اپنی ماں کے شکم سے بلند آواز کے ساتھ اس عبارت کو پڑھا جس اعراب کے ساتھ وہ عبارت تھی بی بی آمنہ سہو پر مطلع ہوئیں اور اس عبارت کو درست کیا۔ درود خوانی سے فراغت کے بعد حضرت برہان الدین قطب عالم سے آپ کی والدہ نے استفسار کیا کہ یہ آواز تو آپ کی نہیں تھی، کس کی یہ آواز تھی؟ حضرت برہان الدین قطب عالم نے فرمایا یہ آواز تمہارے پسر کی تھی جو تمہارے شکم میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے علوم اولین و آخرین اپنی عنایت خاص سے عطا فرمایا ہے۔ ا؎

حصول علم کیلئے دستور کے مطابق ہر بچے کو مکتب و مدرسے کی خاک چھاننی پڑتی ہے اور ابتدائی تعلیم کے بعد مدرس اسے عربی قواعد و ضوابط، علم نحو اور کیفیت اعراب سے روشناس کراتا ہے، متوسط نحوی کتابیں پڑھنے کے بعد ان کے مسائل ذہن میں مستحضر کرنے پڑتے ہیں تب کہیں جاکر اعراب کی درستگی ہوتی ہے، مگر یہاں نہ مکتب ہے نہ مدرسہ، نہ معلم و مدرس نہ کتاب و صحیفہ، محض اپنے کرم خاص سے رب نے اسے علوم وفنون کا خزانہ شکم مادر میں عطا فرمایا ہے۔ حضرت جعفر بدر عالم نے بڑا ہی موزوں شعر رتحریر فرمایا ہے

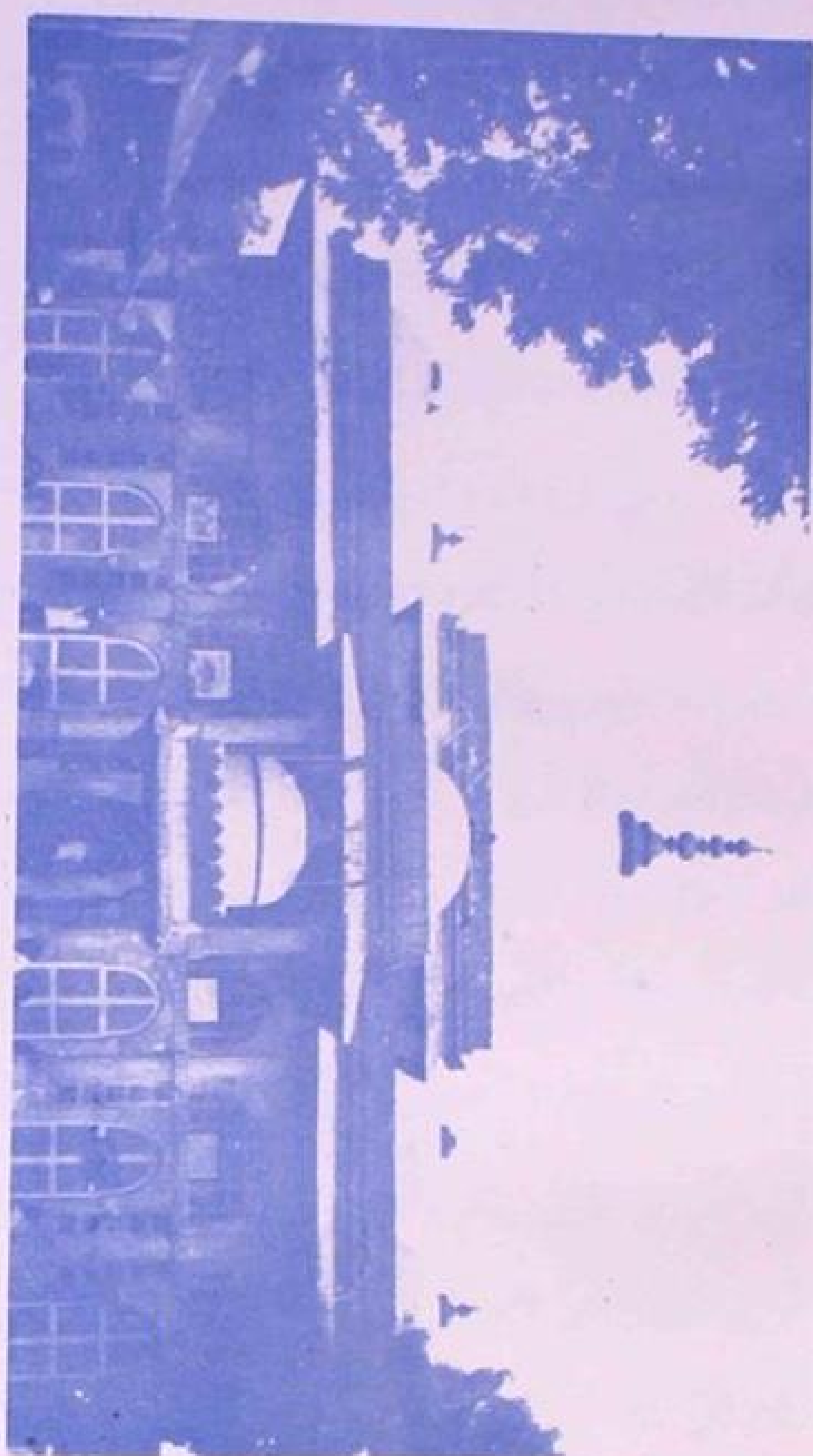
؎ نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت   بغمزہ مسئلہ آموخت صد مدرس را

ایک بار آپ کی والدہ مکرمہ نماز تراویح میں سورۂ قل یا ایھا الکافرون پڑھی اور اعراب میں ایک جگہ سہو ہوگیا، حضرت شاہ عالم نے شکم مادر سے بلند آواز کیساتھ درست اعراب پڑھا اور آپ کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ اسے سن کر آگاہ ہوئی۔ ۲؎

دعائے شفا: بزرگوں اور اہل اللہ کا ہمیشہ یہ طریقہ رہا کہ ان سے کبھی کوئی سنت قصداً

ا؎ صد حکایات، حکایت ۲، ص ۸

۲؎ ایضاً، حکایت ۳، ص ۸



تصویر مزار حضرت سید سراج الدین شاہ عالم بخاریؒ
جو ہم شبیہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جنکی ولادت کے چھتیس ۳۶ سال پیشتر
آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مخدوم بخاری کو بشارت دی تھی بارگاہ
رسول سے جنکو شاہِ عالم کا خطاب ملا

متروک نہیں ہوتی تھی۔ فرائض و واجبات کا تو کہنا ہی کیا، سنن و مستحبات پر بھی حد درجہ کاربند رہتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کھانا تناول فرمانے سے پیشتر دعائے شفا پڑھ لیا کرتی تھیں۔ ایک روز آپ کی والدہ ماجدہ کھانے سے پہلے دعاء شفا پڑھنا بھول گئیں، حضرت شاہ عالم نے ماں کے شکم مقدس سے بلند آواز کیساتھ دعاء شفا پڑھی۔ پھر آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی اسے سننے کے بعد دعاء شفا پڑھی۔ ا؎

درد شکم سے رہائی: حضرت سراج الدین شاہ عالم اپنی ماں کے شکم میں تھے، حمل کا آٹھواں مہینہ چل رہا تھا۔ آپ کی والدہ مکرمہ کے شکم میں درد ہوا۔ گھر والوں نے اس درد کو دردِ زہ سمجھ کر قابلہ (وہ دائی جو ولادت کے وقت زچہ اور بچہ کی خدمت کرتی ہے) کو حاضر کیا، قابلہ نے جب چاہا کہ اپنے کام میں مشغول ہوں۔ حضرت شاہ عالم نے ماں کے شکم مبارک سے بلند آواز کے ساتھ ارشاد فرمایا ابھی فوراً دور ہو ایک ماہ کے بعد ولادت ہو گی۔ قابلہ ترساں و لرزاں ہو کر دور ہوئی اور پھر آپ کی والدہ ماجدہ کو درد شکم سے رہائی ملی۔ ۲؎

چشتی پیغام قطب عالم کے نام: حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کی ولادت سے پیشتر مشائخ عظام نے حضرت قطب عالم کو ان کی ولادت کی بشارت دی تھی۔ حضرت رکن الدین کان شکر جو سلطان احمد شاہ بانی احمد آباد کے پیر و مرشد ہیں اور حضرت فرید الدین گنج شکر کی اولاد میں سے ہیں جن کا مزار پٹن گجرات میں ہے۔ ایک مرتبہ حضرت رکن الدین کان شکر چشتی سخت بیمار ہوئے، مصاحبوں نے گمان کیا کہ وقت وصال قریب ہے۔ اس خطرۂ قلبی پر حضرت کان شکر مطلع ہوئے اور فرمایا یہ گمان مت کرو ابھی میری موت دور ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور ایک سید کی امانت مجھے

ا؎ صد حکایات، حکایت ۴، ص ۹

۲؎ ایضاً، حکایت ۵، ص ۹

سپرد کی گئی ہے جب تک اس کو تفویض نہ کر دوں، موت نہیں آئے گی۔ اور ابھی وہ سید پیدا نہ ہوئے ہیں، بلکہ جب وہ صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہوں گے مجھے صحتیابی ملے گی، آخر کار ایسا ہی ہوا کہ چند روز کے بعد حضرت کان شکر کو صحتیابی ملی اور جس شب حضرت شاہ عالم رحم مادر میں متمکن ہوئے، حضرت کان شکر نے احباب سے فرمایا آج رات وہ سید شریف رحم مادر میں آئے اور صبح حضرت برہان الدین قطب عالم کو حضرت رکن الدین کان شکر چشتی نے مبارکبادی کا پیغام بھیجا اور فرمایا جس وقت وہ فرزند مکرم پیدا ہوں مجھے خبر دیں۔ ا؎

حافظِ قرآن: صفحۂ قرطاس میں کچھ ایسے اولیائے کرام کے اسماء ملتے ہیں جنھوں نے شکم مادر ہی میں قرآن حکیم حفظ کیا، شیخ عبدالقادر جیلانی ۱۷ پارے قرآن حکیم کو شکم مادر ہی میں حفظ کیا اور دیگر اولیائے کرام اپنی ماں کے شکم میں حفظ کلام پاک کے شرف سے مشرف ہوئے مگر سید سراج الدین شاہ عالم کے بارے میں سند اتصال کے ساتھ روایت ملتی ہے کہ حضرت شاہ عالم شکم مادر میں قرآن کریم ازبر کر چکے تھے اور وقت ولادت تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ ''حضرت شاہیہ دام جلالہ در شکم طاہرہ والدہ قرآن ازبر کردہ بودند و وقت ولادت بتلاوت قرآن مشغول بودند''۔ ۲؎

۱۷ ذی قعدہ ۸۱۷ھ میں جب حضرت شاہ عالم اس عالم رنگ و بو میں جلوہ فرما ہوئے ادھر حضرت رکن الدین کان شکر اور حضرت قطب عالم اس ساعت سعید کے انتظار ہی میں تھے۔ حضرت کان شکر کو الہام غیبی سے اس کا علم ہوا اور شاہ عالم کے والد بزرگوار قطب عالم نے بھی ایک قاصد ان کی بارگاہ میں اس عہد سابق کی پیغام رسانی کیلئے بھیجا۔ حضرت رکن الدین کان شکر تشریف لائے اور حضرت شاہ عالم کو

ا؎ صد حکایات، حکایت ۶، ص ۹، ۱۰

۲؎ ایضاً، حکایت ۷، ص ۱۲

دیکھا کہ دونوں ہاتھ آپس میں بندھے ہوئے ہیں جب حضرت قطب عالم اور کان شکر چشتی قریب ہوئے حضرت شاہ عالم اپنے قدموں کے سہارے کھڑے ہوگئے اور اپنادا ہنا ہاتھ حضرت قطب عالم کی طرف بڑھایا اور بایاں ہاتھ حضرت کان شکر چشتی کی طرف بڑھایا۔ حضرت رکن الدین کان شکر نے الحمد للہ کہا اور انتہائی تواضع کی ''وکان شکر الحمد للہ فرمودند و تواضع نمودہ۔''ا ۔ قابل رشک و حیرت امر یہ ہے کہ ولادت کے بعد حفظ قرآن میں مشغولیت اور والد گرامی کی طفلی زندگی کے اول دور میں یہ تعظیم و تکریم اور حضرت کان شکر چشتی سے یہ عقیدت کہ کھڑے ہو کر برملا خود سپردگی کا حضرت شاہ عالم نے اعلان فرمادیا۔ اسی حکایت کی نقل کرنے کے بعد حضر سید جعفر بدر عالم نے انتہائی دلچسپ اور اہم بات تحریر فرمائی ہے کہ اولیاء اللہ کے آثار و اخبار کے متلاشیوں پر مخفی نہیں ہے کہ یہی ایک حکایت حضرت شاہ عالم کے چند خوراق عادات امور اور مناقب و کرامات پر مشتمل ہے۔ ''متفحصان اخبار کمل رجال تتبعان آثار مردان مستقیم احوال مخفی نیست کہ ایں یک نقل بر چندیں از خوارق عادات ذمناقب و کرامات حضرت شاہیہ دام جلالہ مشتمل است۔''۲ ۔

غیبی گندم بر آمد : حضرت مخدوم جلال الدین بخاری کا وصال ۱۰ار ذی الحجۃ ۸۵ھ میں بعمر اکہتر سال ہوا، عیدالاضحیٰ کے دن نماز دوگانہ ادا کرنے کے بعد طبیعت خراب ہوئی اور شام کے وقت یہ آفتاب ولایت بھی دنیائے ظاہر سے روپوش ہوگیا۔ حضرت برہان الدین قطب عالم بڑے ہی پر تپاک انداز میں آپ کا عرس منایا کرتے تھے۔ ''جب حضرت شاہ عالم کی ولادت ہو چکی اور اس سال حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا عرس آیا۔ حضرت برہان الدین قطب عالم حضرت شاہ عالم کے پاس تشریف لائے اور اس وقت

ا ۔ صد حکایات، حکایت ۶، ص ۱۰، ۱۱

۲ ۔ ایضاً، ص ۱۱

حضرت شاہ عالم کو دودھ پلانے والی دائی حلیمہ جن کا نام تھا دیوار پر ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی تھی اور حضرت شاہ عالم حلیمہ کے قریب جلوہ فگن تھے، حضرت قطب عالم نے فرمایا بابا اب تک ہم آپ کی نیابت میں آپ کے جد مکرم کا عرس کرتے تھے اور امسال آپ پیدا ہو چکے ہیں آپ خود اپنے جد مکرم (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) کا عرس کیجئے۔ والد مکرم کے ان عرفانی کلمات کو سننے کے بعد حضرت شاہ عالم نے اپنے قدم مبارک کو دراز فرمایا اور اتنا دراز کیا کہ دیوار تک قدم پہنچا اور پھر دیوار کی بنیادیں آسمان سے بلند ہو کر گھومنے لگی اور اس جگہ دیوار میں شگاف پڑ گیا۔ اور اس شگاف شدہ دیوار سے گیہوں بر آمد ہونا شروع ہوا اور بارہ پہر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر تمامی گندم فروخت کر کے عرس کے ساز و سامان فراہم کیے گئے۔ [1]

حضرت شاہ عالم کے اس عظیم خرق عادت کے ذکر میں علامہ صوفی نذیر احمد نیازی مرتب حیات شاہ عالم اپنی کتاب کے صفحہ ۴۹ پر تحریر کرتے ہیں ''مخدوم علیہ الرحمۃ کے عرس مبارک کے موقع پر حضرت شاہ عالم علیہ الرحمۃ کی عمر شریف صرف ۱۳ ردن کی تھی'' اور صد حکایات میں حضرت سید جعفر بدر عالم تحریر فرماتے کہ اس وقت حضرت شاہ عالم کی عمر اکیس دن تھی۔'' و حضرت شاہیہ دام جلالہ دراں وقت بیست و یک روزہ بودند'' [2]

غور طلب امر یہ ہیکہ جب حضرت شاہ عالم کی ولادت ۷ ار ذی قعدہ ۸۱۷ھ میں ہوئی اور عرس مخدوم بخاری ۱۰ ار ذی الحجہ کو وصال کی تاریخ کے مطابق ہوتا ہے تو پھر ۱۳ ار دن یا ۱۲ ار دن حضرت شاہ عالم کی عمر کیسے ہوئی اگر تاریخ ولادت کو صحیح تسلیم کیا جائے جیسا کہ تمام تذکرہ نگاروں نے مذکورہ تاریخ ہی تحریر کی ہے تو حضرت شاہ عالم

---

[1] صد حکایات، حکایت ۸، ص ۱۲، ۱۳

[2] ایضاً، ص ۱۳

کی عمر ۲۳ر دن ہوتی ہے شاید کہ مؤلف حیات شاہ عالم و صاحب صد حکایات سے سہو ہوا ہے۔

زسر تا ناخن پایت سراسر نازمی بینم　　کجا حد ست حسنت را ہنوز آغاز می بینم

سنت کی پیروی : سنت کی پیروی اسلام میں بہت ہی اہم مقام رکھتی ہے۔ دنیا و عقبی کی فلاح و بہبود اسی اتباع سنت میں مضمر ہے، آج کے اس فرسودہ ماحول میں قوم و ملت اسلامیہ کا زوال ترک سنت کے باعث روشن ہے۔

طریق مصطفےٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی　　اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

حضرت سراج الدین شاہ عالم نے اپنی پوری زندگی اتباع سنت میں گزاری اور حد تو یہ ہے کہ ایام رضاعت میں بھی سنت نبویہ کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا۔ منقول ہیکہ حلیمہ مرضعہ (حضرت شاہ عالم کو دودھ پلانے والی) کو ایک لڑکا تھا حضرت شاہ عالم کا وہ رضائی بھائی ہوا، سنت نبوی کی پیروی کی بناء پر حضرت شاہ عالم ایک پستان سے دودھ نوش جاں فرماتے تھے، سرکار دو عالم ﷺ نے ایام رضاعت میں اپنے رضائی بھائی کیلئے بھی ترک پستان کیا ایک پستان سے سرکار دودھ پینے اور دوسرا پستان اپنے رضائی بھائی کے لئے چھوڑ دیتے۔

بھائیوں کیلئے ترک پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام　　امام احمد رضاؔ

اس سنت نبوی کی پیروی کی بناء پر حضرت شاہ عالم بھی ایک پستان سے دودھ پیتے اور دوسرا پستان رضائی بھائی کیلئے ترک کرتے۔ جس پستان سے حلیمہ کا حقیقی لڑکا دودھ پیتا تھا اس میں مرض لاحق ہوا اور دودھ آنا بند ہو گیا۔ اسکے بعد حضرت شاہ عالم اس پستان سے جس سی پہلے دودھ پیتے تھے آدھا دودھ نوش فرماتے اور آدھا اس رضائی بھائی کیلئے چھوڑ دیتے یہاں تک کہ حق تعالی نے اپنے لطف و عطا سے اس پستان میں بھی دودھ اتارا اور حلیمہ مرضعہ سے افاقہ ہوا۔[۱]

---

[۱] صد حکایات، حکایت ۱۱، ص ۱۴، ۱۵

روزہ کی ادائیگی : روزہ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے، شرعی قانون کی رو سے بلوغیت کے بعد ہر ذی عقل مسلمان پر یہ فرض ہے۔ مگر لوگ رمضان کے مبارک و مسعود مہینے میں بھی اس کا اہتمام نہیں رکھتے اور کچھ لوگوں کا تو یہ معمول بن جاتا ہے کہ رمضان کا چاند دیکھنے کے بعد ہی دوائیں انکی جیب میں ہوتی ہے اور بڑے ہی شان سے دعوئ مرض میں کوشاں رہتے ہیں۔ الاماں والحفیظ۔

مگر آیئے دیکھیں حضرت سراج الدین شاہ عالم صرف ۹ ماہ تیرہ دن کی عمر میں ماہ رمضان کا کس قدر اہتمام کرتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت شاہ عالم کی ولادت کے بعد جب ان کی عمر ۹ ماہ تیرہ دن ہوئی اور ماہ رمضان آیا حضرت شاہ عالم نے دودھ پینا ترک کر دیا یہاں تک کہ دو دن رمضان المبارک کا گذر گیا اور آپ پر بیماری کا کوئی اثر نہ تھا۔ سبھی نے جان لیا کہ حضرت شاہ عالم روزہ سے ہیں، حضرت قطب عالم سے یہ واقعہ عرض کیا گیا حضرت قطب عالم حضرت شاہ عالم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا نور نظر ابھی آپ مکلف شرعی نہیں ہوئے ہو آپ کا اس عمر میں روزہ رکھنا ہماری شہرت کا سبب ہوگا۔ ابھی عام بچوں کے طریقہ سے روزہ توڑ کر کھانا تناول کیجئے اور دودھ پیجئے تاکہ ہم مستور رہیں اور حضرت قطب عالم نے حلیمہ مرضعہ کو دودھ دینے کا حکم فرمایا۔ حلیمہ مرضعہ نے دودھ حضرت شاہ عالم کو دیا اور آپ نے نوش جاں فرمایا۔ ا؎

یہ ہے رکن اسلام کا اہتمام اور فرض اسلام کی محبت کہ ابھی مکلف شرعی بھی نہیں ہوئے ہیں مگر ادا کئے جاتے ہیں اور پھر جب کرامت کے اخفاء کا حکم حضرت قطب عالم فرماتے ہیں تو روزہ توڑ دیتے ہیں۔

چشتی بزرگ کی تعظیم اور بشارت : حضرت سراج الدین شاہ عالم کو جن اولیاء

ا؎ صد حکایات، حکایت ۹، ص ۱۳

کرام نے دیکھا انہوں نے الفت و محبت اور تعظیم و تکریم کے گلدستے پیش کئے ذیل میں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جس سے آپ کے مقام ولایت کا پتا چلتا ہے:

ایک دن حضرت برہان الدین قطب عالم کے دولت کدہ میں حضرت سید کمال بھروچی خلیفہ و صاحب راز خاتم خواجگان چشت امیر سید محمد بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ عنہم مہمان تھے اور حضرت شاہ عالم ایام طفولیت میں بچوں کیساتھ خاکبازی کر رہے تھے اچانک ایک عورت کی گریہ وزاری کی آواز ان کے گوش مبارک میں پہنچی حضرت شاہ عالم نے متعجب ہو کر اس عورت سے فرمایا۔ روؤمت کیا تم خدائے تعالیٰ سے رنجیدہ ہو کہ رو رہے ہو؟ حضرت شاہ عالم کی اس ناصحانہ گفتگو کو سماعت فرمانے کے بعد پوچھا، یہ کس کا فرزند ہے؟ حاضرین نے کہا یہ حضرت برہان الدین قطب عالم کے فرزند ہیں۔ حضرت سید کمال اٹھ کر حضرت شاہ عالم کے پاس آئے اور خود آغوش میں آپ کو لیا اور اپنی سفید ڈاڑھی سے حضرت شاہ عالم کے پیروں کے گرد و غبار کو صاف کیا اور فرمایا کہ جو دیکھنا چاہے دیکھے گا کہ یہ مرد درویش اولین و آخرین کا محبوب ہوگا۔

اور کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جن کی ڈاڑھی بوسہ کیلئے حضرت شاہ عالم کے قدموں تلے پہنچی وہ حضرت سید کمال کی ڈاڑھی تھی۔ اور حضرت شاہ عالم جب کبھی کسی کو اپنے قدم مبارک پر بوسہ دیتے ہوئے دیکھتے تو فرماتے کہ یہ حضرت کمال کی شفقت کا نتیجہ ہے جو بچپنے کے عالم میں مجھ پر انہوں نے کرم فرمایا۔ ۱؎

تعلیم و تربیت: حضرت سراج الدین شاہ عالم ماں کے پیٹ میں ہی حافظ قرآن ہو چکے تھے اور رب نے آپ کو علم وہبی سے نوازا تھا، مگر پھر بھی آپ نے ظاہری تعلیم تربیت ہمعصر فضلائے وقت و مشائخ کرام سے حاصل کی، حضرت سید برہان الدین قطب عالم سے آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور ظاہری و باطنی کمالات کا حصول بھی آپ کو اس

۱؎ صد حکایات فارسی قلمی، حکایات ۱۲، ص ۱۵، ۱۶

بارگاہ کرم سے ہوا، یہاں تک آپ کو خلافت و سجادگی بھی انہوں نے عطا کی اور حضرت شیخ جہاں حضرت شیخ احمد گنج بخش کھٹو سے بھی آپ نے تعلیم و تلقین حاصل کی اور انہوں نے بھی آپ کو سلسلۂ مغربیہ کی اجازت و خلافت ۱۷ ر سال کی عمر میں عطا فرمائی۔ ا۔ اور علم صرف کی تعلیم آپ نے حضرت مولانا علی چینکی سے حاصل کی۔

مولانا علی چینکی سے جس زمانے میں حضرت شاہ عالم میزان الصرف کی تعلیم حاصل کرتے تھے، مولانا نے کہا کہ مجھے سکّے اور گائے کا دودھ عنایت فرمائیں حضرت شاہ عالم مسکراتے ہوئے اپنے دونوں آستین کو آگے کیا اور پھر ان سے دودھ اور سکّے بر آمد ہوئے جو انہیں عنایت کئے گئے۔ ۲۔ حضرت مولانا علی چینکی کو بھی اپنے اس عظیم شاگرد پہ ناز تھا اور نور ولایت کا مشاہدہ بھی آپ نے فرمایا تھا جو اس آرزو کا باعث ہوا۔

حضرت شاہ عالم ذہین و فطین تھے۔ آپ کے اساتذہ جو باوجودیکہ کہنہ مشق معلم اور محقق تھے بعض اوقات آپ کے اعتراضات پر خاموش ہو جاتے۔ منقول ہے کہ حضرت شاہ عالم نے مولانا علی چینکی کے آگے میزان الصرف کی تعلم کیلئے زانوئے ادب تہہ کیا، حضرت شاہ عالم نے اثناء تعلیم میں بعض سوالات کئے مولانا علی چینکی باوجود اس کے علمائے محقق میں سے تھے جواب سے عاجز ہوئے اور حضرت شاہ عالم سے آپ نے التماس کیا کہ آپ خود اسے حل فرمایئے، حضرت شاہ عالم نے اسے حل فرمایا، جب یہ معاملہ کئی مرتبہ پیش آیا حضرت مولانا علی چینکی حضرت برہان الدین قطب عالم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ میری یہ طاقت نہیں کہ شہزادے کو تعلیم دوں یہ صاحب علم لدنی ہیں۔ حضرت قطب عالم نے مولانا کے اس معروضہ کو سننے کے بعد ارشاد فرمایا کہ آپ اس خیال میں نہ پڑیں اور رسم تعلیم بجالائیں اور انہیں اپنی صحبت میں

ا۔ تحفۃ الاکرام، ص ۲۴، ۲۔ صد حکایات، حکایت ۱۸، ص ۲۰، ۲۱

رکھیں۔ ا؎

اور ایک مرتبہ کا واقعہ ہے جس زمانے میں حضرت شاہ عالم قرآن حکیم کی تعلیم میں مصروف تھے۔ منقول ہے کہ حضرت شاہ عالم اپنے استاد سے قرآن شریف پڑھ رہے تھے، استاد نے کہا مجھے حلوہ اور روٹی کی خواہش ہے۔ فی الحال حضرت شاہ عالم نے تختی کے نیچے سے روٹی اور حلوہ برآمد کر کے استاد کے آگے پیش کر دی۔ استاد نے اپنے دل میں اس خطرہ کو جگہ دی کہ شاید پہلے سے رکھا ہوا تھا، تختی کے نیچے تلاش کیا مگر حلوہ اور روٹی میں سے کچھ بھی اثر تختی کے نیچے نہ پایا۔ استاد نے کہا کہ بارِ دیگر میں نے طلب کیا اسلئے کہ اگر قدرت خداوندی سے ایجاد معدوم کی طاقت اگر حق تعالیٰ حضرت شاہ عالم کو عطا فرمایا ہے تو بار دیگر بھی حلوہ اور روٹی عطا کریں گے۔ استاد نے کہا کہ میں نے تو حلوہ روٹی کھالیا مگر گھر کے لوگوں کا حصہ مجھے چاہیے، پھر حضرت شاہ عالم نے اپنا ہاتھ تختی کے نیچے کیا اور دستور سابق کے مطابق روٹی اور گرم حلوہ دیا۔ معلم نے اس عمر میں حضرت شاہ عالم کے دست حق پرست میں توبہ کی۔ ا؎

تسبیح خوانی : حضرت شاہ عالم عبادات و ریاضات، تسبیح و مناجات میں ہمہ وقت مصروف و مشغول رہتے، کبھی آپ کا دل یادالٰہی سے غافل نہیں ہوتا تھا۔ ذکر و فکر میں آپ اکثر اوقات گزارتے۔ ایام خورد سالی کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ منقول ہے کہ ایک دن حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ بچپنے کے دنوں میں اس فقیر کو حضرت برہان الدین قطب عالم نے اپنے کرم خاص سے ارشاد فرمایا کہ تسبیح اپنے ہاتھ میں لے کر یا مصطفےٰ یا مصطفےٰ کہو، اسلئے کہ جو شخص کثرت سے یا مصطفےٰ یا مصطفےٰ کہتا ہے محبت الٰہی اس کے دل میں پختہ ہوتی ہے اور جب وہ مرتا ہے تو ماذوق مرتا ہے۔ ۳؎ جب پدر کی تعلیم ایسی مؤثر اور دلپذیر ہو تو یقیناً اولاد کیلئے وہ باعث نجات اور بلندی مقامات ہے۔ حضرت برہان الدین قطب عالم

ا؎ چہل حکایات، حکایت ۳ ۲؎ ایضاً، حکایت ۲ ۳؎ صد حکایات، ص ۱۵۹

کی یہ نصیحت آج بھی والدین کیلئے درس عبرت ہے۔ اگر بچوں کو ابتدائی دور سے ہی نام مصطفےٰ سے قریب کیا جائے تو آگے چل کر یہی بچہ حقیقی غلام مصطفےٰ کی صورت اختیار کریگا اور ان کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت سے بیشمار لوگوں کو ھدایت ملے گی۔

دیدار رسول ﷺ : منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ مجھے بچپن میں کبوتر سے رغبت تھی اور کبوتروں کی غذا کیلئے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا اور جس جگہ گھر کے طاقوں میں اور اس کے علاوہ بھی اپنا ہاتھ ڈالتا میرے ہاتھ میں سامان غذا آتا۔ جب میری اس حرکت کی خبر حضرت برہان الدین قطب عالم کو ہوئی تو آپ متامل ہوئے اور مجھ سے حضرت قطب عالم نے کچھ نہ فرمایا یہاں تک حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے جمال جہاں آرا کو میں نے عالم واقعہ میں دیکھا اور پورا گھر ان کی نسیم جانفزا سے معطر ہو گیا۔ جب میں نے اس واقعہ کو حضرت قطب عالم کے سامنے پیش کیا تو حضرت قطب عالم نے کرم نوازی کرتے ہوئے فرمایا "دیکھا سرکار دوعالم ﷺ کی کتنی طیب و طاہر خوشبو ہے، اور جس جگہ کبوتر ہوتا ہے وہاں بدبو پہنچتی ہے۔ حضرت شاہ عالم فرماتے ہیں کہ حضرت قطب عالم کے اس لطیف اشارہ کے پیش نظر ہم نے کبوتر خانوں کو منہدم و تاراج کر دیا اور اپنی اس سابقہ حالت سے تائب ہوا۔ ا؎

فراغت : حضرت سید سراج الدین شاہ عالم مختلف مقتدر مشائخ کرام و فضلائے عظام سے تحصیل علوم میں کوشاں رہے۔ یہاں تک جب آپ کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو آپ جملہ علوم و فنون حاصل کر چکے تھے، اور آپ کا شمار باا ثر و صاحب تحقیق علماء میں ہونے لگا تھا۔ یہاں تک آپ کے علم و فن کا شہرہ ایوان سلاطین میں پہنچا اور حضرت سلطان احمد شاہ کے ایک علمی استفسار پر آپ نے وہ جواب باصواب عطا فرمایا کہ مشائخ وقت و علمائے ہر نے آفریں کہا جس کا ذکر حضرت سلطان احمد شاہ کے بیان میں کیا جا چکا ہے،

ا؎ صد حکایات فارسی، حکایت ۱۹، ص ۲۱، ۲۲

حضرت شیخ جیو بن حضرت شاہ محمود دریانوش بخاری بن حضرت برہان الدین قطب عالم سے منقول ہے، ''ولہذا چوں سن شریف بشانزدہ رسید تحصیل علم تمام شدہ بود''۱۔

اور حضرت شیخ شاہ جیو سے یہ بھی منقول ہے کہ حضرت سراج الدین شاہ عالم نے فقہ کی کتاب ھدایہ صرف چار دن کی مدت میں استاد سے پڑھی، فرماتے ہیں، ''حضرت شاہیہ دام جلالہ ھدایہ فقہ در مدت چہار روز پیش استاد تمام خواندند''۲۔

ہدایہ حضرت علی بن ابی بکر مرغینانی برہان الدین ابوالحسن صدیقی المتوفی ۵۹۳ھ کی مشہور و مایا ناز تصنیف ہے۔ آپ فقیہہ، فاضل، جید، زاہد، عابد، پرہیزگار ہیں، آپ کے فضل کا قاضیخاں وغیرہ نے اقرار کیا، شاگرد مفتی الثقلین نجم الدین دمشقی و صدر شہید حسام الدین و صدر شہید تاج الدین و ضیاء الدین بدیچی و عثمان بیکندی و قوام الدین احمد بن عبد الرشید والد صاحب خلاصۃ الفتاوی و بہاء الدین علی وغیرہم ہیں۔ مؤلف کتاب معرفت متداول ہدایہ و کفایہ و منتقی و تجنیس و مزید و مختارات النوازل وغیرہ جس میں سے ہدایہ بہت معروف و متداول ہے۔ آپ کے نصائح میں سے یہ مضمون محفوظ ہے کہ جو شخص عالم ہو کر شرع الٰہی میں ہتک کرے وہ بڑا فتنہ ہے اور جو شخص جاہل ہو کر عالم، عابد بنے وہ اس سے بڑھکر فتنہ ہے، پس مومن دیندار کیلئے دنیا میں دو بڑے فتنہ ہیں۔ ۳۔

ہدایہ فقہ اسلامی کی انسائکلوپیڈیا کا مقام رکھتی ہے، یہ کتاب مسائل میں مستند و معتبر ہے اور تقریباً فتاوی کی تمام کتابوں میں اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ کل چار جلدوں میں ہے، پہلی دونوں جلد کو ''ہدایہ اولین'' کہا جاتا ہے اور تیسری اور چوتھی جلد کو ''ہدایہ آخرین'' کہا جاتا ہے۔ پہلی جلد میں ۲۸۴ صفحات ہیں۔ خطبہ کے بعد کتاب

۱۔ صد حکایات، حکایت ۴۳، ص ۸۵ ۲۔ ایضاً، ص ۵۸

۳۔ مقدمہ فتاوی عالمگیری، ص ۷۹، ۸۰

الطہارات سے آغاز کتاب ہوتا ہے اس میں طہارت کے جملہ مسائل ہیں پھر اذان و اقامت و نماز اور اس سے متعلق مسائل ہیں، پھر کتاب الزکوۃ اور کتاب الحج ہے۔ حج کے بیان کے اختتام میں پہلی جلد مکمل ہوتی ہے۔ اور دوسری جلد کتاب النکاح سے شروع ہوتی ہے اور طلاق، عدت، کفارہ، ثبوت نسب وغیرہ کا اس میں مفصل ذکر ہے۔ پھر بیع وشرا، حج عناق، شرکت، اوقاف وغیرہ کے مسائل مذکور ہیں۔ دوسری جلد دوسو پچاس صفحہ سے شروع ہو کر چھ سو چھبیس صفحہ پر ختم ہوتی ہے۔ صرف چار دن میں حضرت شاہ عالم کا یہ کتاب اپنے استاد سے مکمل پڑھنا یہ ایک وہبی شے ہے عقل و خرد سے بالاتر اور عشق و عرفاں سے قریب تر ہے۔

مطالعہ میں گہرائی: حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کو کتب بینی کا بہت شوق تھا، کتابوں کا مطالعہ آپ کا خاص مشغلہ تھا، مطالعہ کتب کی وجہ سے علم میں پختگی اور کمال حاصل ہو چکا تھا اور حد تو یہ ہے کہ آپ کے دونوں کہنیوں میں شب بیداری اور عمیق مطالعہ کے اثرات ظاہر ہو چکے تھے۔

منقول ہے کہ مولانا صدر جہاں جو حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کے ہمعصر تھے اور جن کا شمار نابغہ روزگار، عالم اور متقیوں میں ہوتا ہے۔ احمد آباد کے نور گنج محلے میں آپ کا مزار پر انوار واقع ہے۔ حضرت میاں مخدوم روزانہ سبق پڑھنے کیلئے مولانا صدر جہاں کے پاس جاتے اور میاں مخدوم کو بیعت وارادت حضرت سراج الدین شاہ عالم سے تھی۔ مولانا صدر جہاں کے سامنے جب حضرت سراج الدین شاہ عالم کے احوال بیان کئے جاتے تو بے ادبی سے وہ ان کا انکار کرتے تھے، میاں مخدوم اپنے دل میں عہد کرتے کہ اب دوبارہ مولانا کے پاس نہیں آئیں گے، اسلئے کہ میاں مخدوم کو اپنے پیر مرشد حضرت شاہ عالم سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی۔ لیکن جب میاں مخدوم حضرت سراج الدین شاہ عالم کی خدمت میں جاتے تو تبسم فرماتے ہوئے۔

حضرت شاہ عالم پوچھتے کہ میاں مخدوم! آج تم مولانا کے پاس گئے، سبق پڑھا؟ وہ عرض کرتے جی ہاں! حضرت شاہ عالم میاں مخدوم سے فرماتے ہوشیار مولانا کی صحبت ہرگز ترک نہ کرنا، بہت مفید ہے اور مولانا کا وجود اس زمانے میں غنیمت ہے اس بناء پر میاں مخدوم کیلئے ضروری ہو جاتا کہ مولانا صدر جہاں کے پاس جائیں۔ الغرض یہ قضیہ بار بار واقع ہوتا رہا، یہاں تک کہ ایک دن مولانا صدر جہاں نے حضرت شاہ عالم کے احوال و معارف کے انکار میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا، اس انکار کی وجہ سے میاں مخدوم گریہ وزاری کرنے لگے، مولانا صدر جہاں نے حضرت میاں مخدوم سے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ مجھے آپ کے احوال پر رونا آتا ہے۔ مولانا صدر جہاں نے پوچھا کس واسطے؟ حضرت میاں مخدوم نے کہا کہ اس سبب سے کہ میرے پیر و مرشد صحیح النسب سید ہیں اور ان کے اقوال و افعال، اعمال و احوال حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے تبیعت میں ہیں یعنی وہ سنت مصطفےٰ ﷺ کے پیروکار ہیں اور آپ کے زمانے میں اور آپ کے شہر میں موجود ہیں اور آپ ان کی خدمت سے محروم ہیں اور بلکہ ان کے انکار میں مبتلا ہیں۔ مولانا صدر جہاں نے کچھ دیر غور و فکر کیا اور پھر کہنے لگے کہ اگر تمہارے پیر ہمارے ساتھ چار شرطیں منظور کرلیں تو میں ان کی زیارت کیلئے آؤں گا۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ وہ ریشمی لباس زیب تن کرتے ہیں، جس روز میں آؤں اس روز مسنون لباس پہنیں۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کا بستر زربفت کا ہوتا ہے، جس روز میں آؤں یہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت میاں مخدوم کہنے لگے کہ ہمیشہ ان کا لباس اور بستر مسنون ہوتا ہے اور جس لباس کے ساتھ وہ خلوت میں ہوتے ہیں اسی لباس کے ساتھ وہ باہر آتے ہیں اور باہر آنے کے بعد حق تبارک و تعالیٰ للمالک ان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء (مالک کیلئے اپنے ملک میں حسب منشاء تصرف کا حق ہے) کے تقاضہ کے مطابق

وہی لباس لوگوں کی نظروں میں ریشم معلوم ہوتا ہے۔ پھر مولانا صدر جہاں نے کہا۔۔۔
(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ علمی گفتگو کریں اور ایسا مسئلہ ذکر کریں کہ محصلین کے نزدیک بالفعل مشہور نہ ہو۔
(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اوداع کے وقت ہر شخص کو کچھ نہ کچھ وہ نقدی ادا کرتے ہیں وہ مجھے نہ دیں کیوں کہ حضرت سراج الدین شاہ عالم معیشت کی کوئی معین وجہ اور ظاہری طریقہ نہیں رکھتے ہیں۔ البتہ جنات کو تابع کئے ہوں گے اور جنات لوگون کے مال سے چرا کر لاتے ہوں گے، اور وہ مال حرام ہے، اگر یہ چاروں شرطیں میاں مخدوم حضرت شاہ عالم قبول کرلیں تو میں آسکتا ہوں۔
مولانا صدر جہاں کی ان چاروں شرطوں کو بغور سننے کے بعد حضرت میاں مخدوم نے فرمایا، بسم اللہ سوار ہو جایئے کہ الخیر لایوخر، نیکی میں دیری نہیں، مولانا صدر جہاں نے کہا کہ پہلے تم جاؤ اور معلوم کرو کہ اگر وہ قبول کرتے ہیں تو میں آؤں گا۔ حضرت میاں مخدوم کہنے لگے کہ جیسے ہی یہ شرائط اپنے دل میں آپ نے سوچی ہیں حق تعالٰی نے ان کو مطلع کر دیا ہے، پیغام رسانی کی ضرورت نہیں۔ مولانا صدر جہاں کہنے لگے کہ اللہ! تمہیں ان کے بارے میں ایسا اعتقاد ہے، حضرت میاں مخدوم نے کہا یہ کیا چیز ہے مجھ کو ان کے متعلق کمال اعتقاد حاصل ہے۔ الغرض مولانا صدر جہاں اور میاں مخدوم سوار ہو کر شہر سے رسول آباد آئے۔
رسول آباد آستانہ، شاہیہ میں پہنچنے کے بعد مولانا صدر جہاں نے کہا کہ میاں مخدوم پہلے تم چلے جاؤ اور خبر کرو۔ حضرت میاں مخدوم کہنے لگے کہ اگر میں جاؤں گا تو آپ کے دل میں اور ذہن و فکر میں یہ خیال گزرے گا کہ میں نے انہیں اطلاع کر دی ہے۔ اسلیئے ان دونوں حضرات نے پہنچ کر دربان سے کہا کہ اندر خبر کر دو، دربان نے خبر کر دی اور جواب لایا کہ دیوان خانہ میں بیٹھو، جب یہ حضرات دیوان خانہ میں پہنچے تو

دیکھا کہ بورئے کا فرش بچھا ہوا ہے کہ جس بورئے میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے ہیں، مولانا صدر جہاں حضرت میاں مخدوم کے طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ یہ ایک شرط تو خیر اپنے آپ ہی پوری ہو گئی، حضرت میاں مخدوم نے کہا انشا اللہ تمام شرطیں اسی طرح پوری ہو جائیں گی۔ جب چند لمحوں کے بعد حضرت شاہ عالم تشریف لائے سامنے پہنچے تو دیکھا کہ ایک لنگی باندھے ہوئے ہیں اور کمبل کا اونی کرتا پہنے ہوئے ہیں اور اس کمبل کا ایک دستار سر پر باندھے ہوئے ہیں، مولانا صدر جہاں میاں مخدوم کو اشارہ کر کے کہنے لگے کہ دو شرطیں پوری ہو گئیں۔ اسلئے کہ لباس تہبند، پیراہن، دستار بالکل سنت نبوی کے عین مطابق تھا۔

تیسری شرط کی تکمیل کا بھی بتدریج وقت قریب آتا گیا، اور حضرت سید سراج الدین شاہ عالم نے مولانا صدر جہاں سے پوچھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حق تبارک تعالیٰ کی رویت ملائکہ کو ہوں گی یا نہیں؟ مولانا کہنے لگے نہیں! اور انکار رویت کی دلیل میں قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی، ''فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلاَ یُشْرِکْ بِعِبَادِ رَبِّہٖ اَحَداً'' ۱۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے ۲۔ حضرت سید سراج الدین شاہ عالم نے بطور معارضہ مولانا صدر جہاں نے فرمایا یہ تو عام بات ہے کس وجہ سے ملائکہ کو حق تعالیٰ کی رویت نہیں ہو گی؟ مولانا نے عرض کیا کہ ملائکہ لطیف ہیں حق تعالیٰ سبحانہ کی تجلیات کی تاب نہیں رکھ سکتے اور بشر اپنی کثافت کی وجہ سے تجلی کی طاقت و تاب رکھتے ہیں۔ حضرت سراج الدین شاہ عالم نے فرمایا کہ وہ حکیم مطلق جو انسانوں کی کثافت کے واسطے رویت کی قدرت عطا کیا ہے وہ اس امر پر بھی قادر ہے کہ کسی دوسرے امر کی بناء پر

۱۔ القرآن، پ ۱۶، ع ۲، س کہف

۲۔ کنزالایمان، از امام احمد رضا

ملائکہ کو بھی رویت کی قدرت دیدے۔ مولانا صدر جہاں نے عرض کیا کہ ہم تو نقل کے تابع ہیں اور علمائے سلف سے رویت ملائکہ کے بارے میں کوئی چیز منقول ہو کر نہیں آئی۔

حضرت سراج الدین شاہ عالم نے مولانا صدر جہاں کی اس گفتگو کو سننے کے بعد ان سے ارشاد فرمایا کہ امام فخر الدین رازی نے اثبات رویت میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور امام رازی اس میں فرماتے ہیں ''الرویة ثابة لجبرئیل والمیکائیل والاسرافیل والعزرائیل ولحملة العرش ولسائر الملائکة کافة'' جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل حاملین عرش اور تمامی ملائکہ کیلئے رویت باری ثابت ہے۔ اور حضرت شاہ عالم نے رسالہ منگوا کر تصحیح نقل بھی فرمائی مولانا صدر جہاں کہنے لگے کہ یہ رسالہ اور نقل اب تک ہم نے دیکھی نہیں تھی۔ یہ تھا حضرت سراج الدین شاہ عالم کی تحقیق و تدقیق اور مطالعہ کے بحر ناپید کنار میں غوطہ زن ہو کر علم دین کا مسئلہ چن لینا، اور اس میں بر وقت استدلال اور قوت حافظہ یہ یقیناً محنت اور عطائے الٰہی کی کرشمہ سازیوں میں سے ایک ہے۔ پھر حضرت سراج الدین شاہ عالم فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض'' [1] اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے [2]، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان، حضرت یوسف، حضرت ذوالقرنین علیہم السلام کو بسط رزق عطا کیا گیا تھا۔ بغاوت تو کجاوہ تو کمال اطاعت اور کمال انقیاد رکھتے تھے پس زمین میں بغاوت اور بسط رزق کے درمیان کس طرح تلازم کی صورت ہو گی؟ مولانا صدر جہاں نے جواب دیا، حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ یہ جواب فلاں تفسیر میں مذکور ہے اور اس

۱۔ القرآن، پ ۲۵، ع ۳

۲۔ کنزالایمان

جواب کے بارے میں میرے ذہن میں یہ بحث آتی ہے اور اس بحث کو بھی حضرت شاہ عالم نے بیان فرمایا، مولانا صدر جہاں اس بحث کا بھی جواب نہ سمجھ سکے اور نہ دے سکے پھر اس کا دوسرا جواب دیا، اس جواب کو بھی حضرت شاہ عالم نے کسی دوسری تفسیر کا حوالہ دے کر رد فرما دیا۔ یہاں تک کہ مولانا صدر جہاں نے دس جواب نقل کئے، حضرت شاہ عالم نے دسوں دس جوابات کو تفاسیر میں اس کا حوالہ ذکر کر کے اور اس پر بحث قائم کر کے اعتراض وارد کئے اور اسے رد فرما دیا۔ آخر کار مولانا صدر جہاں نے عاجز آ کر حضرت شاہ عالم سے دفع اشکال کیلئے عرض کیا کہ آپ ہی اس کا جواب دیں۔

صاحبِ صد حکایات بیان کرتے ہیں۔۔

حضرت شاہیہ دام جلالہ ہر دہ را حوالہ بتفاسیر کردند و بحثہا بر آں وارد فرمودند آخر مولانا عاجز شدہ دفع اشکال از خدمت حضرت شاہیہ دام جلالہ خواستند۔[1]

جہاں ظاہر بیں علماء کی سرحد و سیما اختتام کو پہنچتی ہے، وہیں سے علمائے محقق و فقید العصر فاضل و عارف کامل کی منزلوں کی ابتداء ہوتی ہے، جب مولانا صدر جہان سے عجز کا اظہار ہو گیا تو حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ کتب عربیہ میں مقرر ہے کہ جب فعل کی اسناد کسی فاعل ظاہر پر کرتے ہیں تو ہونا یہ چاہئے کہ وہ فعل اس فاعل کا محتاج ہو جیسا کہ بنی الامیر المدینۃ، امیر نے شہر بنایا مگر یہ اس وقت کہیں گے کہ بنائے شہر عظیم وہ امیر کی قدر و منزلت کا محتاج ہو جیسا کہ یہاں بر حق تبارک تعالیٰ نے بَسطتَ، بَسطنَاو بُسِطَ نہیں فرمایا بلکہ وَلَو بَسَطَ اللّٰہ فرمایا پس وہ بسط رزق و کشادگی جو خداوند قدوس اپنی قدرت کاملہ اور شایان شان سے بندوں کو عطا فرمائے وہ مستلزم بغاوت و سرکشی اور فسادات کا سبب ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے شایان شان آج تک کسی بندے کو وسعت رزق نہیں دی ہے اور ایسا بسط تو اب تک وجود میں نہیں آیا ہے، اگر اللہ تعالیٰ

---

[1] صد حکایات فارسی قلمی، ص ۱۲۴

اٹھارہ ہزار عالم کی جگہ ستر کروڑ در ستر کروڑ عالم کسی کو دے دے تو بھی قدرت الٰہی کی وسعت کے پیش نظر وہ کوئی چیز نہیں۔ مولانا صدر جہاں اس تحقیقی اور نورانی گفتگو کو سننے کے بعد آفریں کہنے لگے اور مدح سرائی کی۔ اور پھر فرمانے لگے کہ حضرت شاہ عالم یہ تو آپ کا علم لدنی معلوم ہوتا ہے!

حضرت شاہ عالم فرمانے لگے کہ تم اپنے ایک کلمہ لدنی کی ذریعہ میری ان تمام مشقت کو کیوں ضائع و برباد کر رہے ہو یہ کہتے ہوئے اپنی آستین کو اٹھاکر کثرت مطالعہ و کتب بینی کی بناء پر جو گٹھے نورانی بنے تھے وہ مولانا صدر جہاں کو دکھائے، مولانا نے ان نشانات کو دیکھنے کے بعد اسے بوسہ دیا اور رخصت ہونے کیلئے اجازت طلب کی اور اجازت بھی مل گئی۔

مولانا صدر جہاں کی چار شرطوں میں سے تین شرطیں تو پوری ہو چکی تھیں اب چوتھی شرط کی باری تھی مولانا صدر جہاں جب آستانہ شاہیہ سے رخصت ہو کر دہلیز پر پہنچے تو اپنی چادر کے کونے پر انہوں نے بوجھ محسوس کیا، دیکھا تو مٹھی بھر سونا ساتھ بندھا ہوا تھا میاں مخدوم سے ایک طرف منہ کر کے فرمانے لگے کہ تین شرطیں تو پوری ہو گئیں اور چوتھی پوری نہیں ہوئی، تم یہ سونا کاٹ لو۔ حضرت میاں مخدوم نے مولانا سے کہا کہ زیادہ امتحان نہ لیجئے اور سوءِ ادب کو ترک کیجئے اور یہ جو سونا ہے اسے لے لیجئے،، مولانا کہنے لگے یہ نہیں ہو سکتا ہاں البتہ یہ سونا تم ضرور کاٹ لو میاں مخدوم کہنے لگے جب تک میں جواب لیکر آتا ہوں آپ یہیں پر انتظار کریں، مولانا دہلیز پر بیٹھ گئے۔ اور میاں مخدوم نے اندر جاکر ماجرا عرض کیا حضرت سراج الدین شاہ عالم نے فرمایا کہ میاں مخدوم مولانا سے کہیے کہ آپ عالم ہیں اور شہر احمد آباد کے مفتی ہیں اگر ہمیں فتوے کی حاجت پڑتی ہے تو چاہیے کہ آپ سے استفتاء کریں اور آپ سے مسائل پوچھیں۔ آپ خود منصف بن کر انصاف کیجئے کہ یہ سونا ہم نے آپ کو دیا ہے؟ یا

میرے کسی آدمی نے دیا ہے؟ یا آپ اپنے گھر سے اُٹھا کر اسے لائے ہیں۔ ان صورتوں میں اس کا لینا میرے لئے کیسے روا اور جائز ہو سکتا ہے وہ خالق تعالیٰ جو سونے کو کانوں میں معدنوں میں پیدا کرتا ہے آپ کی چادر کے کونے میں بھی پیدا کر سکتا ہے۔ پس اس سونے کا لینا آپ کیلئے اولیٰ ہو گا یا میرے لئے آپ مجھے ہبہ کر دیں تو میں اسے لے سکتا ہوں، میاں مخدوم نے آکر مولانا صدر جہاں کو پیغام پہنچا دیا، مولانا صدر جہاں اس سونے کو لیکر کہنے لگے کہ میاں مخدوم جس طرح تمہارے پیر طریقت میں کامل ہیں اسی طرح شریعت میں بھی کامل ہیں۔ اس روز سے مولانا برابر پابندی سے حضرت شاہ عالم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور دامن کو فیوض و برکات سے بھرنے لگے۔ ۱

غرضکہ مولانا صدر جہاں کا دل حضرت شاہ عالم کی توجہ سے صیقل ہو گیا اور انہیں بھی حضرت شاہ عالم کی علمی دسترس و عبور کو ماننا پڑا، اور باہم خلوص و محبت کا رشتہ قائم ہوا، انا اور ہم چنیں دیگری نیست کا خاتمہ ہوا۔

بیعت و خلافت: حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کو اپنے والد گرامی حضرت سید عبد اللہ برہان الدین قطب عالم سے سلسلۂ سہروردیہ کی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اور حضرت شیخ جہاں شیخ احمد مغربی سرخیزی گنج بخش و گنج گیر سے سلسلۂ مغربیہ کی اجازت حاصل تھی۔ اور حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا عطا کردہ خرقہ محبوبیت و امانت بھی انہی کے ذریعے آپ کو حاصل ہوا۔ ۱۷ سال کی عمر میں آپ کو سلسلۂ مغربیہ کی اجازت اور نعمت خرقہ محبوبیت ملی۔

"و در سنہ ہفت دہ سالگی نعمت مغربیہ امانت نعمت و خرقہ سید الاقطاب مخدوم جہانیاں کہ حوالہ شیخ احمد کھٹو المشتہر بہ گنج گیر و گنج بخش کہ وجہ تسمیہ ایں اسم است بود حوالہ ایشاں شد و از خدمت والد ماجد خود بہ ارشاد تلقین مامور گشت"۔ ۲

۱۔ خاتمہ مرأت احمدی، ص ۹۸، صد حکایات، حکایت ۶۹، ص ۱۲۰ تا ۱۲۶، تحفۃ الکرام، جلد ۱، ص ۶۴ تا ۶۶

۲۔ تحفۃ الکرام، جلد ۱، ص ۲۴

تحفۃ الکرام کے مطالعے سے خرقے کے تفویض کا علم ہوتا ہے اور اس اجمالی علم کے بعد جب تفصیل کی طرف توجہ مبذول کی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ خرقۂ محبوبیت تھا جیسا کہ سید جعفر بدر عالم اپنی کتاب صد حکایات میں نقل کرتے ہیں۔ حضرت شیخ امین الدین گازرونی کا جب وقت وصال قریب آیا تو وہ خرقہ محبوبیت انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت امام الدین گازرونی کو یہ وصیت کرتے ہوئے عطا کردی کہ انتہائی حفاظت و صیانت سے رکھ کر جب یہاں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت جلال الدین بخاری آئیں تو انہیں دے دیں اور پھر انہیں مدینہ طیبہ کی حاضری کا پیغام پہنچائے۔ اپنے بھائی اور حضرت شیخ امین الدین کی وصیت کے مطابق یہ خرقہ انہیں دیا گیا، وہ خرقہ لینے کے بعد مخدوم جہانیاں جہاں گشت وارد مدینہ ہوئے۔

ایک عاشق جب جذب و شوق میں وارفتہ ہو کر خاک مدینہ کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا ہے تو عشق کی سر فرازیاں بھی اس عاشق کو کب محروم کرتی ہیں۔ مگر اس سے پہلے مختصر گازرون کا تاریخی جائزہ ملاحظہ ہو۔

گازرون: گازرون شیراز سے جنوب مغرب کی طرف تقریباً ۸۸ میل کے فاصلے پر ایک پُر رونق شہر تھا۔ زمانۂ قدیم میں اس کی بڑی شہرت تھی ابھی بھی ایک غیر معروف قصبے کی حیثیت سے اس کا وجود باقی ہے۔ حضرت مخدوم نے گازرون میں ابواسحاق گازرونی کے مزار پر حاضری دی۔ ان کی خانقاہ میں چند عالم اور دانشمند معلّم تھے، بعض تفسیر و حدیث پڑھاتے تھے اور بعض حکمت و منطق اور معانی و ادب کا درس دیتے تھے اور ایک سو طالبانِ حق خلوت نشین تھے جو ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور مخلوق یہاں سے بہت مستفید ہوتی تھی۔ حضرت مخدوم نے امین الدین گازرونی کے مزار کی زیارت کی اور ان کے بھائی شیخ امام الدین کا سجادہ، جبہ، مقراض اور عصا وغیرہ حاصل کیے۔ اس خانقاہ میں ہندو پاکستان سے دہلی اور ملتان کے لوگ بھی پہنچتے تھے۔ حضرت مخدوم کو پانچوں نمازوں کے بعد ذکر

کرنے کی عادت گازرون ہی سے ہوئی۔ [1]

خرقۂ محبوبیت : حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کو خرقۂ محبوبیت حضرت شیخ احمد سرخیزی گنج بخش سے حاصل ہوا۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت جلال الدین بخاری اور شیخ احمد گنج بخش کی ملاقات کا مختصر تذکرہ سیرت شیخ احمد میں گزر چکا، اب خرقۂ محبوبیت کے حصول و وصول کا قدرے تفصیلی تذکرہ نقل کیا جاتا ہے۔

حسبِ ارشاد حضرت شیخ امین الدین گازرونی حضرت مخدوم بخاری گازرون پہنچے اور مخدوم جلال الدین بخاری کو حسبِ وصیت حضرت امین الدین گازرونی کے برادر وصی حضرت امام الدین مسعود گازرونی سے یہ خرقہ حاصل ہوا۔ اس میں تصوف کے دو شعر بھی تحریر تھے۔ جاننا چاہیے کہ حضرت شیخ الاسلام امین الدین گازرونی نے اس خرقے کے سلسلے میں وصیت فرمائی تھی کہ اس کو لیکر حضرت مخدوم بخاری مدینہ مقدسہ تشریف لے جائیں اور سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ لطف و عطا سے اس خرقۂ محبوبیت کو بے واسطہ شرف لبس سے مشرف کریں اور مخدوم بخاری نے اپنے خرقے کے اسناد میں تحریر کیا ہے کہ جب میں اس بشارت و وصیت کے مطابق حاضریٔ دربار مدینہ کے شرف سے مشرف ہوا تو سرکار ابد قرار کی طرف سے بشارت ملی۔

نبوی بشارت : حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری کو اس طرح بشارت دی کہ اے فرزند، تیری نسل میں ایک مردِ حق آگاہ ہوگا کہ تیری وفات کے بتیس سال کے بعد آمنہ و عبد اللہ کے صلب سے ملک گجرات میں پیدا ہوگا اور چار چیزوں میں انہیں میری موافقت نصیب ہوگی :

(۱) حلیہ : شکل و شباہت میں چنانچہ حضرت شاہ عالم ہم شبیہِ مصطفیٰ تھے۔

(۲) نام : حضرت شاہ عالم کا نام بھی محمد تھا۔

---

[1] جہانیاں جہاں گشت، ص ۹۲، ۹۳۔ از پروفیسر ایوب قادری

(۳) عمر: حضرت شاہ عالم کی عمر بھی سن نبوی کے موافق تریسٹھ سال تھی۔

(۴) مقام: حضرت شاہ عالم کو بیعتِ مصطفیٰ کی بناء پر رب نے مقام محبوبیت سے نوازا تھا۔

ان چار علامت و شناخت کے بعد مصطفیٰ جانِ رحمت نے ارشاد فرمایا کہ یہ خرقہ محبوبیت اس کے حصّے میں ہے، چاہئے کہ ان تک یہ خرقہ پہنچے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا کہ یارسول اکرم ﷺ آپ نے تو بشارت سے مشرف فرمایا ہے کہ وہ فرزند سعادت مند میری وفات کے بتیس سال بعد پیدا ہوگا تو آخر کس طرح ان تک یہ خرقہ پہنچایا جائے گا؟ بارگاہ نبوی سے مژدۂ جانفزا ملا کے دہلی میں شیخ احمد نامی ایک جوان شیخ ابواسحاق مغربی سے تحصیل سلوک و منازل میں مصروف کار ہے۔ اس خرقے کو ان تک بطور امانت سپرد کردو، اس کے ہاتھ سے اس فرزند کو پہنچ جائے گا۔ القصہ خرقہ محبوبیت کو لے کر حضرت مخدوم بخاری واردِ ہند ہوئے اور فرمان نبوی کے مطابق شیخ احمد کی ملاقات کے منتظر رہے اور اپنی عمر کے آخری حصے میں اوچ مبارک سے بعہد سلطان فیروز شاہ دہلی تشریف لائے۔ صاحبِ صد حکایات لکھتے ہیں:

"المقصود خرقہ محبوبیت را حضرت مخدومیہ دام جلالہ بہند آوردند و بحکم اشارتِ نبوی انتظار ملاقاتِ شیخ می بردند تا در آخر عمر کہ از اوچ مبارک در زمانِ سلطان فیروز مرحوم بدہلی تشریف آوردند" ۔ا

اور اس زمانے میں شیخ احمد مغربی حضرت بابا اسحاق مغربی سے تحصیل سلوک کیلئے دہلی میں قیام پزیر تھے۔ بے پناہ الطاف و عنایات اور خلعت خلافت کے بعد جیسا کہ گزر چکا ہے، ایک دن خلوت خانہ میں لے جاکر فرمایا کہ ملک گجرات میں میرا ایک فرزند عنقریب پہنچے گا، باہم اخلاص و اتحاد کے ساتھ زندگی گزارنا اور اشارۂ نبوی کے مطابق مذکورہ چار علامتیں ان میں ہونگی، میرا سلام ان کو کہنا اور اس خرقہ محبوبیت کو شیخ الاسلام شیخ احمد مغربی

۔ا صد حکایات قلمی، ص ۳۱،۳۰

کو اشارۂ نبوی کے مطابق سپرد کر دیا۔ ''و آں خرقہ محبوبیت شیخ الاسلام احمد بموجب اشارت سپردند''۔ ۱

ادھر حضرت شیخ احمد مغربی بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت کے بعد حسب بشارت نبوی سرخیز میں قیام پذیر تھے اور سلطان احمد شاہ بانی احمد آباد نے ۸۱۳ھ میں بنائے احمد آباد کے بعد حضرت سید برہان الدین قطب عالم سے احمد آباد میں قیام فرمانے کی درخواست کی اور حضرت قطب عالم نے سلطان احمد شاہ کی آرزوے دینداری کی قدرشناسی کی اور احمد آباد کے قصبہ اساول میں مسجد آدینہ کے قریب سکونت پذیر ہوئے اور پھر دونوں سرخیل ولایت و قطبیت حضرت شیخ احمد مغربی و حضرت برہان الدین قطب عالم کے مابین ارتباط معنوی اور مؤدتِ روحانی مؤکد ہو گئی۔

حضرت سید برہان الدین قطب عالم کی سیرت و سوانح کے ضمن میں مرقاۃ الوصول کے حوالے سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت شیخ احمد مغربی کی بارگاہ میں حضرت قطب عالم سال میں دوبار شرف ملاقات سے مشرف ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ احمد مغربی نے حضرت برہان الدین قطب عالم سے استفسار فرمایا کہ کیا آپ کا کوئی لڑکا محمد نامی ہے؟ حضرت برہان الدین قطب عالم نے اثبات میں جواب دیا اور فرمایا کہ منجھلے لڑکے کا نام محمد ہے جو حفظ آداب میں یگانہ ہے۔ حضرت شیخ احمد مغربی اس معنی پر اطلاع پاتے ہی اور دیگر بشارتوں کے جویاں ہو کر امیدوار ہوئے کہ وہ فرزند مطلوب یہی سعادت مند ہو گا۔ ۲

دعوت امین: حضرت شیخ احمد مغربی نے علم باطن کی ضیا باریوں کے پیش نظر حضرت سراج الدین شاہ عالم کو مدعو کیا۔ حضرت شیخ احمد مغربی نے حضرت قطب عالم کی اس ملاقات کے بعد صبح ایک بیل گاڑی بھیج کر حضرت سراج الدین شاہ عالم کو طلب فرمایا۔ حضرت شاہ

۱۔ صد حکایات قلمی، ص ۳۴

۲۔ ایضاً

عالم حضرت قطب عالم کی رضا سے سرخیز روانہ ہوئے۔ حضرت شاہ عالم از روئے تعظیم اپنے دست مبارک سے حضرت شیخ احمد مغربی کی بہلی کو ہانکتے ہوئے اساول سے سرخیز تک پیدل چلے اور سرخیز پہنچے۔ حضرت شیخ احمد مغربی نے اپنے مصلے کو بھیجا کہ اس پر تشریف رکھیں۔ حضرت شاہ عالم اس مصلے کو تعظیما اپنے سر پر رکھ کر زمین پر بیٹھ گئے اور جب شیخ مغربی کی نظر فیض اثر حضرت شاہ عالم پر پڑی اور مصطفیٰ جان رحمت کے جمال بے مثال کے انوار کے اثرات کا آپ کے حلیہ مبارک میں مطالعہ کیا تو معانقہ فرمایا اور انتہائی رقت شیخ مغربی پر طاری ہوئی اور پھر حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا سلام حضرت شاہ عالم کو پہنچایا اور بطور نیابت و وراثت خرقہ محبوبیت حضرت شاہ عالم کو شیخ مغربی نے پہنایا۔ اور یہ واقعہ ۸۳۴ھ کا ہے۔ وکان ذالک فی سنہ اربع و ثلاثین و ثمان مائۃ-۱

خرقہ محبوبیت کے زیب تن کرائے جانے کا واقعہ بنائے احمد آباد کے اکیس سال بعد ہوا۔ اور سرخیز کی نور و نکہت میں ڈوبی ہوئی آستانہ مغربیہ میں یہ عظیم امانت و تحفہ حضرت شاہ عالم کو تفویض کیا گیا۔

خرقہ محبوبیت کی حفاظت و برکت : خرقہ محبوبیت حضرت شیخ احمد مغربی کے پاس ولادت شاہیہ سے قبل ۳۶ سال تک رہا اسلئے کہ حضرت مخدوم بخاری کی یوں تو دہلی آمد و رفت کافی رہی اور سلاطین سے باہم تعلقات بھی استوار رہے۔ مگر دہلی کا آخری سفر ۷۸۱ھ میں بعہد سلطان فیروز شاہ ہوا اور آپ کا وصال ۷۸۵ھ میں ہوا۔ اس اعتبار سے وفات سے چار سال قبل آپ کا آخری بار دہلی میں ورود ہوا۔ الدر المنظوم کے حوالے سے پروفیسر ایوب قادری لکھتے ہیں کہ "۷۸۱ھ میں جبکہ سلطان فیروز شاہ سامانہ کی مہم پر گیا تھا تو حضرت مخدوم نے دہلی میں ورود فرمایا چونکہ سلطان دہلی میں موجود نہ تھا اسلئے حضرت

۱- صد حکایات قلمی، ص ۳۴، ۳۵

مخدوم کو دہلی میں قیام کرنا پڑا اور اس زمانے میں دہلی کے باشندوں نے حضرت کے فیوض و برکات سے خوب فائدہ حاصل کیا۔"[1] اور اس زمانے میں حضرت شیخ احمد مغربی بابا اسحاق مغربی سے دہلی کی خانجہاں کی مسجد میں تحصیل سلوک و منازل میں مصروف تھے اس وقت حضرت شیخ احمد مغربی کی عمر مرقاۃ الوصول وغیرہ کے مطالعے سے عیاں ہوتا ہے کہ ۵۸ر سال تھی، اسلئے کہ شیخ مغربی کا وصال ایک سو گیارہ سال کی عمر میں ۸۴۹ھ میں بمقام سرخیز ہوا، اور پھر یہ خرقہ محبوبیت حضرت شاہ عالم کو ۸۳۴ھ میں ملا اور یہ اسلئے کہ حضرت شاہ عالم کی ولادت ۸۱۷ھ کو ہوئی تو اس حساب سے سترہ سال کی عمر میں یعنی جبکہ حضرت شاہ عالمکی عمر کا سترہواں سال چل رہا تھا اور حضرت شیخ مغربی کے پاس وہ خرقہ ۵۳ر سال بطور امانت رکھا ہوا تھا اور اپنی عمر کے ۹۶ سال کو جب آپ پہنچے تو یہ خرقہ حضرت شاہ عالم کو وفات سے پندرہ سال پیشتر عطا فرمایا۔

اب یہ بات بالکل صاف ہو گئی کہ حضرت شیخ احمد مغربی نے مکمل ۵۳ر سال تک اس خرقہ محبوبیت کی حفاظت و صیانت فرمائی۔ کہا جاتا ہے کہ اس مدت میں جبکہ آپ کو یہ خرقہ مخدوم بخاری سے ملا تھا حضرت شیخ احمد مغربی اس کو اپنے عبا شریف کے گریبان کے پیچھے انتہائی احتیاط سے سی کر رکھے ہوئے تھے اور سفروں میں اپنے پاس رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ جب شیخ احمد مغربی بیمار ہوئے، خادموں نے سمجھا کہ شاید آپ اس مرض سے جانبر نہ ہو سکیں گے اور یہ آپ کا آخری وقت ہے حضرت شیخ احمد مغربی اس خطرۂ قلبی پر مطلع ہو کر آپ فرمانے لگے کہ خاطر جمع رکھو کہ ایک بزرگ کی امانت میرے پاس ہے کہ اپنے فرزند کو میرے ہاتھ سے بھیجا ہے اور میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ جب تک یہ امانت ان تک نہ پہنچ جائے گی مجھے موت نہیں آسکتی۔[2] گویا حضرت شیخ احمد مغربی کو اس خرقہ محبوبیت کی برکت سے

---

[1] جہانیاں جہاں گشت، ص ۱۱۸

[2] صد حکایات، ص ۳۶

اس مرض سے شفا حاصل ہوئی۔

نعمتِ مغربیہ: اس سے قبل ناظرین مطالعہ کر چکے ہیں کہ حضرت شاہ عالم کو سلسلۂ عالیہ مغربیہ کی نعمت بھی حضرت شیخ احمد مغربی سے ملی، اس کی تفصیل یوں ہے کہ ایک مرتبہ جب حضرت شیخ احمد مغربی بیمار ہوئے تو ان کی عیادت کیلئے حضرت شاہ عالم پہنچے۔ اس ملاقات میں حضرت شاہ عالم کے دیگر برادران بھی ساتھ تھے۔ ہر ایک کو حضرت شیخ احمد مغربی نے حسبِ حال تبرک عنایت فرما کر رخصت فرمایا اور حضرت شاہ عالم کو اپنے حجرۂ خاص میں لے جا کر ارشاد فرمایا، اے عزیز وقت آخر ہے، عالم میں نعمت کے مستعد کم ہیں وہ نعمت (یعنی خرقہ محبوبیت) جو اس درویش کے ہاتھ سے تم تک پہنچی وہ تمہارے جدِ مکرم کی موروثہ نعمت تھی لیکن نعمت مغربیہ کے اس خاندان کا خاصہ ہے ہم تمہارے حوالے کرتے ہیں تا کہ تم موروثہ و موہوبہ نعمت کے جامع ہو جاؤ۔

"اما نعمتِ مغربیہ کہ خاصۂ ایں خاندان است ہم بشما حوالہ می شد تا جامع نعمت موروثہ و موہوبہ باشید"

اور پھر اپنی ردائے مبارک سے جس میں اسم لطیف کی دعوت کا کاغذ بندھا ہوا تھا اسے کھول کر حضرت شاہ عالم کو مرحمت فرمایا اور یہ کہتے ہوئے ردائے مبارک حضرت شاہ عالم کے شانوں میں شیخ مغربی نے ڈال دی:

"اے صاحبِ ولایتِ گجرات و تصرف در خزانۂ غیب مبارک باشد"[1] اور حضرت شیخ احمد مغربی کی دعاؤں کا کرشمہ زمانے نے دیکھا کہ شاہانِ وقت و امرائے زمن کی تجوریاں تو بعض وقت خالی ہو جاتیں مگر حضرت شاہ عالم کی ٹوٹی چٹائی کے نیچے سیم و زر کا انبار لگا رہتا اور جہاں کہیں بھی آپ اپنا ہاتھ ڈالتے کبھی سونے کبھی چاندی کے سکے، کبھی جواہرات، کبھی غلہ وغیرہ بر آمد ہوتے رہتے۔ اور حد تو یہ ہے کہ آپ کو قدرت نے ایسی ولایت و بادشاہت

---

[1] صد حکایات قلمی، ص ۳۶، ۳۷

عطا فرمائی کہ سلاطین وقت جب اپنے ایوان خانے سے نکلتے تو چند امراء و وزراء کے علاوہ کوئی استقبال کیلئے نہیں نکلتا مگر حضرت شاہ عالم جب کبھی بھی اپنے آستانہ شاہیہ سے باہر قدم رکھتے، غریب و امیر، رقیب و رفیق، علماء و اولیاء وغیرہ کی آنکھیں فرش راہ بنی رہتیں اور آپ کے رخ زیبا کے جمال جہاں آرا کو دیکھنے کیلئے ہر ایک کے دل میں امنگوں کا طوفان سما جاتا اور پھر دیدار و قدم بوسی کے بعد قلب و نظر کو سکون نصیب ہوتا۔ یہی وہ مقام محبوبیت ہے کہ خدا خود بندے سے رضا کا طالب ہوتا ہے اور اس محبوب بندے کی ایک توجہ سے حسرت و یاس میں ڈوبے ہوئے بے شمار بندگان خدا کی مرادیں بر آتی ہیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

کشف و کرامات: حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کا کشف میں بھی بڑا اونچا مقام تھا۔ آپ کے آستانہ مبارک میں جو کوئی جس آرزو اور خواہش کے ساتھ آتا فوراً آپ اس پر مطلع ہوتے، کوئی اگر بطور امتحان دل میں کسی چیز کی تمنا رکھتا، آپ کو آگہی ہوتی اور اگر کوئی صاحبِ ولایت درِ شاہ عالم سے کسی خطاب کا متمنی ہوتا، آپ اسے حسب حال خطاب سے سرفراز فرماتے۔ کتنے لاولد صاحبِ اولاد ہوگئے، گلستان آرزو کے بے شمار چمن میں کلیاں چٹکیں اور پھر پھول بن کر رونقِ چمن ہوئیں، کتنے لاعلاج مریض آپ کے شفا خانے سے شفایاب ہوئے۔ یہ اعجاز آپ کو حاصل ہے کہ بے زبان آئے اور زبان دانی ملی اور ایسی کہ اہل زباں کو ان کی زبان دانی پر رشک آنے لگا، کتنے اپاہج اس در سے چلنے کے قابل ہوئے، کتنی آنکھیں جو دیکھنے کو ترس رہی تھیں انہیں بصارت ملی اور ایسی کہ بصارت و بصیرت میں یگانہ روزگار ہوگئے۔

جمالِ بے مثال: ناظرین پڑھ چکے ہیں کہ حضرت سراج الدین شاہ عالم ہمشبیہہ مصطفیٰ تھے، حضرت شاہ عالم کے روئے زیبا میں وہ نور و جاذبیت اور رونق و کشش تھی کہ دیکھنے والے دم

بخود ہو جاتے اور انتہائی تعظیم و تکریم بجالاتے، آثارِ ولایت و محبوبیت آپ کے روئے زیبا سے آشکارا تھے۔

جس زمانے میں حضرت سراج الدین شاہ عالم نہروالہ موجودہ پٹن میں قیام پزیر تھے، جو کوئی آپ کے جمالِ مبارک کا مشاہدہ کرتا بے اختیار ہو کر انتہائی تواضع اور خاکساری کرتا۔ جب یہ خبر مولانا اسمٰعیل پٹنی کو پہنچی اور مولانا اسمٰعیل دینداری، تقوی احتساب اعمال اور احکام شرعیہ کی بجا آوری میں مرتبہ کمال رکھتے تھے، مولانا اسمٰعیل پٹنی نے بہ نیت احتساب حضرت شاہ عالم کو دیکھنے کا قصد کیا اور اس دن حضرت شاہ عالم جیسی لباس جو اہل سورٹھ پہنتے ہیں زیب تن کئے ہوئے تھے۔ جب مولانا اپنے گھر سے روانہ ہوئے، حضرت شاہ عالم کو از روئے کشف معلوم ہوا کہ مولانا اس ارادے سے آرہے ہیں۔ حضرت شاہ عالم اسی سابق لباس میں ملبوس ہو کر ان کے استقبال کو باہر نکلے اور جب پٹن کے مشہور بازار اناواڑا میں دونوں پہنچے تو مولانا اسمٰعیل کی نگاہ حضرت شاہ عالم کے جمالِ بے مثال پر پڑی، فوراً مولانا نے حد سے گزر کر تواضع کا اظہار کیا۔ حضرت شاہ عالم نے فرمایا، مولانا ایسا نہ کیجئے کہ شریعتِ مطہرہ میں جائز نہیں ہے۔ مولانا نے قدیم گجراتی زبان میں عرض کیا، کیا کریں، کیا کریں، آقا مجھے تو طاقت ہی نہیں ہے۔ ”شوں کیجی، شوں کیجی اجانی جھی پن طاقت نتھی“ اس کے بعد صاحبِ صد حکایت لکھتے ہیں: ”سبحان اللہ، مولانا کس ارادے سے نکلے تھے اور کس طرح پیش آئے۔

”سبحان اللہ، مولانا بچہ قصد بر آمدہ بودند و چہ پیش آمدند“ [1]

ایک کافر کا کشف مآل: حضرت سید سراج الدین شاہ عالم ایک مرتبہ کافروں کے گوسائیں سالہ (آشرم) کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک کافر بیٹھا ہوا اپنی زبان سے یا معبود یا معبود کہتا ہے اور ذکر میں مشغول ہے۔ حضرت سراج الدین شاہ عالم

---

[1] صد حکایات فارسی قلمی، ص ۳۸، ۳۹، حکایت ۲۵

فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر میں اس کے قریب کھڑا انتظار کرتا رہا کہ اس کے مال وانجام کا حال مجھ پر منکشف ہو۔ آخر کار ہاتفِ غیب نے میرے سر کے قریب یہ پڑھا: ''یا عبدی من آمن بی ولم یومن برسولی فلیس منّی۔''[1] (اے میرے بندے جو مجھ پر ایمان لایا اور میرے رسول پر ایمان نہیں لایا وہ مجھ سے نہیں یعنی میرے فرمانبردار بندوں میں سے نہیں۔

واہ کیا شان ہے حضرت شاہ عالم کی کہ غیب سے آپ کو بندہ کہہ کر صدا دی جاتی ہے، یقیناً یہ آپ کی کمالِ بندگی کا اعجاز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلام کے طریقۂ کار کے علاوہ سب راہیں منزل مقصود کیلئے ناکافی ہیں، چاہے سادھو سنت، جوگی کے لباس میں ملبوس ہو کر زندگی یا معبود کی رٹ میں کیوں نہ گزار دی جائے۔

لڑکی کی تمنا اور اس کا کشف: قاضی بدہ سے منقول ہے: وہ کہتے ہیں کہ انہیں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ وہ ہمیشہ حضرت شاہ عالم کی خدمتِ بابرکت میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ روزانہ معمول کے مطابق انہوں نے چاہا کہ حضرت شاہ عالم کی خدمتِ بابرکت میں پہنچا جائے۔ ان کی اہلیہ نے کہا کہ آج حضرت شاہ عالم سے دعا کی درخواست کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی لڑکی عطا کرے۔ جب قاضی بدہ حضرت شاہ عالم کی خدمت میں پہنچے تو اظہار تمنا کئے بغیر حضرت شاہ عالم نے انہیں ایک گنا عنایت فرمایا کہ اسے اپنی اہلیہ کو دے دیں تاکہ وہ کھائے اور لڑکی پیدا ہو۔ قاضی بدہ جب اپنے گھر آئے، اپنی اہلیہ کو وہ گنا عطا کیا اور کچھ دنوں کے بعد ان کے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔[2]

ایک صاحبِ دل کی اصلاح اور عطائے خرقہ: یو۔پی کے مردم خیز علاقہ جونپور کی طرف سے ایک اہل دل زیارتِ حرمین شریفین کیلئے روانہ ہوئے اور اس زمانے میں بحری راستہ گجرات کے علاقے کھمبایت بندر سے تھا اسلئے وہ گجرات آئے اور جب یہاں آنے کے

---

[1] صد حکایات، ص ۳۸، حکایت ۲۴

[2] ایضاً، ص ۸۵، ۸۶، حکایت ۴۴

بعد انہیں حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کے احوال و مقامات کا علم ہوا تو وہ رسول آباد آستانہ شاہیہ پہنچے۔

ایک دن حضرت شاہ عالم کی اقتداء میں نماز فرض کی ادائگی میں مصروف تھے اور تاخیر سے آنے کے سبب رکعت فوت ہو چکی تھی اسلئے وہ مسبوق تھے۔ حضرت شاہ عالم جس وقت قعدۂ اخیرہ کیلئے بیٹھے، وہ صاحبِ دل تشہد پڑھ کر فوت شدہ رکعت کی ادائگی کیلئے اٹھے اور نماز پوری کرلی۔ حضرت شاہ عالم نے سلام کے بعد فرمایا کہ مسئلہ اس طرح ہے کہ مسبوق مقتدی کو کچھ دیر توقف کرنا چاہئے یہاں تک کہ امام داہنے طرف سلام پھیر دے اور بائیں طرف سلام پھیرنا شروع کرے تب اس مسبوق مقتدی کو فوت شدہ رکعات کی تکمیل کیلئے اٹھنا چاہئے، ہو سکتا ہے کہ امام کو سجدۂ سہو لازم ہو۔ وہ صاحب دل اپنے کشف پر مغرور تھا، کہنے لگا کہ اگر خداوند قدوس نے بندے کو اتنی مقدار صفائے باطن عطا کر دیا ہو اور معلوم ہو جائے کہ نماز میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہے، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس صاحب دل کے ان کلمات کو سن کر حضرت شاہ عالم نے غضبناک ہو کر ارشاد فرمایا کہ معلوم ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شریعتِ مطہرہ کے آداب میں سے کوئی ادب متروک ہو جائے! پس اسے معلوم ہی نہیں ہوگا۔ صرف اس فرمان سے اس صاحب دل کا کشف سلب کر لیا گیا، آخر کار اس نے حضرت شاہ عالم کے خلیفہ اور وزیر حضرت مولانا میاں مخدوم کو وسیلہ بنا کر انتہائی عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا۔ حضرت شاہ عالم کا ان کے بارے میں یہ فرمان جاری ہوا کہ ان کی کشفی حالت میرے پاس امانت ہے۔ زیارت حرمین کے بعد اس سے فزوں تر انشاللہ انہیں عطا کیا جائے گا۔ حضرت میاں مخدوم نے اس صاحب دل سے فرمایا کہ آپ کو اس میں بشارت ہے کہ خیریت کے ساتھ زیارت و مراجعت میسّر ہوگی۔ وہ روانہ ہوئے اور پھر حج و زیارت کے بعد آستانۂ شاہیہ میں حسب ارشاد پہنچے اور کچھ دنوں یہاں قیام کیا۔ جو حالت کشفی انہیں مطلوب تھی اس سے بھی فزوں تر کمالات ظاہری و باطنی

سے مزین ہو کر اپنے علاقے میں گئے۔

حضرت جعفر بدر عالم شاہی تحریر کرتے ہیں کہ اس بزرگ کی نسل میں سے ایک عزیز ۱۰۱۶ھ میں اس علاقے میں پہنچا اور روضۂ شاہیہ کی زیارت سے مشرف ہو کر کہنے لگا کہ میرے دادا کو حضرت شاہ عالم سے خرقۂ خلافت حاصل تھا اور بوقت رخصت حضرت شاہ عالم نے میرے دادا سے ارشاد فرمایا تھا کہ انشاءاللہ تمہیں ایک لڑکا عطا ہوگا۔ اس کا نام محمد رکھنا۔ جب رخصت ہو کر میرے دادا اپنے وطن آئے، اللہ نے انہیں ایک لڑکا عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے محمد رکھا، میں انہی کی نسل سے ہوں اور خرقہ ہمارے گھر موجود ہے۔ لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔

''من از نسل آں محمدم و خرقہ مذکور در خانہ دادۂ ما موجود است یزارو یتبرک بہ'' [1]

تقبیلِ ابہامین : اذان و اقامت میں نام پاک مصطفیٰ ﷺ سن کر انگوٹھے کو چوم کر آنکھوں پر ملنا صحابہ کرام و سلف صالحین کا طریقہ ہے اس کے فوائد و ثمرات بہت ہیں خصوصاً میدان محشر کی ہولناکی میں ایسے عمل کرنے والوں کیلئے سرکار دو عالم ﷺ کی شفاعت حلال ہو جاتی ہے آنکھوں کی صحت کی حفاظت و بصارتِ چشم کیلئے بھی مجرب ہے اس عنوان پر علمائے اہل سنت کی تصنیفات بھی ہیں خاص کر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس پر ایک رسالہ بنام ''منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین'' تحریر فرمایا ہے، سیدنا صدیق اکبرؓ سے مروی ہے۔ ''لماسمع قول الموذنِ اشهدانَّ محمدًا رسُولُ الله قال هذا وقبّلَ باطنَ الانملتين السبابتينِ و مسح عينيهِ فقالَ صلّى اللهُ عليهِ وسلّم من فعلَ مثلَ ما فعلَ خليلي فقد حلّت عليهِ شفاعتي'' [2] جب آپ نے موذن کو اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر سرکار

---

[1] صد حکایات فارسی قلمی، ص ۹۸ تا ۹۱، حکایت ۹۴

[2] فتاویٰ رضویہ، جلد دوم، ص ۵۱۹

دو عالم ﷺ نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس پر میری شفاعت حلال ہو گئی۔

منقول ہے کہ جس زمانے میں حضرت سید برہان الدین قطب عالم نہروالہ موجودہ پٹن میں قیام فرماتے تھے اور حضرت سراج الدین شاہ عالم کا بچپنا تھا۔ ایک دن مغرب کی اذان کہی گئی، حاضرین نے سرکار دو عالم ﷺ کے نام مبارک سننے کے وقت اپنے دونوں انگوٹھے کو اپنی دونوں آنکھوں پر رکھا۔ ناقل واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں یہ گزرا کے بعد نماز حضرت برہان الدین قطب عالم سے پوچھوں گا کہ اس عمل کی کوئی سند ہے؟ اسی درمیان حضرت شاہ عالم بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے میرے قریب آئے اور فی الفور کہنے لگے کہ لوگوں پر تعجب ہے کہ سلطان کے نام کو جب سنتے ہیں خلد الله ملکہ (اللہ تعالیٰ ان کی بادشاہت کو قایم رکھے) کہتے ہیں اور یہ نہیں پوچھتے کہ اس کی کوئی سند ہے! اور ایسے عمل میں کہ جو سرکار دو عالم ﷺ کی تعظیم و توقیر کی طرف اشارہ کرنے والی ہے توقف کرتے ہیں اور سند طلب کرتے ہیں۔

جب حضرت سید برہان الدین قطب عالم کی بارگاہ میں حضرت شاہ عالم کی عشق و محبت، سوزواصلاح میں ڈوبی ہوئی اس بات کو نقل کیا گیا تو حضرت قطب عالم نے فرمایا اوچی زبان میں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ فرزند درویش ہے اور بار بار حضرت قطب عالم یہ فرماتے کہ منجھن میاں (حضرت شاہ عالم) مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے احوال کے وارث ہیں۔ ''وکرمی فرمودند کہ میاں منجھا وارث احوال مخدوم جہانیاں دام جلالہ است'' ؂۱

تمنا کی تکمیل: حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کو محبوبیت کا مقام حاصل تھا اس بناء پر جب بھی آپ کے دل میں کوئی تمنا و آرزو انگڑائی لیتی تو من جانب اللہ غیب سے اس کی تکمیل ہوتی۔ زیر نظر واقعہ اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

؂۱ صد حکایات، ص ۹۱، ۲۰

منقول ہے کہ حضرت سراج الدین شاہ عالم نے فرمایا کہ ابتداء میں مجھے گھر تعمیر کرنے کی تمنا ہوئی فوراً غیب سے تیس ہزار اشرفیاں بر آمد ہوئیں اور میں نے کہا راجن جی یہ کیا چیز ہے ؟ فرمان آیا کہ یہ اشرفیاں گھر تعمیر کرنے کیلئے اور مزدور کی مزدوری کیلئے ہیں، اس میں خرچ کرو۔ ¹

قاضی محمد کو تین لڑکے : منقول ہے کہ قاضی محمد بن حضرت خطیب محمود کو ارادت حضرت برہان الدین قطب عالم سے اور خلافت حضرت سید سراج الدین شاہ عالم سے حاصل تھی، اور انہیں کوئی لڑکا نہیں تھا اس مقصد کی حصولیابی کیلئے حضرت قاضی محمد نے حضرت قطب عالم کی بارگاہ میں آکر درخواست پیش کی حضرت قطب عالم نے فرمایا کہ اپنے مرشد (یعنی شاہ عالم) سے کہتے کہ توجہ فرمائیں۔ حضرت قاضی محمد نے حضرت شاہ عالم کی بارگاہ میں آ کر توجہ کی درخواست پیش کی اور فرمایا کہ حضرت برہان الدین قطب عالم کے حکم کے مطابق میں آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں۔ حضرت شاہ عالم نے آپ پر توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جمعہ کی شب تمہیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جمال جہاں آرا کا دیدار ہوگا!

بس کیا تھا اپنے مشفق و مربی مرشد کی بشارت سن کر حضرت قاضی محمد کی آنکھیں مسرت و شادمانی میں نمناک ہو گئیں، راتیں اسی انتظار میں کٹتی رہیں، دل میں ایک طوفان شوق تھا جو ہچکولے کھا رہا تھا۔ آخر کار وہ ساعت سعید آ ہی گئی۔

حضرت قاضی محمد کو شب جمعہ دیدار نصیب ہوا اور سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے مسبحہ (انگوٹھے سے متصل انگلی جسے سبابہ بھی کہتے ہیں) سے حضرت قاضی محمد کے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی میں ح ح ح تحریر فرمایا۔ صبح حضرت شاہ عالم کی بارگاہ میں وہ آکر خلوت میں انہیں کہنے لگے اور واقعے کو عرض کیا۔ الہام خداوندی کے باعث سیدنا شاہ عالم نے اس کی تعبیر بتائی اور فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں تین لڑکے عطا فرمائے گا کہ ان کا نام حمید، حمّاد اور حامد ہوگا۔

---

¹ صد حکایات، ص ۳۸،۳۷، حکایت ۲۳

حضرت شاہ عالم کی بشارت و تعبیر کے مطابق علی الترتیب تین فرزند باکرامت پیدا ہوئے۔ اول الذکر دونوں کو ولایت ملی اور موخر الذکر حضرت حامد کو شہادت کی نعمت ملی۔

''خداوند تعالیٰ بتو سہ پسر کرامت کند کہ نام ایشاں حمید و حماد و حامد باشد در اندک زماں ہر سہ فرزند سعادتمند بوجود آمدند۔''۔1

دس لڑکے عطا ہوئے: ایک دن حضرت سید برہان الدین قطب عالم اپنے فرزندوں کے ہمراہ اپنے مرید حضرت شیخ عبد الملک باریوال کے گھر مہمان تھے اور حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کا بچپنا تھا۔ وہ اپنے ہمراہ دو تین ہمعمر بچوں کے ساتھ شیخ عبد الملک کے گھر جلوہ نما ہوئے۔ شیخ عبد الملک کی اہلیہ نے کہا کہ آج ہمارے پیر لشکر کے ساتھ تشریف لائے ہیں، انشاءاللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوگی۔ حضرت سراج الدین شاہ عالم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں بھی لشکر عطا فرمائے گا! فرمان شاہی کی جلوہ گری یہ ہوئی کہ دس سال کی مدت میں اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو دس لڑکے عطا کئے باجودے کہ اس سے پیشتر وہ بانجھ تھی اور ساٹھ سال سے زیادہ عمر ہو چکی تھی۔

''حق تعالیٰ ترا نیز لشکر خواہد داد آمروز مدتِ دہ سال آں زن دہ پسر آوردہ حالانکہ پیشتر عقیمہ بود و سن او ہم از شصت زیادہ شدہ بود۔''۔2

سلطان محمود بیگڑہ کیلئے دعا: منقول ہے کہ ایک دن حضرت سید سراج الدین شاہ عالم نے سلطان محمود العاقبت محمود بیگڑہ سے فرمایا کہ انشاءاللہ تم پیر گجرات اور میر گجرات ہوگے۔ آخر کار ایسا ہی ہوا کہ ولایت ظاہری بھی ملی اور حکیم سراج کی ارشاد و تلقین کے سبب ولایت باطنی سے بھی مشرف ہوئے۔۔3

1۔ صد حکایات، ص ۴۹، ۵۰، حکایت ۳۰

2۔ ایضاً، ص ۲۰ حکایت ۱۷

3۔ ایضاً، ص ۱۱۳، ۱۱۴، حکایت ۶۳

احمد آباد کے قلعے، حصار، برج وغیرہ کی تعمیرات بھی اسی سلطان محمود کے عہد زریں میں ہوئیں۔من دخلہ کان آمنا سے تاریخ تعمیر بر آمد ہوتی ہے۔ ولایت ظاہری تو اس قدر ملی کہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی اور بشارت بھی ملی۔ مشہور مورخ ملّا قاسم فرشتہ لکھتے ہیں: "۸۷۲ھ میں بادشاہ نے عالم خواب میں حضرت محمد ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، آنحضرت ﷺ نے بادشاہ کو اپنے خوان کرم سے دو طبق مرحمت فرمائے۔ اس مبارک خواب کی تعبیر یہ کی گئی کہ عنقریب بادشاہ کو دو عظیم الشان نعمتیں حاصل ہوں گی۔ چنانچے ایسا ہی ہوا، اور بادشاہ نے دون اور کرنال کے دو ملک فتح کیے۔"[1]

اور سلطان محمود کو بہادری میں بھی ایسا کمال حاصل تھا کہ طبقات محمود شاہی کا بیان ہے، "اگرچہ سلطان محمود کا ظاہری جسمانی ڈھانچہ کمزور تھا لیکن وہ اپنے بچپن سے لیکر اواخر حیات تک دوران سفر اور معرکہ آرائی کے وقت ایسا جوشن آہنی پہنتا تھا کہ جسے ایک بہادر سے بہادر آدمی بھی مشکل سے اٹھا سکتا تھا۔ وہ اپنے ترکش میں ایک سو ساٹھ تیر رکھتا تھا، تلوار اور نیزہ بھی وہ ہر وقت لگائے رکھتا تھا۔"[2]

ولایت باطنی کا حصول اس طرح ہوا کہ حضرت قطب عالم کے ایک اہل دل درویش کامل جن کا نام شیخ سراج تھا وہ اپنے آپ کو لباس حکیمی و طبابت میں مستور رکھتے تھے۔ آپ کے دست مبارک سے بیشمار مریضوں کو شفا ملتی تھی۔ حضرت سلطان محمود بیگڑہ کے ایک لا علاج خدمتگار کا بھی علاج انہی نے کیا اور انہیں شفا حاصل ہوئی۔ ایک مرتبہ سلطان محمود بیگڑہ کو دردالٰہی کی طلب نے بے چین کر دیا۔ آخر کار آپ کی بارگاہ میں پہنچے۔ حضرت حکیم سراج نے آپ سے پوچھا کہ دردالٰہی اپنے دل میں کس قدر رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اگر میرے اس موروثی ملک ہی میں بازار میں روٹی کا ٹکڑا اور دیگر چیزیں میں خود سے مانگتا رہوں

---

[1] تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص ۵۴۶

[2] ایضاً، ص ۵۷۱، ۵۷۲

اور اہل بازار مجھ پر پتھر اور لکڑیاں پھینکتے رہیں، تو بھی میرا دل خدا سے غافل نہیں۔ اور آپ کے قدموں میں سلطان نے سر رکھ کر عرض کیا کہ جو مقام آپ لوگوں کو حاصل ہے اس کا عشر عشیر مجھے بھی عطا ہو۔ آخر کار انہیں سلطنت میں زندگی گزارنے کے باوجود حضرت حکیم سراج کے ارشاد و تلقین سے ولایت باطنی ملی۔ حکیم سراج کا مزار منجھوری احمد آباد میں ہے۔ ۶؍ ربیع الاول کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ ۱؎

احیائے اموات: حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کی توجہ سے بے شمار مردہ دلوں کو حیات جاودانی ملی صرف قلب و روح کو ہی زندگی آپ کے در سے نہیں بلکہ بے شمار بے جان مردہ جسموں میں جان آگئی، ایک توجہ اگر ڈالی جاتی تو مردہ بھی زندگی پا جاتا تھا۔

حضرت جعفر بدر عالم شاہی بخاری تحریر کرتے ہیں کہ حضرت شاہ عالم سے بارہا احیائے اموات واقع ہوئے ہیں اور جس دن آپ ''شاہ عالم'' کے خطاب اعظم سے مخاطب ہوئے اس دن چنڈولہ تالاب کے کنارے تمامی مردے جو مدفون تھے آپ کی توجہ سے زندہ ہو چکے تھے۔ ۲؎

اسی طرح ملک سیف الدین بن اژدر خاں داماد سلطان احمد شاہ بانئ احمد آباد جو حضرت قطب عالم کے مرید تھے حضرت قطب عالم کی دعا کی برکت سے ان کے گھر لڑکا پیدا ہوا مگر وہ تھوڑے ہی عرصے بعد انتقال کر گیا، ملک سیف الدین حضرت قطب عالم کی بارگاہ میں آئے پھر مرشد کی ہدایت کے مطابق حضرت شاہ عالم کے پاس آئے۔ حضرت شاہ عالم نے فرمایا صبر کرو شاید ان کی عمر اتنی مقدار ہی تھی، اپنے پسر عزیز کی وفات پر ان سے صبر نہ ہو سکا اور گستاخانہ انداز میں کہنے لگے، میدان قیامت میں بھی یہی کہہ کر دامن بچا لیجئے گا اور ملک سیف الدین نے شجرہ و کلاہ واپس کرنے کا عزم کیا۔ حضرت شاہ عالم اپنے صاحبزادے

۱؎ تحفۃ الکرام، جلد ۱، ص ۶۳

۲؎ صد حکایات، ص ۶۵، حکایت ۳۵

حضرت شاہ بھیکن کے پاس آئے اور ان کی رضا لے کر خدا کی بارگاہ میں گویاں ہوئے، ''راجن جی بکروتی بدلی بکروتا دیا'' اس فرمان کے ساتھ شاہ بھیکن کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور خود شاہ عالم اِنَّ اللّٰہِ وانآ عِلیہِ رٰاجِعُون پڑھکر دولت سرا سے باہر آئے اور خادموں سے فرمایا کہ ملک سیف الدین سے کہہ دو کہ شاید ان کا لڑکا نہیں مرا ہے۔ ملک سیف الدین گھر آئے تو دیکھا کہ ان کے لڑکے ملک فخر الدین کو زندگی مل چکی ہے۔ [1]

فضیلت دنیا بر عقبیٰ: حضرت سید سراج الدین شاہ عالم ہر ایک آنے والے کے خطرۂ قلبی پر مطلع ہو جاتے تھے اور کشف و آگہی کا اتنا اونچا مقام آپ کو حاصل تھا کہ اگر مجلس میں کسی کے دل میں کوئی خیال گزرتا تو آپ کو آگہی ہو جاتی اور فی الفور اس کا تشفی بخش جواب اور اس کا حل فرماتے تھے۔ زیر نظر ایسا ہی ایک واقعہ قباحت دنیا سے متعلق ہے، دنیا بونے کی جگہ اور عقبیٰ کاٹنے کی جگہ ہے یہ دار العمل ہے اور عقبیٰ دار الجزاء۔ مگر تاہم دنیا بری نہیں بلکہ دنیا میں بے جا انہماکی و استقلال قبیح ہے۔ بعض چیزیں ایسی ہیں جو صرف دنیا میں حاصل ہیں آخرت میں نہیں اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا تصور دنیا میں نہیں وہ عقبیٰ میں حاصل ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن شیخ فرید بن دولت شاہ جامع کنوز محمدیہ جو حضرت شاہ عالم کے خاص خلفاء اور مریدوں میں سے ہیں۔ اس نورانی و عرفانی مجلس میں تاج ولایت و بدر معرفت حضرت شاہ عالم جلوہ فرما تھے ان کے دل میں دنیا کی قباحت کا خطرہ پیدا ہوا۔ دل میں اس خطرے کا گزرنا کیا تھا فوراً حضرت شاہ عالم نے فرمایا یہ شیخ فرید دنیا کو برا کہتے ہیں اور دنیا کا وجود مطلقاً برا نہیں ہے۔ دنیا کی محبت، جاہ کی حسرت اور مال کی ذخیرہ اندوزی اور اس مال کو بے محل خرچ کرنے سے احتراز واجب ہے۔ دنیا تین چیزوں کی بنا پر عقبیٰ پر فضیلت و بزرگی رکھتی ہے۔

اول یہ ہے کہ عقبیٰ میں انفاق اور زر بخشی نہیں ہے اسلئے کہ آخرت میں کوئی محتاج و فقیر نہیں ہے۔

۱۔ چہل حکایات، حکایت ۸

دوم یہ ہے کہ کفار کے ساتھ عقبیٰ میں جہاد نہیں ہوگا اسلئے کہ جہاد و تبلیغ دنیا ہی میں مخصوص ہیں۔

سوم یہ ہے کہ نمازوں کی تکبیر تحریمہ کا ذوق جو درحقیقت مومنوں کی معراج ہے اور حدیث قرۃ عینی فی الصلوۃ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) کا اشارہ بھی اسی طرف ہے کہ نہ وہاں ذوق تحریمہ اور نہ نماز ہوگی اسلئے کہ آخرت انعام واکرام کا گھر ہے نہ کہ عبادت وتکلیف کا گھر۔ ۱ے

لعاب دہن کی برکت سے بینائی: حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کی زبان مبارک ہمہ وقت ذکر واذکار، تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتی تھی۔ جس زبان میں تلاوت کلام پاک کی شیرینی اور مٹھاس ہو یقیناً اس دہن کے لعاب میں شفا کا ہونا فطری ہے۔ حضرت شاہ عالم کے لعاب دہن کی برکت سے نابینا بینا ہوگئے، بے زبان کو زبان مل گئی۔ آیئے اس بصیرت افروز واقعے کو ملاحظہ کریں۔

منقول ہے کہ حضرت سید سلطان بن حضرت شاہ عالم کو ایک لڑکا پیدا ہوا اور حضرت شاہ عالم نے اس لڑکے کا نام سید شاہ جیو رکھا۔ ایام طفولیت میں بصارت چلی گئی۔ شاہ جیو کی والدۂ مکرمہ نے بصارت چشم کیلئے حکماء و اطباء سے رجوع کیا۔ اطباء نے کہا کہ یہ لاعلاج ہے، بصارت لوٹ کر نہیں آسکتی۔ ایک دن سید شاہ جیو مکتب پہنچے اور ان کی والدہ حضرت شاہ عالم کی خدمت بابرکت میں انہیں لے آئیں تاکہ شاہ جیو کو قرآن کی تعلیم دیں۔ اس وقت شاہ جیو کہ والدۂ ماجدہ پر ایک عجیب رقت وگریہ کی کیفیت طاری تھی۔ حضرت شاہ عالم انہیں دیکھ کر متاثر ہوئے اور اپنا لعاب دہن شاہ جیو کی دونوں آنکھوں پر ملا۔ اور ایک چاندی کا سکہ اور ایک اشرفی کا سکہ طلب کر لے حضرت شاہ عالم نے شاہ جیو کے آگے رکھا اور فرمایا کہ بابا اس میں سے چاندی کا سکہ اور اشرفی کا سکہ کون سا ہے؟ شاہ

۱ے صد حکایات قلمی، ص ۹۴، حکایت ۵۴

چھو بحکم الٰہی بینا ہوئے اور دونوں سکوں کو آپس میں سے جدا کیا اور فرمایا کہ یہ چاندی کا اور یہ اشرفی کا سکہ ہے۔ ؎۱

سچ ہے جہاں اطباء و حکماء کی حکمت و طبابت دم توڑتی ہوئی نظر آتی ہے وہاں کسی اہل دل کی معرفت و بصیرت سے لاعلاج مریض کا علاج چشم زدن میں کر دیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا اعجاز ہے، حضرت شاہ عالم کے لعاب دہن کا!!

لنگڑے، گونگے، اندھے کو شفا: جامع کنوز محمدیہ سے منقول ہے کہ انہیں ایک لڑکا تھا جس کا نام اللہ دیا تھا۔ وہ لڑکا مادر زاد اندھا، گونگا اور لنگڑا تھا۔ والدین پر بچے کی یہ حالت بڑی شدید تکلیف کا باعث تھی۔ انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ حضرت شاہ عالم کا فیض عام ہے اگر اس لڑکے کو مطبخ شاہیہ میں لیجا کر حضرت شاہ عالم کے آستانۂ مبارکہ میں خدمت کیلئے چھوڑ دیا جائے تو شاید ان انفاسِ متبرکہ کی خدمت سے اسے شفا ہو جائے گی۔

حسب مشورہ دونوں نے اس لڑکے کو آستانۂ شاہیہ میں لیجا کر خدمت پر مامور کر دیا۔ ایک دن دریائے کرم جوش میں آیا اور حضرت شاہ عالم نے فرمایا، اللہ دیا کہاں ہے؟ فرمان شاہی کے بعد پانچ چھے خادم جن کا نام اللہ دیا تھا حاضر بارگاہ ہوئے۔ حضرت شاہ عالم نے فرمایا، آپ لوگ جائیں میں اس اللہ دیا خادم کو تلاش کرتا ہوں جو آج رات علم لدنّی کا حامل ہو چکا ہے۔ تلاش جستجو کے بعد اس اللہ دیا کو لایا گیا۔ اور حضرت شاہ عالم نے اس کی طرف نظر رحمت ڈالتے ہوئے فرمایا، اللہ دیا اٹھو، دیکھو اور کہو۔ محض اس فرمان کے ساتھ ہی وہ مریض اللہ دیا اٹھا اور اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور حضرت شاہ عالم کی مدح میں ایک طویل قصیدہ کہا جو حکایت ۸۱ میں منقول ہے۔

''حضرت شاہیہ دام جلالہ از روئے مرحمت نظر برو کردہ فرمودند کہ اللہ دیا برخیز و بہ بین و بگو۔ بمجرد فرمودن ایستاد و چشم کشاد و قصیدۂ غرّہ در مدح حضرت شاہیہ دام جلالہ خواند'' ؎۲

؎۱ صد حکایات قلمی، ص ۱۱۹، ۱۲۰، حکایت ۶۸ ؎۲ ایضاً، حکایت ۸۱، ص ۱۳۳، ۱۳۴

واہ کیا کرم ہے، کیا عطا و نوازش ہے کہ مادر زاد مریض کو شفا اسی در سے ملتی ہے بصارت بھی ملی اور معرفت کا جام و مینا بھی پلا دیا گیا، علم لدنی کے انوار و تجلّیات سے سینہ بھی معمور کر دیا گیا۔

مادر زاد گونگے کو گویائی: منقول ہے کہ حضرت سراج الدین شاہ عالم کی دایہ کو ایک مادر زاد گونگا لڑکا تھا، حسب معمول وہ حاضر خدمت ہو کر شرف ملازمت سے مشرف ہوئی تھی۔ ایک دن دایہ حضرت شاہ عالم کے دہن مبارک سے پھیکے ہوئے پان کو لے کر بطور تبرک اپنے گھر لائی۔ خود اسے کھائی اور اپنے لڑکے کو کھلائی۔ فی الحال اس بے زبان کو زبان و گویائی آگئی اور وہ گویا ہوا۔ بس کیا تھا مسرّت و شادمانی سے وہ جھوم اٹھی اور حضرت برہان الدین قطب عالم کی بارگاہ میں جا کر کہنے لگی کہ آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عالم کے پان کی برکت سے میرا لڑکا گویا ہوا اور اسے زبان آگئی۔

”دایہ از فرط مسرت پیش حضرت قطب عالم رفت و گفت از برکت تنبول خوندکار زادہ پسر من گویا شد“ ۱؎

غیبی تبرکات اور قطب عالم کو شفا: حضرت سید سراج الدین شاہ عالم کو اپنے پیر و مرشد اور والد گرامی حضرت برہان الدین قطب عالم سے حد درجہ عقیدت و محبت تھی، حضرت شاہ عالم والد کی رضا کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کرتے، بچپن ہی سے والد گرامی کی طبیعت اور مزاج کا خیال رکھتے۔ زیر نظر واقعہ اس کی عکاسی کی مثال ہے۔

قاضی کبیر الدین محمد پٹنی سے منقول ہے کہ جس زمانے میں حضرت قطب عالم شہر پٹن میں قیام فرماتے، حضرت قطب عالم کے بدن مبارک میں شدید کمزوری لاحق ہوئی، لوگوں نے سمجھا کہ وقت رحلت ہے۔ حضرت قطب عالم کی بارگاہ میں تمامی فرزندان و خلفاء حاضر ہوئے، اس وقت حضرت شاہ عالم کی عمر سات سال کی تھی اور وہ بظاہر والد گرامی کی

۱؎ چہل حکایات، حکایت ۴، از محمد بن جلال شاہی بخاری

خدمت میں اس وقت حاضر نہ تھے۔ مزاج پرسی وعیادت کرنے والوں میں سے ایک نے بطور تعریض یہ کہا کہ تعجب ہے اس وقت حضرت شاہ عالم حاضر نہیں ہیں۔

اس تعریضی جملے کو جب حضرت قطب عالم نے سنا تو آنکھیں کھول کر آپ نے فرمایا کہ الٰہی میرا بڑھاپا کمال کو پہنچا اور وہ (حضرت شاہ عالم) میرے کام میں لگے ہیں۔ اور بات یہ تھی کہ حضرت شاہ عالم خلوت میں جاکر سجدہ ریز تھے اور بارگاہ ایزدی میں مناجات کرتے تھے کہ اے میرے رب میرے پیر ومرشد کو تو شفا عطا فرما۔ اور اگر ان کی عمر اس قدر ہے تو میں اپنی عمر انہیں دیتا ہوں۔ تو اپنے کرم خاص سے اسے قبول فرما، اس وقت عالم غیب سے پانچ ٹوپیاں اور دو دوپٹے ظاہر ہوئے حضرت شاہ عالم اسے لیکر حضرت قطب عالم کی بارگاہ میں پہنچے۔ جب حضرت قطب عالم کی نگاہ ان پر پڑی تو آپ نے فرمایا مجھے تکیہ لگاکر بٹھادو۔ حضرت قطب عالم کو تکیہ لگاکر بٹھادیا گیا، جو درگاہ الٰہی سے عطا شدہ برکات تھیں حضرت قطب عالم کو پہنایا گیا ٹوپیاں سر پر اور دوپٹے زانوں پر رکھے گئے پھر حضرت شاہ عالم قدمبوس ہوکر عرض پرداز ہوئے کہ غیبی برکات سے اس بات کی طرف اشارہ اور بشارت ہے کہ جب تک ہمارے پانچ بھائی اور دو بہنیں پیدا نہ ہو جائیں آپ کا وصال نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس واقعے کے بعد حضرت قطب عالم ۳۳؍سال بقید حیات رہے اور پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں اس عالم رنگ وبو میں آپ کے صلب اطہر سے وجود میں آئے۔ ۱؎

خطاب شاہ عالم: حضرت سید محمد سراج الدین کا خطاب شاہ عالم ہے اور یہ خطاب رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے کرم خاص سے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ اس کی بشارت حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدہ فاطمہ الزہرہ ودیگر اولیائے کاملین کی ارواح مقدسہ نے دی اور خصوصاً سرکار دوعالم ﷺ نے آپ کو روحانی طور سے یہ خطاب سے مخاطب فرمایا جس کا تفصیلی تذکرہ صاحب صد حکایات نے تحریر فرمایا ہے۔

۱؎ چہل حکایات، حکایت ۵، از محمد بن جلال شاہی بخاری

ایک دن حضرت سراج الدین شاہ عالم اپنے خلوت خانے میں جلوہ فرما تھے اور بستر استراحت پر آرام کر رہے تھے آپ کے خلیفہ خاص حضرت میاں مخدوم خلوت خانہ سے باہر موجود تھے اور دروازے کے جھروکے سے حضرت شاہ عالم پر جو روحانی عنایتیں ہو رہی تھیں اس کا مشاہدہ بھی کر رہے تھے۔ جب حضرت شاہ عالم اس الطاف و عنایات کی ساعت سعید سے مشرف ہو کر خلوت خانے سے باہر جلوہ نما ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت میاں مخدوم باہر موجود ہیں پھر حضرت شاہ عالم نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے کچھ دیکھا؟ انہوں نے فرمایا دیکھا مگر یہ نہیں معلوم کر سکا کہ کیا تھا۔ حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ ستاروں کے مانند جس نور کا آپ نے مشاہدہ کیا وہ اولیائے کرام کی ارواح طیبات تھیں جو بارگاہ ایزدی سے پیغام لائی تھیں کہ ہماری طرف سے کوئی خطاب آپ قبول فرمائیں۔ بندے نے عرض کیا کہ ایسا خطاب عطا ہو جیسا میرے جد مکرم سید جلال الدین بخاری ''مخدوم جہانیاں جہاں گشت'' کو عطا ہوا ہے کہ ایسا خطاب ان سے پیشتر اولیائے کرام میں سے کسی کو نہ ملا اور نہ بعد میں کسی کو ایسا خطاب ملا۔ لیکن ایسے خطابات جو ہر زمانے میں لوگ اس سے مخاطب ہوتے ہیں ایسا خطاب ہمیں نہیں چاہیے۔

یہ تھیں اولیائے کرام کی طرف سے بشارتیں اور پیغامات، مگر حضرت شاہ عالم کے دل میں کسی اور خطاب سے مخاطب کئے جانے کی تمنا تھی۔ آخر کار سرکار دو عالم ﷺ اور سیدہ فاطمہ الزہرہ نے کرم فرماتے ہوئے بندے سے ارشاد فرمایا ''کہ حق تعالیٰ ترا مخاطب بشاہ عالم ساخت'' کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے شاہ عالم کے خطاب سے مخاطب فرمایا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں خود اس معنی کا اظہار کس طرح کروں گا فرمایا کہ تم اپنے والد و پیر حضرت قطب عالم کی بارگاہ میں جاؤ کہ وہ تمہیں حضرت شیخ بارک اللہ چشتی کی بارگاہ میں بھیجیں گے اور اس خطاب کا ظہور اس جگہ سے ہوگا۔

پھر اس مبارک فرمان کے بعد حضرت شاہ عالم حضرت برہان الدین قطب عالم کی

بار گاہ میں گئے، جیسے ہی حضرت قطب عالم کی فیض اثر نگاہ آپ کے رخ زیبا پر پڑی مسکرا کر حضرت قطب عالم نے فرمایا'' بیائید شاہ عالم '' (آیئے شاہ عالم) اور پھر حضرت قطب عالم نے فرمایا کہ آپ حضرت شیخ بارک اللہ چشتی کی بارگاہ میں جایئے اور پھر حضرت قطب عالم نے حضرت شاہ عالم کو رخصت فرمایا۔ حسب حکم حضرت شاہ عالم شیخ بارک اللہ چشتی کے آستانہ مبارکہ میں پہنچے اور اس وقت شیخ بارک اللہ چشتی اپنے گھر کی دیوار کی تعمیر میں مصروف تھے اور آپ کے مریدین اینٹ اور گارا آپ کو تعمیر کیلئے دے رہے تھے۔

حضرت شاہ عالم نے جب شیخ کی اس درویشانہ خصلت کا مشاہدہ فرمایا تو حضرت شاہ عالم نے بھی کمال عقیدت و محبت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنے سر مبارک پر گارے کی ایک ٹوکری لیتے ہوئے شیخ کی بارگاہ میں پیش کیا تاکہ اس سے بھی دیوار کو تعمیر کریں۔ جب شیخ بارک اللہ چشتی نے حضرت شاہ عالم کی اس خاص کیفیت و حالت کا مشاہدہ فرمایا تو شیخ نے فرمایا'' بیائید شاہ عالم چتر شاہی می زیبد '' (آیئے شاہ عالم آپ کو چتر شاہی زیب دیتا ہے) اور پھر اس ٹوکری کو لیکر تعمیر دیوار میں اسے بھی خرچ کیا۔ اور پھر اس کے بعد شیخ بارک اللہ چشتی دیوار سے اتر کر اپنے بھائی شیخ عطا اللہ کے گھر تشریف لے گئے وہاں جانے کے بعد شیخ بارک اللہ چشتی نے دیکھا کہ ایک دیگ، ہانڈی لوبیا (خاص قسم کی سبزی) سے پُر چولھے میں تھی جو پک رہی تھی اسے اٹھا کر باہر لائے اور وہ ہانڈی حضرت شاہ عالم کو عطا فرماتے ہوئے رخصت فرمایا اور خادموں سے شیخ بارک اللہ چشتی نے فرمایا کہ حضرت شاہ عالم کے ہمراہ جایئے اور جس جگہ سے آپ لوگ یہ سنیں کہ آسمان اور جو کچھ اس میں ہے اور زمین جو کچھ اس کے اوپر ہے کلمہ ''شاہ عالم'' سے متکلم ہو رہے ہیں آپ لوگ وہاں سے واپس آجایئے۔

'' وخدام خود گفتند کہ ہمراہ شاہ عالم دام جلالہ بر د پر وازی جائی کہ بشنوید کہ آسمان و مافیہا و زمین و ماعلیہا متکلم بکلمہ شاہ عالم شد بر گرید ''

حضرت شیخ بارک اللہ چشتی کے خدام شیخ کے فرمان کے بعد شاہ عالم کے ہمراہ روانہ

ہوئے اور حضرت شاہ عالم لوبیا کی دیگ اپنے سر مبارک پر رکھ کر اپنے والد گرامی حضرت قطب عالم کی بارگاہ کی جانب روانہ ہوئے اور جب راستے ہیں تین دروازہ (جو احمد آباد کے وسط میں مشہور بازار ہے) پہنچے، اس جگہ ایک عورت جو گونگی، اندھی، بہری اور لنگڑی تھی ڈھول بجا کر خاموشی سے بھیک مانگتی تھی۔ جب حضرت شاہ عالم اس کے قریب پہنچے تو حق تعالیٰ نے اس عورت کو قدم، کان، آنکھ، زبان عطا فرما دیئے اور وہ سابقہ امراض بھی دور ہو گئے، شفائے کلی بھی اسے مل گئی اور وہ عورت اپنے قدموں پر کھڑی ہو گئی اور ''شاہ عالم شاہ عالم'' کہنے لگی اور دوسرے لوگ بھی ''شاہ عالم شاہ عالم'' پکارنے لگے یہاں تک کہ درودیوار، مکان و دکان، زمین و آسمان اور جملہ مخلوقات ''شاہ عالم شاہ عالم'' پکارنے لگے۔ حضرت شاہ عالم نے شیخ بارک اللہ چشتی کے خادموں سے فرمایا کہ شیخ کا فرمان یہیں تک تھا اب آپ لوگ جائیے۔ خدام وہاں سے شیخ کے آستانۂ مبارکہ میں گئے اور حضرت شاہ عالم والد و پیر حضرت قطب عالم کی خدمت بابرکت میں آئے اور سارا واقعہ آپ سے بیان فرمایا اور لوبیا کی دیگ بھی پیش کردی اور اسی وقت سے گجرات میں یہ مثل و مقولہ مشہور ہے:

''چشتیون پکائی انی بخاریون کھائی'' یعنی چشتیوں نے پکائی اور بخاریوں نے کھائی۔[1]

اور پھر کیا تھا اس خطاب کا ظہور اس طریقے سے ہوا اور من جانب اللہ عوام و خواص سبھی اسی خطاب سے آپ کو مخاطب کرنے لگے اور آج تک ہر مکتبۂ فکر کے علماء و عوام اس خطاب سے آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اور اسی خطاب سے منسوب بعض ادارے اور مکاتب ہیں۔ بانیان ادارہ و مکاتب اس سے فیض پاتے ہیں اور ان کا مقصد پایۂ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ ہندوستان کی بین الاقوامی درس گاہ ''دار العلوم شاہ عالم جمال پور احمد آباد'' اس کی زندہ و تابندہ مثال ہے۔ یہاں کے طلباء فارغ التحصیل ہو کر جب بیرون ملک جاتے ہیں تو غیبی و روحانی کرم حضرت شاہ عالم کا ان پر ہوتا ہے اور وہ دین و سنت کی خدمت میں ہمہ تن

---

[1] صد حکایات فارسی قلمی، ص ۲۲ تا ۲۵، حکایت ۲۰

مصروف رہتے ہیں اور یہاں کے اساتذہ و مدرسین بھی تقریر و تحریر، اصلاح و تبلیغ، امامت و خطابت کے ذریعے مسلک اہلسنت کی حفاظت و صیانت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ راقم الحروف بھی اسی ادارے میں حدیث و فقہ وغیرہ کی تعلیم دیتا ہے اور آستانۂ شاہیہ کا فیض حاصل کرتا ہے۔ ''گر قبول افتد زہے عزو شرف''

عبادت و ریاضت: حضرت سراج الدین شاہ عالم عابدِ شب زندہ دار تھے۔ اکثر باوضو رہا کرتے اور رات کی تاریکی میں سابر متی ندی کے کنارے ریت پر جاکر خدا کی بارگاہ میں سر بہ سجود رہتے۔ [1] ریحانۃ الابرار و جمعاتِ شاہی میں ایسے بے شمار واقعات درج ہیں۔

سانحۂ ارتحال: آخر کار وہ شمسِ ولایت و سراج دین حضرت شاہ عالم کی عمر پاک بشارت نبوی کے مطابق جب ۶۳ سال ہوئی تو آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ ۸۸۰ھ ۲۰؍ جمادی الآخر شب شنبہ آپ کا وصال ہوا۔ [2] اور کہا جاتا ہے کہ حضرت شاہ عالم کی نماز جنازہ قاضی سید اسمٰعیل اصفہانی نے پڑھائی جن کی قبر احمد آباد کے محلّہ اندوپور میں واقع ہے۔ [3] آپ کی قبر انور رسول آباد میں مشہور و معروف ہے، لاکھوں کی تعداد میں زائرین آتے ہیں اور مقاصد حسنہ کا حصول ہوتا ہے۔

اولاد: حضرت شاہ عالم کے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں:

(۱) شاہ راجو (۲) سید بدین (۳) سید شیخ محمد (۴) سید سلطان محمد (۵) سید بیک

لڑکیوں کے نام: (۱) بی بی راجی (۲) بی بی امت اللہ (۳) بی بی خوندا (۴) بی بی منجھلی [1]

حضرت سراج الدین شاہ عالم کے فرزندان و خلفاء نے ہندوستان میں عموماً اور

۱۔ صد حکایات، حکایت ۲۷ — ۲۔ تحفۃ الکرام، جلد اول، ص ۲۴

۳۔ خاتمہ مرأت احمدی، ص ۵۵ — ۴۔ تحفۃ الکرام، جلد ۱، ص ۲۵

گجرات میں خصوصاً دین اسلام کی نشر و اشاعت کی اور ایسی عملی زندگی قوم کے سامنے پیش کی کہ لوگوں کے دلوں سے کفر کا زنگ محو ہو گیا اور نور اسلام سے قلوب جگمگانے لگے۔ شاہ حماد، قاضی میاں مخدوم، شاہ عبد اللطیف، داور الملک، مولانا صدر جہاں وغیرہ آپ کے ایسے نامور خلفاء ہیں جن کی سیرت و سوانح کے لیے ایک بسیط کتاب کی ضرورت ہے۔ خوف طوالت دامن گیر ہے، انشاء اللہ اولاد شاہیہ و خلفائے شاہیہ کے احوال و مناقب مستقبل قریب میں ضبط تحریر ہونگے۔



حضرت شیخ وجیہہ الدیّن علوی گجراتی

ولادت: آپ کی ولادت ۲۲ر محرم الحرام ۹۱۰ھ بمقام محمد آباد عرف چانپانیر میں ایک علمی گھرانے میں ہوئی۔

نام: سید احمد

القاب: وجیہہ الدین، رئیس المحققین، زبدۃ المدققین ۔۱

آسمانی خطاب: علی ثانی۔ آپ مذہباً حنفی اور مشرباً شطاری تھے، تمام مذاہب میں ماہر اور ہر مشرب کے فیض یافتہ تھے۔

نسب نامہ: آپکا سلسلۂ نسب ۲۷ واسطوں سے سیدنا امام حسینؓ سے مولیٰ علیؓ تک پہنچتا ہے جو اس طرح ہے: سید وجیہہ الدین احمد بن قاضی سید نصر اللہ بن قاضی سید عماد الدین بن قاضی سید عطاء الدین بن قاضی سید معین الدین بن سید بہاء الدین بن سید کبیر الدین بن قاضی سید ظہیر الدین بن قاضی شمس الدین بن قاضی سید بدر الدین بن قاضی سید علم الدین بن قاضی سید بہاء الدین بن سید جمال الدین بن سید احمد بن سید احمد منتخب بن سید مرتضی بن سید محمد العریض بن سید احمد المبرقع بن سید موسیٰ بن سیدنا امام محمد الجواز التقی بن سیدنا امام علی رضا بن سیدنا امام موسیٰ کاظم بن سیدنا امام جعفر صادق بن سیدنا امام محمد باقر بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا امام حسین شہید کربلا بن سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ۲

مذکورہ نسب نامے کو دیکھنے کے بعد ہر صاحب علم و دانش پر یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ کے آباء و اجداد مسند قضاۃ پر معمور تھے۔ منصب قضا پر فائز ہونے کیلئے علوم اسلامیہ

۱۔ تحفۃ الکرام، جلد اول، ص ۴۴

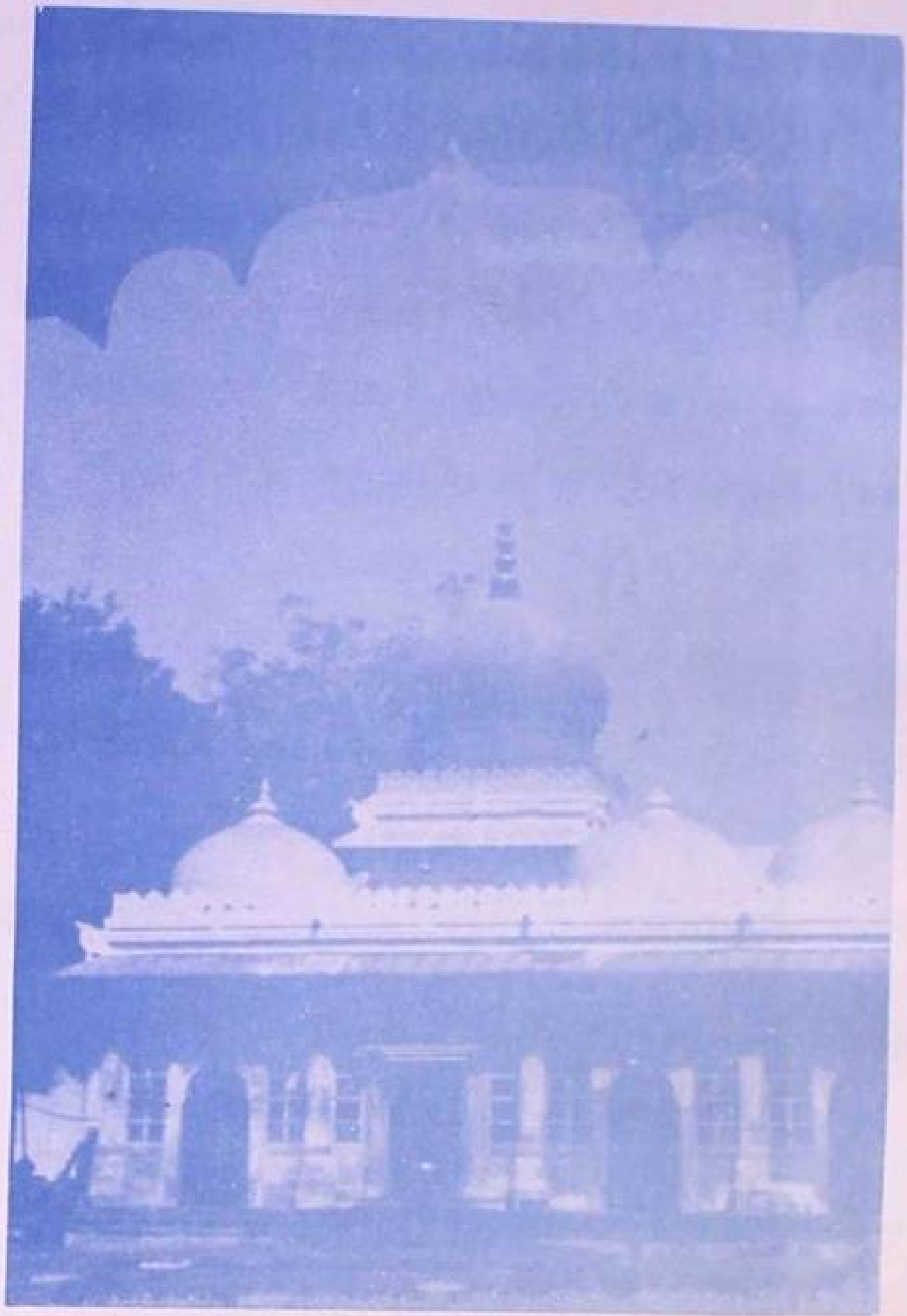
۲۔ تذکرۃ الوجیہہ، ص ۳۷، ۳۸ از پیر محمد علوی

اور خاص کر علم فقہ واصول فقہ پر کامل دسترس رکھنا اور معاملہ فہمی تدبر کا ہونا بھی انتہائی لازمی ہے۔ اس زمانے میں عرب وہند میں ایسے حضرات کی داخلی وخارجی زندگی کا پورے طور سے جائزہ لیا جاتا تھا اور جب خلوص ودیانت کی کسوٹی پر قاضی پورے اترتے تب کہیں جاکر امراء وسلاطین انہیں یہ عہدہ سونپتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا خانوادہ عہد قدیم ہی سے علمی خانوادہ ہے اور آج تک اس خانوادے میں ایسے ارباب علم ودانش پیدا ہورہے ہیں جن سے گجرات ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا سر فخر سے اونچا نظر آتا ہے۔

علوی لقب کی وجہ: نسب نامے سے معلوم ہوگیا کہ آپ حسینی سید ہیں مگر پھر بھی آپ علوی لقب سے مشہور ہوئے۔ اس کی وجہ صاحب تذکرۃ الوجیہہ بیان کرتے ہیں ''آپ بنی فاطمہ ہونے پر علوی لقب سے مشہور ہوئے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ گزشتہ سلاطین میں سے ایک بادشاہ کو یہ خیال ہوا کہ سادات کو ملازمت میں نہ رکھنا چاہیے کیونکہ ہر شخص معمولی درجے والا آکر خود کو فخریہ سید بتاتا ہے اور ہم سے اس کی تعظیم ترک ہوجاتی ہے، اس کو ملازمت میں رکھ کر تعظیم نہ کی جائے تو باعث خرابی ہے۔ اس زمانے میں آپ کے بزرگ منصب قضاۃ پر معمور تھے اور بھی خاندان کے چند لوگ متفرق محکموں میں اور فوجی محکمے میں ملازمت کررہے تھے۔ ایک دن بادشاہ نے قاضی صاحب کو بلا کر باتوں باتوں میں اس امر کا سوال کیا، کیا آپ سید ہیں؟ چونکہ آپ دانش مند تھے، معاملے کو سمجھ کر فقیہوں کی اصطلاح میں بادشاہ کو جواب دیا کہ ما علوی ہستیم، ہم علوی ہیں۔ بادشاہ نے اس اصطلاح کو نہ سمجھا اور خیال کیا کہ علوی کوئی اور خاندان ہوگا اسلئے کوئی باز پرس نہ کی اور وہ سب لوگ اپنے منصبوں پر قائم رہے۔ اسی زمانے سے آپ علوی لقب سے مشہور ہوئے۔ فقیہوں کی اصطلاح میں اولاد فاطمہ زہرا کے سوا اوروں کو علوی نہیں کہتے جیسا کہ کتب فقہ میں مسطور ہے۔[1]

---

[1] تذکرہ الوجیہہ، ص ۳۸



تصویر مزار حضرت سید شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی
جنکی درسگاہ میں معلم کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور
روزانہ حضرت خضر علیہ السلام درس کے بعد جن سے ملاقات کرتے جنکے علم و تحقیق
کا شہرا چارسو پھیلا ہوا ہے۔

اور شرف السادات میں ہے: ''العلوی و ہوا لذی ینسب الی الحسن والحسین عندالفقہاء'' ۔۱ (فقہا کے نزدیک علوی وہ ہیں جن کا نسب حسن وحسین کی طرف ہے)

فقہی اصطلاح کے مطابق بنی فاطمہ ہی کو علوی کہا گیا ہے برعکس عجمیوں کے جنہوں نے اپنی اصطلاح میں علوی سے یہ مراد لی ہے کہ جو اولاد فاطمہ الزہرا سے نہ ہوں اور علی کی اولاد ہوں وہ علوی ہیں بعض نول لغات نے حضرت علی کی جملہ اولاد مراد لی ہے بعض نے بنی فاطمہ کے علاوہ چونکہ فقہائے عرب کا محاورہ اور عجمیوں کا محاورہ مختلف ہے۔ چنانچہ حضرت کے خود معاصر علماء و سادات و مسائخین سے آپ کے نسب کے بارے میں گفتگو ہوئی تو صوفی سید فیروز، صوفی شریف جہانی اور سید عثمان تارک اور سید تاج الدین قادری، سید نور الدین خلوتی وغیرہم نے جواب دیا آپ صحیح النسب بنی فاطمہ ہیں، حضرت کے اجداد عرب سے ہند تشریف لائے اور محاورۂ عرب کے مطابق خود کو علوی مشہور کیا۔ تاج الدین قادری فرماتے ہیں کہ میں مرشدی و مولائی حضرت شاہ وجیہہ الدین گجراتی کی خدمت میں علم حاصل کرنے کیلئے حاضر تھا دوسرے سادات و مسائخ بھی تشریف فرماتھے جب ذکر آیا، کسی نے کہا کہ میاں وجیہہ الدین علوی ہیں نہ کہ حسینی! ان میں سے ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا۔ حضرت علوی ہیں کہ حسینی۔ آپ نے فرمایا۔ ایسا بھی کوئی ہے جو حسینی ہو اور علوی نہ ہو۔ ۲

ماحصل یہ نکلا کہ آپ حسینی سید ہیں مگر حالات کی بناپر فقہاء کی اصطلاح کے مطابق خود کو علوی مشہور کیا۔

تحصیل علوم: ولادت کے پانچویں سال سے ۳۳ سال تک مکمل آپ تحصیل علوم و فنون میں سرگرداں رہے اور احمد آباد میں آخر عمر تک علم وفن کے گوہر آبدار لٹاتے رہے ''از سال پنجم ولادت

۱۔ شرف السادات بحوالہ تذکرۃ، ص ۳۹

۲۔ تذکرۃ الوجیہہ، ص ۴۲

تا سی وسہ سال باکتساب علوم پرداختہ تا آخر زندگی بتدریس در احمد آباد اشغال داشتند"۔[1]

آپ کی زندگی کے مبارک دور میں یعنی نویں اور دسویں صدی میں خطۂ گجرات خصوصاً احمد آباد کو علوم وفنون کا وہ شرف حاصل ہوا جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔

یہی شہر ایک زمانے میں دار العلوم و مخزن فنون بنا ہوا تھا، بقول مصنف یاد ایام یہ صرف ان کی یعنی شاہانِ گجرات کی قدر دانی اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ شیراز و یمن اور دیگر ممالک کے انتظامیہ کے چیدہ و برگزیدہ علمانے گجرات میں آکر بود و باش اختیار فرمائی جن کے فیوضات سے چند دنوں میں گجرات مالا مال ہو گیا۔ اور خود گجرات میں اس پایہ کے علما پیدا ہوئے جن کے علمی فیوض کی آبیاری سے اب تک ہندوستان کی درسگاہیں سیراب ہو رہی ہیں اگر آپ اس کا صحیح اندازہ کرنا چاہیں تو عبد القادر حضرمی کی النور السافر ابو بکر شبلی کی المشرع الروی محمد بن عمر آصفی کی ظفر الوالہ ملاحظہ فرمایئے اس وقت آپ پر ایک حیرت انگیز حیرت کا انکشاف ہوگا۔ اور آپ سمجھیں گے کہ اگر گجرات علوم عقلیہ و نقلیہ کے اعتبار سے شیراز تھا تو حدیث شریف کے لحاظ سے یمن سے مماثلت رکھتا تھا ایسے مبارک دور میں آپ کی تعلیم کا دور شروع ہوا۔[2]

حفظ قرآن: حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی نے خورد سالی کے دنوں ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ خلاصۃ الوجیہہ کے مؤلف احمد بن محمد فاروقی جنہوں نے ۱۰۸۴ھ میں مدینہ منورہ میں یہ رسالہ تصنیف کیا، وہ لکھتے ہیں "وکان شیخ قد حفظ القرآن المجید فی صغر سنۃ وقیل مدۃ حفظ القرآن ثلث سنۃ ثم اشتغل بتحصیل العلوم حتی فرغ ما بین خمسۃ عشرین" (اور شیخ نے صغر سن میں قرآن مجید حفظ کیا اور کہا گیا ہے کہ حفظ قرآن کی مدت تین سال ہے پھر علوم و فنون کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ ۲۵ سال کے

۱۔ تحفۃ الکرام، جلد ۱، ص ۴۴

۲۔ تذکرۃ الوجیہ، ص ۴۵

درمیان فارغ التحصیل ہوئے۔

حفظ کلام پاک کے بعد آپ کے والد نے آپ کو اپنے بھائی قاضی شمس الدین کے سپرد کیا، آپ نے اپنے چچا سے اکثر فنون عربی کی کتابیں پڑھیں اور اپنے ماموں شاہ بڑا ابوالقاسم سے بھی اکثر علوم کا استفادہ کیا۔ اور حدیث کا دور شیخ المحدثین ابوالبرکات بنیانی عباسی سے لیا جو محدثین میں اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے اور ان کا خاندان علم حدیث کی خدمت میں بہت مشہور تھا اور حدیث کی سند دینے کے مجاز تھا۔ اسی طرح علوم عقلیہ کی کتابیں عالم و کامل علامہ عماد طارمی سے حاصل کئے جو علوم معقولی و منقولی میں اہل زمانہ کے استاد اور علمائے زمانہ میں سب سے زیادہ عالم تھے اور بیشمار علوم و فنون کے ماہر تھے یہاں تک کہ علم کیمیاء و سیمیاء کے بھی ماہر تھے۔

اسی طرح علامہ سخاوی کے ارشد تلامذہ علامہ محمد بن محمد سے آپ نے دوبارہ حدیث کی سند حاصل کی۔ مفسّر قرآن خطیب ابوالفضل گازرونی کی خدمت میں رہ کر دوسرے علوم سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت شاہ وجیہہ الدین علامہ گازرونی کو مولائے محقق کہہ کر یاد فرماتے، تعلیم کے زمانے میں شفیق استاد کے نکتے آپ ہی تحریر کرتے تھے۔ تفسیر بیضاوی پر علامہ گازرونی کا حاشیہ کل حضرت کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے (یہ قلمی تفسیر کتب خانہ پیر محمد شاہ احمد آباد میں موجود ہے)

نبوی عطاو نوازش: وعلمک مالم تکن تعلم کا تاجِ زریں جس ہادیٔ اعظم کے سر انور پر رکھا گیا، حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کو اسی بارگاہ سے جملہ علوم و فنون عطا ہوئے۔ علامہ طارمی کے انتقال کے بعد حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی افسوس کرتے کہ شاید کچھ علوم باقی رہ گئے ہیں۔ ایک روز نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں، اے فرزند، مغموم نہ ہو، جتنے علم تمہارے استاد کو معلوم تھے اس سے زیادہ ہم تمہیں عنایت کرتے ہیں۔ اور ایک کاغذ دکھایا جس پر علوم کے نام تحریر تھے۔ حضرت شاہ وجیہہ الدین فرماتے ہیں کہ اس کے

بعد میں جس علم کی جانب متوجہ ہوا، ایسا معلوم ہوتا کہ میں بخوبی ماہر ہوں۔ الغرض آپ کامل ۲۴ سال تک تحصیل علوم میں مشغول رہے اور ہر قسم کے علم وفن میں کامل دستگاہ حاصل کی۔ صاحب تذکرۃ الوجیہہ کے مطابق حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کو ساٹھ سے زیادہ علوم پر دسترس حاصل ہوگئی۔ ؂۱

درس تدریس: ۲۵ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے درس کا سلسلہ جاری کیا، اور اس جانفشانی سے اس میں مصروف ہوئے کہ آپ کی خداداد قابلیت کے جوہر خود بخود نمایاں ہونے لگے گویا قدرت نے آپ کو اس علمی خدمت کیلئے منتخب کرلیا تھا۔ آپ کی ہمہ تن مشغولیت و مصروفیت کا یہ نتیجہ نکلا کہ اطراف عالم میں آپ کی درسگاہ کا شہرہ ہوگیا، آپ علوم عقلیہ و نقلیہ میں استادِ وقت مانے گئے بالخصوص علوم دینیہ کی تدریس میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، یہ مدرسہ آپ نے سلطان بہادر شاہ کے عہد میں قائم کیا جو اپنی خوبیوں کے باعث دن بدن ترقی پزیر ہوتا رہا، اس مدرسے میں جملہ علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے بعد فلسفہ، منطق، ریاضی اور ہیئت وغیرہ کا پورا اہتمام تھا، اس کے ساتھ آپ سے ارشاد و طریقت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ شب کو جب اشغال و اذکار سے فارغ ہوتے تو طلبا سے ان کی ضروریات وغیرہ کا حال دریافت کرتے اور نکات علمی بتاتے ہوئے روحانی حقائق اور قلبی حقائق کی باریکیاں نہایت فراخدلی و خندہ پیشانی سے ذہن نشین فرماتے۔ آپ کے تلامذہ علمی کمال کے ساتھ روحانی انوار سے بھی مستفیض ہوتے جاتے تھے اور دور دور کے لوگ آکر فیض یاب ہوتے تھے۔

ان تمام خوبیوں سے آپ کے مدرسے کا شہرہ ہوگیا جس کی شہرت سن کر طلبا کا جم غفیر آپ کے یہاں جمع ہوگیا اور یہ معاملہ آپ کے زمانہ حیات تک بڑی شہرت کے ساتھ قائم تھا۔ ہر طرف سے مشتاقانِ علم بیشمار تعداد میں آئے اور فیض پاکر واپس چلے گئے جن کی

؂۱ تذکرۃ الوجیہہ، ص ۴۵ تا ۴۷

علمی معلومات و روحانی کیفیات کے اسرار ہند سے لیکر عرب تک چمکے اور آپ کی مبارک زندگی میں ہی استاذ الاساتذہ اور استاد البشر اور استاد امت محمدیہ جیسے معزز خطاب آپ کے اسم گرامی کے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ فقہاء میں آپ بے نظیر فقیہہ اور محدثین میں ملک المحدثین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ ۱؎

یہ القاب و خطاب آپ کو اس علمی دور میں ملا جب کہ ہندوستان کی سرزمین دہلی میں محدث عبدالحق دہلوی اور سرہند میں قیوم زمانی امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور سیالکوٹ میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور اکبری دربار کے علماء میں ملا مبارک ناگوری اور ان کے دونوں لڑکے ابوالفضل اور فیضی جیسے چیدہ اہل علم حضرات موجود تھے اور اس عہد میں القاب فروشی کا کہیں دور تک شائبہ بھی نہیں تھا جبکہ آج کے دور میں ہمہ و شما علامہ، محقق، مفتی جیسے اہم خطابات سے یاد کئے جانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا اور حقیقت کے برعکس ان عظیم خطابات کے بارِ گراں کو اٹھائے بغیر صاحبِ معاملہ کا نفس عُجب انا، خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے، الامان والحفیظ!

تدریس میں انہماک : حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی نے ۶۴ سالہ مدت تدریس میں بڑے ہی انہماک و اشتغال کا ثبوت پیش کیا۔ صاحب تذکرہ لکھتے ہیں: ''آپ کے درس کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ جب سے آپ نے درس دینا شروع کیا آخر عمر تک صرف چار مرتبہ ایسے مواقع پیش آئے جس سے کچھ روز آپ کا درس موقوف رہا، جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔'' ۲؎

حضرت شاہ علوی کی تدریسی زندگی کا یہ معمول اساتذہ و مدرسین کیلئے درس عبرت ہے کہ اکثر جامعات و دارالعلوم کے مدرسین عذر نامعقول کی بناء پر محض سستی، کاہلی سے

۱؎ تذکرۃ الوجیہہ، ص ۴۹، ۵۰

۲؎ ایضاً، ص ۵۱

اپنے منصب کے فرائض کی ادائگی میں لاپرواہی برتتے ہیں اور طلبا کا مقصد اصلی فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہاں ٦٤ سالہ معلمانہ زندگی میں صرف چار مواقع غیر حاضری کے آئے اور آج دس بیس سالہ تدریسی زندگی میں سینکڑوں بار غیر حاضری ہوتی ہے اور احساس تک نہیں ہوتا، سر میں جوئیں تک نہیں رینگتی۔

آپ کے مدرسے کی طرف امرائے گجرات اور سلاطین نے بھی اپنی خاص توجہ مبذول کی۔ بہت تھوڑے عرصے میں شاہ علوی کا مدرسہ ایک اعلیٰ درجے کی یونیورسٹی بن گیا۔ ''مدرسہ کی ازسر نو تعمیر صادق خاں نامی امیر نے کرائی جس میں طلبا کے آرام و آسائش کا پورا انتظام تھا اور ان کے وظائف روزینہ بھی حکومت کی طرف سے مقرر تھے۔ یہاں تک کہ طلبا کیلئے ایک طبیب بھی مقرر تھا۔ احمد آباد میں یہ سب سے بڑا اور مشہور مدرسہ تھا۔''۱

درس محمدی : حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی نے آخر عمر میں چاہا کہ خود درس دینا موقوف کر دیں۔ مگر جنابِ رسالت مآب ﷺ نے بشارت دی کہ ہم اکثر تمہارے درس سننے کیلئے آتے ہیں، اس کو ترک نہ کرو۔ اس بشارت پر آپ نے درس جاری رکھا اور اس کا نام درس محمدی رکھا۔

اور گلزار ابرار کے بموجب اس مدت میں آپ کی فیض رسانی کی بدولت بہت سے ذی استعداد لوگوں نے آپ کی شاگردی سے خلعت استادی پایا اور بہت صوفیوں نے آپ کی دلنشیں تلقین سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

مصنف یادِ ایّام مولانا عبدالحئی لکھتے ہیں کہ علامہ وجیہہ الدین علوی گجرات کے ان برگزیدہ علماء میں ہیں جن کے احسان سے اہل ہند کبھی سبک دوش نہیں ہو سکتے۔ ''شیخ وجیہہ'' ۹۳۴ھ سے آپ کے مدرسے کی بنیاد کی تاریخ برآمد ہوتی ہے اور ''دین''

۱۔ تذکرۂ او جیہہ، ص ۵۰

(۶۴) سے مدت درس و تدریس ظاہر ہوتی ہے۔[1]

مسندِ افتاء: حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی ایک کہنہ مشق مفتی تھے اور مسلم مسائل کا بھی بڑے ہی محققانہ انداز میں حل فرماتے، قواعد فقیہہ اور اصول شرعیہ کی روشنی میں آپ ہر ایک استفتاء کا جواب مرحمت فرماتے نقل مسائل و فتوی ہی کی بناء پر آپ مفتی نہیں بلکہ اصول شرع کی روشنی میں اپنی مجتہدانہ پہلو کو مسائل میں قال اقول کہہ کر اجاگر کرتے۔ صاحب تذکرہ لکھتے ہیں کہ اس طرح اکثر فتاوی آتے اور آپ محققایہ انداز سے جواب تحریر فرماتے، بعض خط و کتابت سے آپ کی رائے طلب کرتے ان کو آپ مفصل جواب تحریر فرماتے۔[2]

فتویٰ نویسی میں کمال احتیاط: فتوی نویسی میں حضرت شاہ علوی کمال احتیاط برتتے تھے کہ کہیں ان کے قلم سے کسی مسلم کی گردن فتویٔ کفر کی زد میں آکر کٹ نہ جائے اور وہ بے چارہ بے گناہ ہو۔ یقیناً یہ انہیں حضرات کا خاصہ ہے جن کی نظر غامض شریعت کے ہر پہلو پر ہو۔ آیئے ایک بصیرت افروز واقعہ ملاحظہ کریں۔

فرقہ مہدویہ جو سید محمد جونپوری کی طرف منسوب ہے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ آپ مہدی ہونے کے مدعی تھے اس زمانے کے بعض علمانے جو ان کے مخالف تھے ان کی تکفیر و قتل کے واسطے محضر تیار کئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ بعض حق پرست علما اور اہل اللہ کا گروہ ایسا بھی تھا جو سید محمد جونپوری اور ان کی جماعت سے حسنِ ظن رکھتا تھا اور عقلاً ان کے بارے میں توقف اور سکوت کو کام میں لاتا تھا۔ جب آپ کے سامنے سید موصوف اور ان کے بعض اتباع کی تکفیر کا فتویٰ پیش کیا گیا تو آپ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جو جماعت دنیا چھوڑ کر وقف حق پرستی ہے میرا قلم ان کی مخالفت میں

---

[1] تذکرۃ الوجیہہ، ۵۱,

[2] ایضاً، ص ۳۰

نہیں اٹھ سکتا۔

اس کے علاوہ ہزاروں فتوے آپ کے قلم سے لکھے گئے مگر کبھی بھی آپ نے کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ نہ لکھا آپ کا ارشاد تھا کہ اگر کسی شخص میں سو باتوں میں سے ایک بات بھی اسلام کی ہو تو اس کو مسلمان سمجھو اور کسی کلمہ گو کو کافر نہ سمجھو۔ ا؎ شاید کہ صاحب تذکرہ نے حضرت شاہ علوی کے اس ارشاد کو نقل کرتے ہوئے ناقل قول پر مکمل اعتماد کرلیا باوجودے کہ تحقیق و تنقید کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری تھا۔ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فتویٰ کفر کیلئے اگر کسی قول میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال نفیٔ کفر کا ہو تو مفتی و قاضی کیلئے اولیٰ یہ ہے کہ وہ شق ایمان و عدم کفر پر عمل کرے یعنی اس مسلمان پر کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے۔ اس وضاحت کو حضرت شیخ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں صفحہ ۱۹۹ میں تخریج فرمایا ہے۔

اور اس طرح امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے فقہائے کرام کے اقوال کو نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے۔ ۲؎

ھذا ما ظہری و الحق عند ربی اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت شاہ علوی کا بھی قول انھی فقہائے کرام کی روشنی میں ہو گیا یہ اور بات ہے کہ آپ فتویٰ کفر میں غایت احتیاط برتتے تھے۔

تصنیفات و تالیفات : حضرت شیخ وجیہہ الدین علوی نے اپنی زندگی تدریس علوم، تصنیف کتب اور طالبوں کی ارشاد و تربیت میں مشغول رکھی اور اکثر کتابوں پر آپ کی حواشی اور

ا؎ تذکرۃ الوجیہہ، ص ۵۴، ۵۵

۲؎ تمہید ایمان، ص ۳۸، از امام احمد رضا

شروح تالیفات بھی ہیں۔ شیخ المحدث عبدالحق دہلوی تحریر کرتے ہیں ''مشغول بتدریس علوم وتصنیف کتب وارشاد طالبان براکثر کتب شروح وحواش وتالیفات ہم دارد۔''[1]

اور پھر میر علی شیر قانع لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کی تالیفات اور رسائل وحواشی وشروح اکثر درسی کتابوں پر یادگار ہیں اور لوگوں میں مشہور ہیں۔

''وتالیفات ورسائل وحواشی وشروح بر اکثر کتب درسی ازایشاں یادگار ماندہ ودر مردم متداول است۔''[2]

اس اجمالی معلومات کے بعد اگر تفصیلی تصنیفات وتالیفات کا جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ آپ کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد ۱۹۷ ہے جیسا کہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے ماثر الکرام میں تحریر کیا ہے۔ مگر احمد محمد الفاروقی کی تصنیف خلاصۃ الوجیہہ کے پیش نظر آپ کی تصنیفات اس سے بھی زیادہ بیان کی جاتی ہے۔ ہم یہاں سید حسینی پیر علویؒ کے استخراج کی روشنی میں ان کے اسماء کا ذکر کرتے ہیں

کتب: آپ کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد چھ ہے۔

(۱) اوراد وجیہہ (۲) مکتوبات (۳) مختصر تلخیص (۴) المختصر المولود الامام الجزری (۵) حقیقت محمدی (۶) وافیہ شرح کافیہ

شروح: شروح کی تعداد صاحب تذکرہ کے مطابق پندرہ ہیں۔

(۱) شرح نخبہ فی اصول حدیث (۲) شرح تجدید (۳) شرح بسیط فی الفرائض (۴) شرح قدیم (۵) شرح وجیز (۶) شرح ابیات مہمل الدمامین (۷) شرح ابیات تسہیل (۸) شرح تحفۂ شاہیہ (۹) شرح ارشاد القاضی شہاب الدین دولت آبادی (۱۰) شرح شمسیہ فی المنطق (۱۱) شرح حکمت العین (۱۲) شرح لوائح جامی (۱۳) شرح کلید مخازن فارسی (۱۴) شرح رسالہ قوشچی فی الھیئۃ فارسی (۱۵) شرح علی جام جہاں نما فارسی

---

[1] اخبار الاخیار، ص ۱۶۳ [2] تحفۃ الکرام، جلد اول، ص ۴۴

حواشی: اکثر درسی وغیر درسی کتابوں پر حواشی کی تعداد ۳۳ تک پہنچتی ہے۔

(۱) حاشیہ بیضاوی (۲) حاشیہ علی تفسیر الرحمانی (۳) حاشیہ علی التلویح فی اصول الفقہ (۴) حاشیہ ہدایہ (۵) حاشیہ شرح وقایہ (۶) حاشیہ علی شرح العقائد تفتازانی (۷) حاشیہ شرح مختصر الاصول لابن حاجب (۸) حاشیہ عضدی اصول فقہ میں (۹) حاشیہ کشف الاصول (۱۰) حاشیہ شفا قاضی عیاض (۱۱) حاشیہ شرح چغمنی (۱۲) حاشیہ مختصر المعانی (۱۳) حاشیہ آصفحانی (۱۴) حاشیہ علی شرحین للمفتاح فی علم المعانی والبیان

(۱۵) حاشیہ علی شرح المواقف فی الکلام (۱۶) حاشیہ شرح مطالع (۱۷) حاشیہ علی شرح العلامۃ الجامعی (۱۸) حاشیہ کافیہ فی النحو (۱۹) حاشیہ جلالیہ (۲۰) حاشیہ علی مہمل الدمانی (۲۱) حاشیہ علی حاشیۃ الخیالی (۲۲) حاشیہ شرح فوائد ضیائیہ (۲۳) حاشیہ مطول علم معانی (۲۴) حاشیہ زبدۃ (۲۵) حاشیہ شرح تہذیب (۲۶) حاشیہ عین المفتاح (۲۷) حاشیہ قطبی (۲۸) حاشیہ علی الشرح تذکرہ نیشاپوری (۲۹) حاشیہ برحاشیہ علی محقق الدوانی (۳۰) حاشیہ علی کتاب السید شریف جرجانی (۳۱) حاشیہ بزدوی (۳۲) حاشیہ شرح مقاصد (۳۳) حاشیہ ضریری

رسائل: آپ کے تصنیف کردہ رسائل کی تعداد بارہ تک پہنچتی ہے۔

(۱) رسالہ طریقۂ بیعت (۲) رسالہ فی اجوبۃ الاعتراضات الفقیہ الحیرتی علی فاضل الہندی (۳) رسالہ فاما من ثقلت موازینہ (۴) رسائل تفسیر والذین آمنو واتبعہم ذریتہم بایمان (۵) رسالہ فی تحقیق ابلیس (۶) رسالہ ایمان (۷) رسالہ ترتیب فی الصلوۃ (۸) رسالہ وقف اعداد (۹) رسالہ القلب (۱۰) رسالہ الکلام (۱۱) رسالۃ الانسکریہ فی ابوبۃ الطفقریہ (۱۲) رسالہ جنات عدن علی تفسیر البیضاوی

آپ کی اکثر تصانیف و تالیفات تو ضائع ہو چکی ہیں اور کچھ موجود ہیں اگر ان کی تلاش کی جائے تو کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوں گی کچھ کتابیں احمد آباد کے کتبخانے پیر محمد شاہ میں موجود ہیں۔ ۱؎

آپ کی کل تصنیفات و تالیفات کی تعداد ۶۶ تک پہنچتی ہے ان میں سب سے پہلی تصنیف حاشیہ ضریری ہے جو پندرہ سال کی عمر میں آپ نے تصنیف کی ۹۲۵ھ میں حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کی تصنیفات و تالیفات کے ناموں سے ہی یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ کو جملہ علوم و فنون میں مہارت تھی اور آپ نے علماء و مدرسین، طالبان طریقت و محصلین کیلئے گرانقدر خزانہ چھوڑا ہے۔ علم کلام، علم تفسیر، اصول فقہ، فقہ، فرائض ہیئت، معانی و بیان، منطق و فلسفہ، نحو، صرف، علم حدیث، اصول حدیث، سیرت، تاریخ وغیرہ بے شمار علوم میں آپ کے علمی شہہ پارے موجود ہیں۔ کاش اربابِ علم و دانش اس طرف توجہ کرتے تو ایک عظیم تحقیقی کام آپ کی ذات و شخصیت پر ہو سکتا ہے۔

سلسلۂ طریقت: شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ وجیہہ الدین علوی کو تصوف میں انتساب و اعتقاد شیخ محمد غوث گوالیری سے تھا اگرچہ شیخ علوی کو ارادت کسی دوسری جگہ سے تھی ۲؎ اور صاحب تحفۃ الکرام لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ علوی کو ارادت شیخ

۱؎ تذکرۃ الوجیہہ، ص ۵۷، ۵۸

۲؎ اخبار الاخیار، ص ۱۶۳، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی

قادن چشتی سے تھی جو پٹن میں آسودہ ہیں اور ارشاد شیخ محمد غوث سے رکھتے تھے اور منازل طریقت میں کمال تک رسائی بھی انہی کے طفیل ہوئی۔[1]

حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی نے ابتداءاً اپنے والد بزرگوار سے چشتیہ اور مغربیہ طریق کو حاصل کیا اور سہروردی طریق کے اذکار واشغال اپنے ماموں بدرالدین عرف شاہ بڑا بن ابوالقاسم سہروردی اور شیخ نجم الدین صدیقی سہروردی سے حاصل کئے۔ ایک مرتبہ آپ کی طبیعت پر جذبات شوق غالب ہوئے اور قلبی کیفیت حد سے فزوں ہونے لگی آپ کا ارادہ ہوا کہ کسی دوسرے شہر میں جا کر اطمینان قلب حاصل کیا جائے اس حال میں آپ سید کبیر الدین مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے فرمایا زیادہ مضطرب نہ ہونا چاہیئے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت سید شاہ شطاری عطاری غوث گوالیاری احمد آباد تشریف لائے ان سے آپ نے مشرب شطار حاصل کیا۔[2]

جب حضرت غوث گوالیاری احمد آباد تشریف لائے، شیخ علی متقی جو ظاہر وباطن سے آراستہ تھے انہوں نے تمامی علماء کے ساتھ شیخ غوث کے بعض تصوف کے اونچے کلام پر حضرت گوالیاری پر قتل کا فتوی جاری کیا اور سلطان وقت نے شاہ وجیہہ الدین علوی کی تائید وفتوی تک شیخ علی متقی کے فتوی کو موقوف رکھا۔ جب حضرت علویؒ حضرت غوث گوالیاری کی قیام گاہ پر پہنچے، پہلی ہی نگاہ میں شیخ غوث گوالیاری پر فریفتہ ہوگئے اور شیخ علی متقی کے فتوی کے کاغذ کو پارہ پارہ کردیا اور شیخ علی متقی سے حضرت علویؒ نے فرمایا کہ آپ شیخ گوالیاری کے کمالات کو نہ سمجھ سکے۔[3]

غرضکہ حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کو چشتیہ، سہروردیہ، مغربیہ، قادریہ، شطاریہ وغیرہ سلاسل کی نعمتیں حاصل تھیں۔

۱۔ تحفۃ الکرام، جلد ۱، ص ۴۴، از میر علی شیر قانع   ۲۔ تذکرۃ الوجیہہ، ص ۷۵، ۷۶

۳۔ تحفۃ الکرام، جلد ۱، ص ۴۴

خلافت واجازت: حضرت شاہ وجیہہ الدین علوئیؒ کو علم ظاہر کی طرح علم باطن کی طلب بے انتہا بڑھی ہوئی تھی۔ گوالیار سے حضرت شاہ محمد غوث بھی احمد آباد تشریف لائے ہوئے تھے۔ اپنے ماموں مولانا یحیٰ صدیقی کے ہمراہ ایک مرتبہ ملاقات کیلئے گئے جب آپ سے حقائق و معارف کی باتیں ہوئیں تو آپ کی اعلیٰ مرتبت کو دیکھ کر گرویدہ ہوگئے اور ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہ کر فیض اٹھاتے رہے۔ یہاں تک کہ سلسلۂ شطاریہ اور دوسرے جملہ سلسلوں کی اجازت اور طور طریقے جو حضرت غوث تک پہنچتے تھے آپ نے حاصل کئے، کچھ تلقین و تکمیل کے راز شیخ نے سمجھا کے اپنے دست مبارک سے اجازت نامہ لکھ دیا۔

حضرت شاہ وجیہہ الدین خود فرماتے ہیں کہ اگر مجھکو غوث الرحمٰن کی پابوس کا شرف حاصل نہ ہوتا تو حقیقت کے رموز نہ کھلتے، بہت تھوڑے عرصے میں صاحب ممدوح کی کیمیاوی پرورش کے ذریعہ رسمی عقائد کی قید سے نکل کر حقیقی ایمان کی بہشت میں چہرہ قدمی کرنا نصیب ہوا اور پالیا جو کچھ پاس نہ تھا۔

''آنکہ در تمام عمر معرفت اللہ حاصل نہ شد در یک شب حاصل شد'' ۱؎

فضائل و خصائل: یوں تو حضرت شیخ علوئیؒ کے فضائل و خصائل کا عنوان بھی بہت وسیع ہے جس میں دقیع مقالہ کی ضرورت ہے۔ یہاں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے، آپ ہمیشہ اہل دنیا سے بے پرواہ رہے، قناعت آپ کا خاص شعار تھا، آپ لباس و وضع میں کچھ بھی امتیاز نہیں رکھتے آپ کی زندگی سادگی اور فقر کی جامع تھی، فتوح و نذر غرباء پر تقسیم فرمادیتے، حال و قال سے کمال جلال ولایت عیاں تھا روزانہ آپ کے آستانہ پر مجمع کثیر طلب دعا کے واسطے حاضر ہوتا جو مریض مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو کر مایوسی کے قریب پہنچ جاتے تھے آستانہ پر حاضر ہو کر شفا پاتے اور ان کے حق میں آپ کا وجود اسم شافی کا مظہر تھا۔ ۲؎

۱؎ تذکرۃ الوجیہہ، ص۸۶، ۸۷

۲؎ ایضاً، ص ۸۷

حضرت شیخ علی متقی" اہل عرب میں شیخ مکہ کے نام سے مشہور ہیں جنہوں نے فن حدیث میں کچھ مفید تالیفات بھی کی ہیں۔ ۹۵۳ھ میں ہند سے مکہ مکرمہ جاکر سکونت اختیار کی۔

آپ طلباء کو حدیث کا درس دیتے تھے، جب یہ طلباء کو حدیث کا درس دے رہے تھے تب یہ حدیث آئی "إنّ الله يبعثُ على رأس كل مائة من يجدد لها دينها" یہ حدیث مشکوۃ شریف ابوداؤد وغیرہ کتب حدیث میں مرقوم ہے، اللہ تعالیٰ ہر صدی پر ایک مجدد مبعوث کرتا ہے جو اس صدی میں دین کی تجدید کرتا ہے۔ کسی طالب علم نے دریافت کیا کہ آج کل اس سعادت سے کون مشرف ہے؟ شیخ نے جواب دیا کل جواب دوں گا اور تہجد کے بعد سرکار نبوی کی بارگاہ میں عرض کی۔ بارگاہ نبوت سے ارشاد ہوا کہ آج کل یہ وصف وجیہہ الدین میں ہے، یہ مژدہ اور بشارت سنتے ہی شیخ علی متقی نے حضرت کی ملاقات کا ارادہ کیا، ادھر آپ کو نور باطن سے ظاہر ہوا کہ شیخ کو یہ بشارت ملی ہے اور وہ ملاقات کیلئے آرہے ہیں۔ دونوں صاحبوں نے مصافحہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سے ملاقات کی، آپ نے فرمایا، کسی پر یہ بھید ظاہر نہ کیجئے۔ ؎۱

امام احمد رضا کا اعتراف: حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کی شہرت پوری علمی دنیا میں ہوئی، معاصرین علمائے محققین نے بھی فیض حاصل کیا اور بعد کے اجل علمائے کرام وفضلائے عظام نے بھی آپ کی تحریر وتصنیف سے استشہاد ودلیل پیش کی ہے۔ امام عشق ومحبت فاضل بریلوی نے نماز غوثیہ کے ثبوت میں ایک رسالہ "انہار الانوار من یم صلوۃ الاسرار" تصنیف فرمایا ہے جس میں شاہ علوی کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں۔

"اور مولانا شیخ وجیہہ الدین علوی احمد آبادی علیہ الرحمۃ الرؤف الہادی کہ سال وفات امام اجل علامہ سیوطیؒ میں متولد ہوئے، حضرت شیخ غوث گوالیاری علیہ الرحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاذِ مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقاماتِ رفیعہ وتصانیفِ کثیرۂ بدیعہ ہیں، بیضاوی وہدایہ وتلویح وشرح وقایہ ومطول ومختصر وشروحِ

؎۱ تذکرۃ الوجیہہ، ص ۸۸، ۸۹

عقائد موافق وغیرہا پر حواشئ مفیدہ رکھتے ہیں۔ اور کبرائے منکرین نے بھی اپنے رسائل میں ان سے استناد کیا، نہایت شد و مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے اور اس پر بتاکیدِ اکید تحریص و ترغیب فرماتے۔"[1] اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو جواہر خمسہ جو حضرت غوث گوالیاری کی تصنیف ہے اس کی سند واجازت بھی حضرت شاہ علوی کے واسطے ہی سے ملی۔ وہ اپنی کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں رقمطراز ہیں:

"اس فقیر نے شیخ ابو طاہر کردی کے ہاتھ سے خرقہ پہنا اور انہوں نے جواہر خمسہ کے تمام وظائف کی اجازت دی۔ یہ اجازت ان کو اپنے والد شیخ ابرہیم کردی سے اور ان کو اپنے شیخ احمد قشاشی سے اور ان کو شیخ احمد شناوی سے اور ان کو سید صب ت اللہ سے اور ان کو شیخ وجیہہ الدین علوی گجراتی سے اور ان کو شیخ محمد غوث گوالیاری سے"[2]

ان حضرات کے علاوہ بیشمار ہند وپاک وعرب وعجم کے ء نے شاہ علوی کی تصنیفات سے استناد کیا ہے اور فیض حاصل کیا ہے، یہاں بطور اختصار یہ اقتبار پیش کیا گیا۔

خوارق: (۱) ایک طالب علم حضرت کے مدرسے میں آیا، اس و ت آپ درس دے رہے تھے۔ وہ کچھ دیر پریشاں حالی میں کھڑا رہا اور طلبہ سے پوچھا، حضرت یاں وجیہہ الدین کہاں ہیں؟ حضرت نے خود پوچھا، تم کو ان سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا، میر ی ایک آرزو ہے جس کو تمہارے سامنے ظاہر نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا، وجیہہ الدین یہ فقیر ہے اور حضرت میاں وجیہہ الدین دوسری جگہ رہتے ہیں۔ اس نے کہا، میرا مطب وجیہہ للہ سے تھا، حاصل ہو گیا۔ اب مجھے دوسری جگہ جانے کی حاجت نہیں اور وہ آپ ی قدمبو ی کر کے واپس ہوا۔ طلبہ وغیرہ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو اس سے کہا، کچھ روز یہاں ٹھ رو۔ اس نے کہا، جو شخص ذرا دیر میں اپنا مطلب پالے پھر وہ کیوں رہے؟ طلبہ حیرت سے آپ کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ

---

[1] فتاوی رضویہ، جلد ۳، ص ۵۲۲

[2] الانتباہ، بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ۳ مترجم ص، ۶۲۱، از مفتی محمد ن قادری لاہور

نے فرمایا کہ دیا تیل آگ تیار تھی تو کیا اس کو روشن نہ کروں؟

(۲) اکثر آپ درس سے فارغ ہوتے تو حضرت خضر سے ملاقات ہوتی اور آپس میں واقعات غیبی کا تذکرہ رہتا تھا۔ صوفی سید شریف جھنجھانی قدس سرہ جو آپ کے اکمل خلفاء سے ہیں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک گجرات کی تباہی اور شاہان مغلیہ کے دور میں آپ نے حضرت خضر سے دریافت کیا کہ گجرات کا حال کب درست ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ اس کو خدائے تعالیٰ نے پوشیدہ کیا ہے ظاہر نہ کرنا چاہئے یہ کہہ کر حضرت خضر درس سے اٹھ کر چلے گئے (اذکار ابرار)۔ ا

(۳) مسیح الاولیاء علامہ شاہ عیسیٰ جند اللہ شطاری برہانپوری کے خط سے حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کے خرق عادت کی ایک صورت ظاہر ہوتی ہے۔

خواجہ عبداللہ شہید کا ایک مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا ماجرا آپ سے اس طرح بیان کیا کہ میں وطن میں ایک سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا، یہاں تک کہ سب کو میری زندگی سے مایوسی ہو گئی تھی۔ اسی حال میں پیر کے آستانے پر گیا کہ شاید ان کی دعا سے تندرست ہو جاؤں، ورنہ موت کے عذاب میں گرفتار کیا جاؤں۔ ایک روز خواجہ مراقبے میں سر جھکائے ہوئے تھے کہ ایک نورانی بزرگ حجرے میں آئے۔ کچھ دیر بعد مرشد نے مجھ کو بھی اندر بلالیا۔ اس نورانی شخص نے پانی پر کچھ دم کر کے بیمار کو دیا، اس کے پیتے ہی صحت کے آثار ظاہر ہونے لگے اور وہ خضر وقت و مسیحا حجرے سے باہر نکل کر میری آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ میں نے پیر سے دریافت کیا کہ ان بزرگ کا نام کیا ہے اور ان کا مقام کہاں ہے؟ مرشد نے فرمایا، ان کا نام وجیہہ الدین احمد ہے اور مسکن احمد آباد گجرات ہے اور الحی اسم کے مظہر اس زمانے میں آپ ہی ہیں۔ جب میں تمہاری بیماری سے ناامید ہو گیا اور تمہاری محبت کا اثر دل پر ظاہر ہوا تو میں نے حضرت سے مدد چاہی۔ اس کے بعد جو کچھ گذرا وہ تم نے دیکھا اور معلوم ہوا جو کچھ پیش آیا۔ جب یہ معاملہ پیر سے سنا، اجازت لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ چونکہ اس کی

ا۔ تذکرۃ الوجیہہ، ص ۸۹، ۹۰

طلب وارادت صادق تھی، اس کی برکت سے قدم بوسی کی سعادت کو پہنچ گیا۔

(۴) حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کا روئے زیبا ایک آئینہ تھا جس میں کبھی جمال ہی کا عکس نظر آتا اور کبھی جمال مرشد و غوث اور جمال مصطفیٰ کی رعنائیاں جلوہ گر ہوتیں۔ شاہ جی کے ایک مرید شیخو نامی کپڑ ونج میں رہتے تھے اور کبھی کبھی احمد آباد بھی آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے دل میں یہ بات آئی کہ احمد آباد میں آنا اور شاہ علوی سے ملاقات کئے بغیر لوٹ جانا نا سعادتمندی کی نشانی ہے۔ اس بناء پر ملاقات کیلئے ایسے وقت میں پہنچے کہ حضرت درس سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ کو اطلاع ہوئی کہ فلاں درویش دروازے پر کھڑا قدم بوسی کا امیدوار ہے، حضرت شاہ علوی باہر آئے۔ مصافحہ کے بعد میاں شیخو نے کہا کہ ملاقات کا ثمر ظاہر ہونا چاہئے۔ فرمایا، شیخو روبرو دیکھو۔ پھر دریافت کیا، فقیر کی صورت نظر آتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت غوث گوالیاری کا حلیہ نظر آتا ہے۔ پھر آپ کے فرمایا، اور نظر کرو۔ جب دیکھنے والے کی نظر آپ پر پڑی تو دریافت کیا، اب کس کی شکل ہے جو درویش کی صورت سے ظاہر ہو رہی ہے؟ عرض کیا، رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا جمال با کمال ظاہر ہے! تیسری بار فرمایا، اور زیادہ غور کرو، دیکھو کہ اس مرتبہ کس کی تجلی ہے اور کیا ہے؟ انہوں نے بے اختیار ہو کر سبحان اللہ کہہ کر بارگاہِ ایزدی میں سر رکھ دیا اور تسبیح و تقدیس کے الفاظ زبان پر جاری ہو گئے اور کہا۔

ہر چہ اسباب جمال است رخ خوب ترا

ہم بر وجہ کمال است کما لا یخفیٰ (عبدالرحمٰن جامیؔ)

(۵) پیر سے کامل اعتقاد اور پختہ یقین ہی منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔ آیئے حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کے ایک مرید و خلیفہ کا یقین ملاحظہ کریں۔

ایک مرتبہ مولانا شیخ فرید جو آپ کے اجل تلامذہ میں سے تھے اور آپ کے مخلص خلیفہ تھے، دریائے سابر متی پر وضو کر رہے تھے کہ ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور شیخ فرید کا ہاتھ

پکڑ کر کہا، چاہتے ہو تمہیں قرب الٰہی حاصل ہو؟ انہوں نے کہا، میرے لئے وجیہہ الدین بس ہیں۔ انہوں نے کہا، میں لوگوں کو مطلوب حقیقی تک پہنچاتا ہوں۔ شیخ فرید نے کہا، آپ کے وسیلے سے میں کوئی مقصد نہیں چاہتا اور وضو کر کے حضرت کی خدمت میں آئے۔ آپ نے شیخ فرید کو دیکھتے ہی فرمایا کہ جب تک کسی شخص کے دل میں مضبوط اعتقاد اور کامل یقین نہ ہو تب تک مطلب حاصل نہ ہوگا۔ یہ باتیں سن کر جو طلبا اور مُرید آپ کی خانقاہ میں حاضر تھے، متحیر ہوگئے۔ جب حضرتِ نماز کیلئے گئے تو لوگوں نے شیخ فرید سے کہا کہ ہم میں سے کسی کی سمجھ میں یہ معاملہ نہیں آیا۔ شیخ فرید نے راز ظاہر کیا اور گذشتہ کیفیت بیان کی۔ وہ لوگ سمجھے کہ شیخ فرید بھی عارف وواصل ہیں۔

(٦) سرکار دوعالم ﷺ کے روضۂ منورہ سے حضرت شاہ علوی کے اسرار و کمالات کی نشاندہی بطور ندا زائر حرم کو ہوتی ہے اور پھر کیوں نہ ہو کہ حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی ایک عاشق صادق تھے اور عشق کی سرفرازیاں عیاں ہو ہی جاتی ہیں۔

منقول ہے کہ سید یاسین قدس سرہ حج اور زیارت نبوی کے شوق میں گھر سے روانہ ہو کر احمد آباد آئے اور حضرت شاہ علوی سے نیاز حاصل کرتے ہوئے ملک عرب کو روانہ ہوگئے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے اور کمال خشوع و خضوع سے آستانۂ مبارک کی جاروب کشی کرنے لگے۔ ایک دن اسی کام میں مشغول تھے کہ یہ خیال آیا کہ ملک شام میں فلاں بزرگ کے پاس جاؤں اور ان سے حقائق و معارفِ الٰہی حاصل کروں۔ یہ خیال پیدا ہوتے ہی سید کونین محبوب ربّ العالمین کے روضے سے ندا آئی، اے فرزند تم نے وجیہہ الدین سے ظاہراً ملاقات کی ہے، تم ان کے اسرار باطن سے خبر نہیں رکھتے۔ جاؤ جو کچھ مقصد ہوگا وہیں سے ملے گا۔

سید یاسین حکم کے مطابق ہند کی طرف متوجہ ہوئے اور کشتی پر سوار ہوگئے۔ اتفاقاً کشتی راستہ بھول گئی۔ معلم دریا سے واقف کار تھا۔ بولا کہ اس دریا میں ایک پہاڑ درپیش ہے جس

سے چھٹکارا ممکن نہیں مگر یہ کہ خداوند رب العزت کی بارگاہ میں التجا کی جائے کہ وہ پردۂ غیب سے مدد کرے۔ اسی عالم میں سید یاسین نے مراقبہ کیا۔ ان پر کشف ہوا کہ حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی حاضر ہیں اور فرمار ہے ہیں کہ اے یاسین، تو خاطر جمع رکھ، ہماری ہمت تیرے اور سب مسافروں کے ساتھ ہے، انشااللہ جہاز سلامتی سے گذرے گا اور تم لوگ ہلاکت سے بچ جاؤ گے۔ سید یاسین نے یہ سنا تو جہاز کے مسافروں سے کہا، خاطر جمع رکھو، ہم سلامتی سے گزریں گے۔ جب جہاز پہاڑ کے قریب آیا تو سب مسافروں کو ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے جہاز کو پہاڑ کی طرف سے دوسری طرف ہٹادیا ہو۔ جب جہاز والوں نے یہ حالت دیکھی تو اس معاملے کی کیفیت دریافت کی۔ سید یاسین نے سب حقیقت بیان کی۔ یہ سن کر جہاز کے تمام لوگ حضرت کے معتقد ہوگئے اور آپ سے خلوص رکھا۔ جب سید یاسین مذکور احمد آباد پہنچے تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مریدوں میں شامل ہوئے اور تھوڑی ہی مدت میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا سید یاسین گجراتی کا وطن جونا گڑھ ہے اور ۵ر محرم کو بھاگلپور میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ حضرت سید شاہ میر کے خاندان سے ہیں اور اسی خاندان سے شاہ ابوتراب شیرازی اور حضرت جعفر شیرازی ہیں۔ ابتداء میں حضرت علوی سے علوم متداولہ حاصل کئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور علم حدیث کی اجازت و سند لیکر ہندوستان واپس آئے اور آپ کے مرید ہو کر خرقہ خلافت لے کر پنجاب کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ دنوں لاہور میں قیام کیا اس کے بعد سرہند میں پہنچ کر رشد وہدایت خلق میں مشغول ہوئے، بعد میں بنگال کی جانب روانہ ہوئے جو قدیم بنگال تھا آج کل بہار میں ہے اور حضرت مخدوم بہاری کے شہر منیر شریف کے قریب ایک پہاڑ کی چوٹی پر آپ کا مزار ہے۔ مولانا شہباز بھاگلپوری آپ کے خاص خلیفہ ہیں۔ حضرت مولانا شہباز بھاگلپوری کا مزار بھاگلپور بہار میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوری

ولادت: شہباز طریقت حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوری کی ولادت شاہان سوری کے دور حکومت میں

۹۵۶ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام مولانا سید شاہ محمد خطاب اور آپ کے دادا کا نام حضرت حاجی خیر الدین تھا۔ آپ کی ولادت سے پیشتر حضرت شاہ شرف الدین مخدوم الملک بہاری اور مخدوم جلال الدین پنڈوی میں بھاگلپور کی ولایت کے بارے میں جب بحث و مباحثہ شروع ہوا تو عالم مراقبہ میں سرکار دو عالم ﷺ نے تشریف لاکر حکم دیا کہ بھاگلپور کی ولایت شہباز ولی اللہ کیلئے نامزد ہو چکی ہے۔ جس سے عیاں ہے کہ آپ پیدائشی ولی تھے۔ ادھر حضرت سید یاسین جنہوں نے بارہ سال تک اپنی ڈاڑھی مبارک سے روضہ انور کی جاروب کشی کی تھی، بارگاہ رسالت سے آپ کو حکم دیا گیا کہ ایک شخص شہباز مونگیر میں مقیم ہے، تم وہاں جاؤ اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرو یا وہ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرے۔ اس بشارت کے مطابق حضرت سید یاسین مونگیر آئے اور بحث و مباحثہ کے بعد آخر کار حضرت شہباز بھاگلپوری نے آپ کے ہاتھ ہر بیعت کی اور سید یاسین کے اہل و عیال حضرت شہباز کے مرید ہوئے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوری کا روحانی درجہ کس قدر بلند تھا۔ آپ کی کرامات و خرق عادات واقعات تاریخ میں بیشمار ملتے ہیں۔ طالب علمی کے زمانے سے وصال تک اپنی زندگی شریعت مصطفیٰ کے مطابق آپ نے گذاری۔ دردمندوں، محتاجوں، غریبوں، دکھیوں کیلئے آپ مسیحا تھے اور آج بھی آپ کے مزار پر انوار سے لاکھوں فرزندان توحید کا دامن مرادوں سے بھر دیا جاتا ہے۔ وصال کے بعد بھی کئی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔

وصال: آپ کا وصال بروز جمعرات ۱۶ ر صفر ۱۰۵۰ھ کو بعد نماز عصر بوقت درس مشکوۃ المصابیح ۹۵ سال کی عمر میں ہوا۔ بھاگلپور ریلوے اسٹیشن سے متصل آپ کا مزار پر انوار ہے۔

(۷) حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کا مقام تصوف بہت بلند تھا، ادنی سے ادنی بے ادبی کی بنا پر بڑے اہل دل کے احوال لمحوں میں آپ سلب کر لیتے اور اگر وہ اہل دل تائب ہو کر ملتجی ہوتا تو آپ فیاضی کرتے ہوئے ان کی سابقہ حالت لوٹا دیتے۔

احمد آباد میں ایک بزرگ تھے جن کی باطنی قوت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اکثر علماء و

سالک ان پر فریفتہ ہوگئے۔ ایک روز وہ حضرت شاہ علوی کی خانقاہ میں آئے اور آپ کو بے ادبی سے نام لے کر پکارا کہ اے وجیہہ الدین! آپ نے نگاہ غضب سے ان کو دیکھا فی الفور ان کی ولادت سلب ہوگئی اور خود ان سے آرام و خواب جاتا رہا۔ ایک روز شیخ بایزید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا حال سنایا کہ فقیر کی پہلی حالت بدل گئی ہے، ادھر ایک شئے سے مجھ کو وہم پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے کسی وقت چین و قرار نہیں۔ آپ سے اسقدر استعانت چاہتا ہوں کہ حضرت سے میرے لئے شفارش کریں۔ شیخ بایزید ان کو اپنے ساتھ لیکر آپ کے پاس آئے اور عرض کی کہ اب ان کی خطا معاف کی جائے، پریشان و نادم ہیں۔ حضرت شاہ علوی نے سفارش قبول کرتے ہوئے فرمایا، تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہو۔ اس کے پڑھنے کے ساتھ ان کی اصلی حالت ان کو مل گئی اور تصرف کا اثر ظاہر ہونے لگا۔

(۸) حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کے شاگردوں میں سے ایک شخص مجذوب ہوگئے اور کہنے لگے، میں نے یہ نعمت اپنے بزرگوں سے پائی ہے۔ لوگوں نے حضرت شاہ علوی سے آکر کہا۔ آپ نے فرمایا، اب وہ حضرت سے لیں گے۔ دو تین روز کے بعد وہی شخص آپ کی خدمت میں آکر آپ کے قدموں پر گر پڑا اور عجز و زاری کرنے لگا کہ مجھ سے میرا حال سلب کرلیا گیا ہے۔ کسی نے پوچھا، تم نے کتنے درجے طئے کئے تھے؟ اس نے کہا، سب مرتبہ طئے کر چکا تھا۔ حضرت شاہ علوی نے فرمایا، ابھی تو اسمائے الٰہی تک نہیں پہنچے یہ تو باطنی اسماء کی کوئی تجلی تھی جس کو تم تمام مراتب کا طئے کرنا سمجھے۔

(۹) ایک مرتبہ قطب الاقطاب شیخ احمد گنج بخش مغربی کے مزار پر انوار کی زیارت کی غرض سے چند طلباء کے ہمراہ بیل گاڑی میں بیٹھے جا رہے تھے، ناگاہ ایک مست ہاتھی چیختا چنگھاڑتا سامنے سے آتا ہوا نظر آیا جو مہاوت کے قبضے سے نکل گیا تھا۔ راستے کی تنگی کی وجہ سے گاڑی کا پھرانا بھی دشوار تھا۔ طلبا سخت گھبرائے۔ آپ نے کہا ہماری نعلین لاؤ اور فوراً نعلین پہن کر اس ہاتھی کی طرف بڑھے۔ چند ہی قدم بڑھے تھے کہ ہاتھی شور کرتا ہوا پیچھے کو بھاگا۔ آپ کی یہ

کرامت دیکھ کر طلبا کا اخلاص واعتقاد اور بھی زیادہ مستحکم ہو گیا۔

(۱۰) عبداللطیف دھولکی" جو آپ کے شاگرد اور مرید تھے، ابتداء میں ان کو کشایش علم نہیں ہوتی تھی۔ ایک روز صبح کے وقت سردی کے موسم میں مولانا حسن فراغی حوض کے کنارے پر آکر بیٹھے اس وقت عبداللطیف مسجد میں سبق کا مطالعہ کررہے تھے۔ ان کے سبق کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا، وہی حال ہے۔ مولانا حسن نے خوش طبعی سے کہا، اگر حوض میں غوطہ لگا کر تہہ کی مٹی چاٹو تو مطالعہ تم پر کھل جائے گا۔ عبداللطیف نے فی الفور ایسا ہی کیا مگر سردی کے سبب قریب المرگ ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت سے یہ حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا حسن نے تو مذاق کیا تھا مگر عبداللطیف کے اعتقاد نے اس کا مقصد پورا کر دیا۔ اسی روز سے اللہ تعالیٰ نے ان پر علم وادراک اور فہم کا چشمہ جاری کر دیا۔ تھوڑی مدت میں تحصیل تمام کی اور حضرت سے رخصت ہو کر جہاں آپ نے فرمایا وہاں جا کر پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔

(۱۱) حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کی جس سال وفات ہونے والی تھی اسی سال حوض کے پانی کا رنگ بدل گیا۔ لوگوں نے اس کا پانی بدلنا چاہا مگر اس کے نعل دان میں ایسی لکڑی پھنسی تھی جو کسی طرح نہ نکل سکی۔ اتفاقاً حضرت شاہ علوی بھی حوض پر تشریف لائے اور جس جگہ آپ وضو کیا کرتے تھے اسی جگہ آکر بیٹھ گئے اور اپنے دست مبارک سے پانی لے کر مست نظر سے دیکھا اور زور سے حوض کے پانی پر مارا، اس طرح تین مرتبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نگاہ کی برکت سے پانی کو آب حیات کی طرح مصفا کر دیا۔

کند ذہن لوگوں کیلئے یہ پانی آب حیات ثابت ہوتا ہے۔ جن کی زبان میں لکنت ہوتی ہے، اس سے ان میں فصاحت بیانی پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسری حاجتوں اور بیماریوں کیلئے بھی اکثر لوگ یہ پانی لے جاتے ہیں اور اپنی خوش عقیدگی سے فائدہ پاتے ہیں۔ تاحال یہ فیض آپ کے روضے سے جاری ہے، جس طرح آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کا فیض جاری تھا اسی طرح وصال کے بعد بھی آپ کا روحانی فیض جاری ہے۔

حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی سے بیشمار اہل دل نے باواسطہ یا بلاواسطہ فیض حاصل کیا۔ کسی کو چلہ کشی کے درمیان بشارت ملی، کسی کو محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے بشارت دی، کسی کو اور دیگر آستانے سے بشارت ملی، حسب بشارت ان حضرات کا دامن گوہر مراد سے بھر گیا۔

حضرت پیر محمد شاہ شطاری جو چند واسطے سے آپ کے خلفاء میں سے ہیں اور بڑے کاملین اولیاؒاللہ میں سے ہیں اپنے وطن بیجاپور دکن سے حرمین کی زیارت کی غرض سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ گئے۔ تیرہ سال کامل وہاں قیام کیا۔ واپسی میں آپ احمد آباد آئے اور حضرت شاہ علوی سے روحانی فیض حاصل کرنے کیلئے مزار پر معتکف ہوئے اور بعد چلہ کشی کے احمد آباد میں مقیم ہوگئے اور گوشہ نشینی اختیار کرتے ہوئے ہر جگہ آنا جانا بند کردیا۔ مگر جب تک حیات ظاہری میں رہے حضرت پیر محمد شاہ شطاری کا یہ معمول رہا کہ ہمیشہ حضرت شاہ علوی کے آستانے پر قدم بوسی کیلئے حاضر ہوتے رہتے تھے اور آپ کو حضرت کا اس درجہ پاس ادب تھا کہ روضے کے باہر ہی فاتحہ خوانی کرتے اور اپنے آپ کے روضے میں جانے کو ترک ادب خیال کرتے۔ آپ کا مزار احمد آباد میں مشہور ہے اور آپ کی درگاہ سے اب تک حضرت شاہ علوی کا صندل آیا کرتا ہے جس کے ساتھ کثیر تعداد میں آپ کے معتقدین حضرات شامل صندل ہوتے ہیں۔ اس شعر سے آپ کی حُسن عقیدت ظاہر ہوتی ہے ؎

وجیہہ الدیں کہ سِرّ نحن اقرب

کہ رمز شبہ وجیہہ الدین از رب (پیر محمد شطاری)

خوارق وغیرہ کے اکثر واقعات پیر حسینی علوی کی کتاب تذکرۃ الوجیہہ سے اقتباس کئے گئے ہیں۔ صاحب کتاب کے فرزند ارجمند پروفیسر وارث علوی نے کرم فرماتے ہوئے مجھے یہ کتاب عنایت کی جس کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

محدّث دہلوی کا اکتسابِ فیض: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جن کا ظاہر و باطن

محاسن شریعت و طریقت سے مزین تھا، وہ جس زمانے میں زیارت سرکار دو عالم ﷺ کے ارادے سے اس شہر یعنی احمد آباد پہنچے تو محدث دہلوی حضرت شاہ علوی کی ملاقات سے مشرف ہوئے اور حضرت شاہ علوی نے انہیں سلسلۂ عالیہ قادریہ کے بعض اذکار و اشغال عطا کیے۔

''محرر سطور در وقت کہ بقصد زیارت سید کائنات ﷺ بداں دیار رسید بملاقات وے مستعد شدہ و بعضے اذکار و اشغال سلسلۂ عالیہ قادریہ مشرف گردید''[1]

عمر: حضرت شاہ علوی کی عمر ۸۸ سال ہوئی۔

وصال: ۲۹ر محرم الحرام ۹۹۸ھ بروز یکشنبہ بوقت صبح صادق آپ کا وصال ہوا۔

مزار پرانوار: احمد آباد کے محلے خانپور میں آپ کا مزار فیض گاہ خاص و عام ہے۔ ایک وسیع گنبد میں آپ کا روضۂ انور ہے اور اس کے مشرقی جانب آپ کی اولاد و احفاد کے مزارات ہیں۔ مزار سے مغربی جانب ایک مسجد ہے جہاں نماز پنجگانہ و جمعہ ادا کی جاتی ہے۔ لوگ آپ کے مزار میں روزانہ حاضر ہوتے ہیں خاصکر جمعرات کو حصول فیض کیلئے زائرین کا ایک ازدحام ہوتا ہے۔ لکنت زدہ آپ کے آستانۂ عالیہ میں شکر رکھ کر اسے چاٹتے ہیں اور فصاحت و بلاغت بیانی حاصل کرتے ہیں۔

اولاد: حضرت شاہ وجیہ الدین علوی کے نو صاحبزادے تھے جو علم، تقوی اور پرہیزگاری میں بے مثال تھے ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) شاہ محمد (۲) شاہ عبداللہ (۳) شاہ حبیب اللہ (۴) شاہ عبدالشکور (۵) شاہ عبدالحق (۶) شاہ عبدالواحد (۷) شاہ غالب (۸) شاہ حامد (۹) شاہ غضنفر

اور دو صاحبزادیاں تھیں جو نیک اور خدا ترس تھیں (۱) راجی پارسا (۲) امۃ الحبیب

خلفاء و تلامذہ: آپ کے خلفاء کی بھی ایک عظیم فہرست ہے، مختصراً چند کے اسماء ذکر کیے

---

[1] اخبار الاخیار، ص ۱۶۳

جاتے ہیں: (۱) شیخ فرید محدث قدس سرہ (۲) مولانا صبغت اللہ بھروچی حسینی مدنی (۳) مولانا عثمان بن عیسیٰ صدیقی (۴) علامہ کمال محمد عباسی گجراتی (۵) مولانا شیخ یوسف بنگالی (۶) مولانا یاسین گجراتی (۷) حضرت سید ابوتراب (۸) شاہ علی متقی ربانی (۹) قاضی عبداللہ (۱۰) مولانا یونس (۱۱) مولانا سید شاہ عبدالغفور (۱۲) مولانا عبدالمغنی جونپوری (۱۳) حضرت شیخ صالح (۱۴) مولانا سید عبدالعزیز (۱۵) مولانا حسن فراغی (۱۶) حضرت شاہ عیسیٰ مدنی (۱۷) محمد فضل اللہ (۱۸) شیخ عبدالقادر بغدادی (۱۹) مولانا عبداللہ شطاری (۲۰) سید ضیاء اللہ شطاری۔

حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی کے شاگردوں کی بھی تعداد کثیر ہے، تقریباً اسی ہزار تشنگانِ علوم نے آپ سے علم و عرفان کی بے بہا دولتیں حاصل کیں۔[۱]

ملک بے نیاز کا لاکھ لاکھ شکر اور نبیٔ رحمت کا ہزارہا کرم ہے کہ آج بتاریخ ۲۵ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ کو یہ کتاب ترتیب و تالیف کے جملہ مراحل سے گزر کر مکمل ہوئی۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔



ماخذ و مراجع

القرآن		آئین اکبری	ابوالفضل
جلالین شریف	جلال الدین سیوطی	تحیۃ المجالس	محمود بن سعید ایرجی
ترمذی شریف	ابوعیسیٰ ترمذی	صد حکایات (فارسی قلمی)	جعفر بن بدر عالم شاہی
شمائل ترمذی		چہل حکایات (فارسی قلمی)	کمال الدین بخاری
مشکوٰۃ شریف	شیخ ولی الدین	ظفر الوالہ	محمد بن عمر آصفی
کنزالایمان	امام احمد رضا	تاریخ فرشتہ	ملا قاسم فرشتہ
خزائن العرفان	صدر الافاضل مرادآبادی	تحفۃ الکرام	میر علی شیر قانع
تفسیر نعیمی	مفتی احمد یار خاں نعیمی	تاریخ اولیاء گجرات	ابو ظفر ندوی
مکتوبات امام ربانی	مجدد الف ثانی	تذکرۃ الوجیہہ	پیر حسینی علوی
زبدۃ المقامات	ہاشم کشمی	خلاصۃ الوجیہہ	احمد محمد الفاروقی
معجم البلدان	شرف الدین بغدادی	انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	ولی اللہ محدث دہلوی
تزک جہانگیری	محمد ہادی روان	شرف السادات	
فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا	مقدمہ فتاویٰ عالمگیری	اورنگ زیب
منیر العین	,,	یادایام	عبدالحئی لکھنوی
اظہار الانوار	,,	رسالہ نوریہ سلطانیہ	عبدالحق محدث دہلوی
طرد الافاعی	,,	مجذوب مدینہ	فیض احمد اویسی
اخبار الاخیار	عبدالحق محدث دہلوی	شرح عقائد	سعد الدین تفتازانی
زبدۃ الآثار	,,	فتاویٰ رضویہ مترجم	امام احمد رضا
سلوک اقرب السبل	,,	اولیائے ہندوپاکستان	شوکت علی فہمی
جذب القلوب	,,	تہذیب التہذیب	جلال الدین سیوطی
خزینۃ الاصفیاء	مفتی غلام سرور لاہوری	مرآۃ الوصول (قلمی)	مولانا قاسم
مرآت احمدی	مرزا حسن	تذکرۂ سادات	
خاتمہ مرآت احمدی	,,	ہسٹری آف گجرات	ابوتراب شیرازی
مرآت سکندری	سکندر عرف منجھو	سوفستک مغربیہ	مولانا سورتی
شرح فقہ اکبر	ملا علی قاری	رسالہ مغربیہ (قلمی)	شیخ احمد مغربی
شفاء السقام	علامہ سمہودی	ہفت روزہ نئی دنیا	اخبار
جامع کرامات اولیاء	علامہ نبہانی	سبع سنابل شریف	میر عبدالواحد بلگرامی
اشراف عرب	نجم الحسن	کلیات اقبال	ڈاکٹر اقبال
جہانیاں جہاں گشت	ایوب قادری	حدائق بخشش	امام احمد رضا
ہدایہ	برہان الدین مرغینانی		

کتاب ملنے کے پتے

(۱) کلیم بک ڈپو، خاص بازار، تین دروازہ، احمد آباد

(۲) نظامی بک ڈپو، تین دروازہ، خاص بازار، احمد آباد

(۳) شاہ عالم بک ڈپو، جمالپور دروازہ، احمد آباد

(۴) قاری کتاب گھر، مدینہ مسجد کے سامنے، شاہ عالم روڈ، احمد آباد

(۵) صوفی کتاب گھر، شاہ عالم دروازہ کے سامنے، احمد آباد

(۶) مفتی شبیر احمد صدیقی، جامع مسجد، مانک چوک، احمد آباد

(۷) حافظ محمد عمر صاحب، امام جھولتا مینارہ، گومتی پور، احمد آباد

رابطہ و مراسلت کا پتہ:

مولانا غلام مصطفےٰ صاحب، انچارج نور اکیڈمی

امام بھٹیار واڑ کی مسجد، کھماسہ، جمالپور روڈ احمد آباد (گجرات)

Kalim Book Depot & Offset Printers : Khas bazar, Three Gate, Ahmedabad.